خدابخش لائبریری

جرنل

پٹنہ

۲۴

خدابخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

رجسٹریشن نمبر ۷۷/۳۳۴۲۴

چوبیسواں ۲۴ شمارہ ۱۹۸۳ء

اس سہ ماہی مجلے میں انگریزی، اردو، فارسی یا عربی میں ایسے مضامین شائع ہوں گے، جو خدا بخش لائبریری کے نادر مواد پر مبنی ہوں، یا لائبریری سے کسی نہ کسی قسم کا تعلق رکھتے ہوں

قیمت : پندرہ رُپے

سالانہ خریداری		
	اندرون ملک :	۶۰ رُپے
	پاکستان :	۱۲ ڈالر
	یوروپ :	۸ پونڈ
	امریکا اور دیگر ممالک :	۲۴ ڈالر

جو دیہ جبین نے پٹنہ لیتھو پریس، ڈمنا لین پٹنہ ۴، اور لبرٹی پریس، پٹودی ہاؤس، نئی دہلی میں چھپوا کر خدا بخش لائبریری سے شائع کیا

فہرست

●●

اس شمارے کے لکھنے والے

- **جناب قاضی عبدالودود** (پ ۱۸۹۶ء) : فارسی و اُردو ادبیات کے معروف محقق، صدر جمہوریہ کے "سرٹیفکٹ آف میرٹ" کے اعزاز یافتہ۔ دسمبر ۱۹۸۳ء میں ایوان غالب سے غالب پر آپ کی گرانقدر تحقیقات کے اعتراف میں "غالب ایوارڈ" ملا۔ ۲۵ جنوری ۱۹۸۴ء کو پٹنہ میں وفات پائی۔ مزید تفصیل کے لئے جرنل شمارہ ۱ ملاحظہ ہو۔

- **جناب سید شاہ محمد اسمٰعیل** (پ ۱۹۲۰ء) : مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے وائس پرنسپل اور ہر دلعزیز اُستاد۔ ۱۹۷۸ء میں رٹیائر ہو گئے۔ ۱۹۸۰ء سے خدا بخش لائبریری سے وابستہ ہیں۔

- **حافظ رضوان اللہ آروی** (پ ۱۹۵۹ء) : پٹنہ یونیورسٹی سے فارسی ادب میں ایم۔ اے۔

- **جناب ضیاء الدین اصلاحی** (پ ۱۹۳۰ تقریباً) : فاضل مدرسۃ الاصلاح سرائے میر اعظم گڈھ، دار المصنفین (شبلی اکیڈمی) اعظم گڈھ سے وابستہ ہیں۔

بقیہ کے لئے ملاحظہ ہو جرنل شمارہ ۱۲، ۲۰، اور ۲۱-۲۳

'دیوان رضا' قبل ازیں 'معاصر' پٹنہ ۱۹۵۶ء میں شائع ہوا تھا

دیوانِ رضا عظیم آبادی

قاضی عبدالودود

حرفے چند

قاضی صاحب کے کارناموں کو ان کی خواہش کے مطابق یکے بعد دیگرے پیش کرنے کا منصوبہ بن گیا جس میں اوّلیت مختصر/مستقل بالذات تحریروں کو دی جاتی تھی۔ ان میں بحیثیت محقق محمد حسین آزاد، عبدالحق اور غالب کا جائزہ تھا؛ کلام دلدار اور دیوان رضا عظیم آبادی کی تدوینیات تھیں؛ اور ایک منتخب مجموعہ "اثبات بہار" کی ترتیب تھی جس میں ان کی ہر نوع کی ایک تحریر شامل ہے۔ بحیثیت محقق محمد حسین آزاد والا جائزہ اور دیوان رضا کی تدوین، مکتبہ جامعہ کے لائق سربراہ شاہد صاحب کی جانسوزی سے جنوری میں قاضی صاحب کے ہاتھوں میں پہنچ چکی تھیں۔ اثبات بہار کی وہ صرف پہلی کاپی دیکھ پائے (کہ یہ ابھی کتابت کی منزلوں سے گزر رہی تھی)۔ رہے نام ذات حق کا! اور رہے نام حق کی جستجو کرنے والے اس بے لاگ محقق کا جس نے سچ کی تلاش میں، سچ سننے، سچ دیکھنے اور سچ کہنے کی ایک بار قسم کھائی تو موت تک اس کو نبھا دیا!! سچ، صرف سچ، اور سچ کے سوا کچھ بھی نہیں!!

عابد رضا بیدار

۱۵ فروری ۱۹۸۴ء

پیشگفتار

رضا تذکروں میں

رضا سے متعلق تذکروں نے جو غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں ان کا ازالہ تذکروں سے رضا کے تراجم پیش کیے بغیر نہیں ہو سکتا۔ تذکروں کے زمانۂ تصنیف کے بارے میں مقدمۂ دیوانِ جوشش میں جو کچھ لکھا گیا ہے ناظرین کے پیش نظر ہے تو بہتر ہے۔

(۱) تذکرۂ شورش عظیم آبادی: تذکرۂ شورش کے صرف ایک نسخے کا اس وقت تک پتا چلا ہے اور وہ کتب خانۂ بوڈلین آکسفورڈ میں ہے۔ اس کتب خانے کی فہرست میں اس کا سال تصنیف ۱۱۹۳ھ لکھا ہے، لیکن اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ اس کا سال آغاز اس سے پہلے ہے۔ ۱۱۹۳ھ کے بعد مصنف نے کچھ اضافہ کیا یا نہیں، اس کے متعلق فی الحال کچھ کہنے سے قاصر ہوں۔ میرے پاس اس تذکرے کے بعض اجزا کی نقل ہے، اس میں رضا کا حال نہیں، لیکن ۱۵ شعر ہیں اس کے علاوہ رضا کے کتنے شعر اس تذکرے میں ہیں اس کے متعلق مجھے کوئی علم نہیں۔ اشپرنگر نے رضا کے ترجمے میں تذکرۂ شورش کے حوالے صرف اتنا لکھا ہے کہ "جمال کے دادا (گرینڈ فادر) قاضی نور اللہ شوستری مصنف حقائق حق (کذا) و مجالس المؤمنین تھے" اشپرنگر نے جمال کے متعلق دوسرے تذکروں کے حوالے سے لکھا ہے کہ رضا کے والد تھے۔ جمال اور قاضی نور اللہ کے درمیان کئی پشتیں ہوں گی، لفظ گرینڈ فادر کا استعمال صحیح نہیں، نہ معلوم شورش نے کیا لکھا تھا جس کا اشپرنگر نے اس طرح ترجمہ کیا ہے۔ فہرست اشپرنگر میں جمال تخلص کے ایک شاعر کا ترجمہ الگ ہے:

"جمال، میر جمال الدین حسین پٹنوی (of Patna) نور اللہ خاں کے بیٹے (a son of) تھے جو اعلےٰ منصب دارانِ بادشاہی سے تھے (Held a high office)، تذکرۂ شورش" یہ جمال بہ ظاہر وہی میر جمال الدین حسین ہیں جو رضا کے والد تھے، لیکن یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ نور اللہ خاں سے قاضی نور اللہ شوستری مراد ہیں یا کوئی اور شخص۔ اگر قاضی صاحب مراد ہیں تو اشپرنگر نے (a son of) غالباً "از فرزندانِ" کا ترجمہ کیا ہے۔ اگر وہ مراد نہیں ہیں تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ جمال کے والد کا نام بھی نور اللہ تھا اور ان کا سلسلۂ نسب بھی اس نام کے ایک بزرگ تک پہنچتا تھا۔ اشپرنگر نے جمال کی ریختہ گوئی کا بہ صراحت ذکر نہیں کیا لیکن، تذکرۂ شورش میں ان کا ترجمہ ہونے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ ریختہ بھی کہتے ہوں گے اور ان کے اردو کلام کا نمونہ اس تذکرے میں ہوگا۔ جلال تخلص کے تحت اشپرنگر، جلال الدین حسین، برادرِ خرد کمال الدین حسین دہلوی کا ذکر کرتا ہے اور سرور صاحب عمدۃ المنتخبہ کے حوالے سے کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ وہ جمال الدین جمال سے جن کا ترجمہ تذکرۂ شورش میں ہے مختلف نہیں۔ سرور اور ذکا کے تذکرے تو پیش نظر نہیں، لیکن قاسم کا تذکرہ موجود ہے اس میں (جلد ا ص ۱۶۹) جلال الدین حسین، جلال برادر خرد کمال الدین حسین، کمال" کا ذکر ہے۔ اگر یہ کمال وہی ہیں جو قائم اور جرأت کے

شاگرد تھے۔ اور قاسم اور ذکا کے تذکروں میں اس نام اور تخلص کے کسی اور شخص کا ذکر نہیں تو اشپرنگر کا خیال کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

(۲) مسرت افزا سے فی الحال استفادہ ممکن نہیں، اس میں رضا کا حال ہو تو عجب نہیں۔

(۳) گلشن سخن کے دو نسخے ہیں ایک لکھنؤ میں، دوسرا رام پور میں۔ نسخۂ رام پور سے جناب عرشی رضا کا ترجمہ اور اشعار نقل کر کے بھیجے ہیں، میں اُن کا نہایت ممنون ہوں۔ "میر رضا عظیم آبادی، اسمش میر محمد رضا، ابن میر جمال الدین حسن (کذا)، از اقربائے میر حبیب اللہ مرحوم، نوشتنی سخن ست" (دو شعر) حسن کی جگہ حسین غالباً سہو کتابت ہے۔

(۴) گلزار ابراہیم: مقدمۂ دیوان جوشش میں لکھا گیا تھا کہ مصنف تذکرہ کی ننھیال عظیم آباد میں تھی "صحیح یہ ہے کہ علی ابراہیم خاں کے نانا مولوی نصیر شیخ پورہ کے رہنے والے تھے، اور ایران سے واپسی کے بعد عظیم آباد میں اقامت پذیر ہوئے تھے۔ سیر المتاخرین نول کشوری ص۶۱۱۔ گلزار ابراہیم جس زمانے میں لکھا جا رہا تھا مصنف کا قیام بنارس میں تھا اور اس زمانے میں مصنف گلشن سخن کا قیام بھی وہیں تھا (گلزار ترجمۂ مبتلا)۔ گلزار میں گلشن سخن کا ذکر نہیں آیا، لیکن گمان قوی ہے کہ یہ تذکرہ گلزار کے اختتام سے پہلے علی ابراہیم خاں کی نظر سے گزرا تھا۔ انھوں نے رضا کے متعلق لکھا ہے:

رضا تخلص عظیم آبادی، اسمش میر محمد رضا ابن میر جمال الدین حسین، جمال تخلص از قرابتیان میر حبیب اللہ مرحوم بود، از فیض صحبت سخن وران عظیم آباد راغب گفتن ریختہ گردیدہ۔ نوشتنی ست" (۲ شعر) علی ابراہیم خاں کا بیان گلشن سخن سے ماخوذ معلوم ہوتا ہے۔ گلزار میں رضا تخلص کے ایک نامعلوم الاسم شاعر کا بھی ذکر ہے جس کے بہت سے اشعار علی ابراہیم خاں کی نظر سے گزرے تھے۔ ایک شعر جو دیا ہے اُس کی زمین وہی ہے جو میر محمد رضا، رضا کی ایک غزل کی ہے:

ایک دم تو رضا کے پاس تو بیٹھ آج وہ اس جہاں سے اٹھتا ہے

(۵) تذکرۂ عشقی عظیم آبادی: مقدمۂ دیوان جوشش میں تذکرۂ عشقی کے زمانۂ تصنیف کے بارے میں جو کچھ لکھا گیا ہے اُس سے قطع نظر صحیح یہ ہے کہ اس کے زمانۂ تصنیف کے بارے میں صرف اس قدر کہا جا سکتا ہے کہ اس کی ابتدا ۱۲۰۳ھ میں یا اس سے قبل ہوئی تھی، اور اس بنا پر کہ اس میں بہ ظاہر کوئی واقعہ مرزا جان طپش کی وفات کے بعد کا درج نہیں اور طپش کی وفات بہ قول اشپرنگر ۱۲۲۱ھ سے قبل ہوئی ہے، تذکرۂ عشقی کا زمانۂ اختتام ۱۲۲۰ھ کے لگ بھگ ہے۔

رضا تخلص اسمش میر محمد تقی خلف سید جمال الدین حسین از فرزندان میر نور اللہ شوستری صاحب تصنیف احقاق الحق و مجالس المومنین از سادات کرام و نجبائے ذوالاحترام ست۔ در اوائل حال چندے بہ تحصیل رسائل علم صرف و نحو بعضے قواعد عروض و قوافی پرداختہ و استصلاح ایں فن از ... ضیا نمودہ مع ہذا شیوۂ شعر و سخن ذہن ... (کرم خوردہ) داشت۔ مدتے در شہر عظیم آباد طرح استقامت انداختہ بہ وسیلۂ ایں فن در شہر مرشد آباد در سرکار نواب مبارک الدولہ بہادر بہ کام دل گذرانیدہ ہماں جا وفات یافت" (اشعار ۲۰)۔ "در عظیم آباد طرح استقامت انداختہ" سے ظاہرا یہ مطلب نکلتا ہے کہ کسی دوسری جگہ سے عظیم آباد آئے، لیکن رضا کے عظیم آبادی ہونے کی اتنی شہادتیں ہیں کہ عشقی کا قول نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔ عشقی نے جو ۲۰ شعر رضا کے دیے ہیں اُن میں سے ایک یہ ہے جو

ــــــــــــــــ

ے یہاں پر کتاب کو ابھی حال میں کیڑوں نے خراب کر دیا ہے۔ "انداختہ" اور "وسیلۂ" بچے ہیں۔

" در اصل امین کا ہے اور گلزار ابراہیم میں امین کے نام درج ہے :

مرتے ہیں ہم تو تیرے لبِ آب دار پر　　　گر آبِ زندگی ہو تو ماریں ہیں دھار پر

(۶) تذکرۂ ہندی مصحفی و ریاض الفصحا : اشپرنگر نے تذکرۂ ہندی کے حوالے سے رضا کو سودا کا شاگرد لکھا ہے اور اُن کے دیوان کا ذکر کیا ہے، لیکن، تذکرۂ ہندی کے متعدد نسخے میری نظر سے گزرے ہیں، کسی میں رضا عظیم آبادی کا ترجمہ نہیں مصحفی نے مرزا محمد رضا رضا سودا کے صاحب دیوان شاگرد کا حال لکھا ہے، لیکن، وہ محمد رضا رضا عظیم آبادی سے مختلف ہیں۔ ریاض الفصحا میں بھی رضا عظیم آبادی کا ذکر نہیں۔

(۷) مجموعۂ نغز مصنفہ قاسم دہلوی جلد ا ص۲۰۳ : قاسم نے رضا تخلص کے ایک شاعر کے متعلق لکھا ہے : جوانے ست از دودمان واجب الاحترام، میر محمد علی نام کہ بہ میر پٹنوی اشتہار دارد۔ مے طالب علمے ست از سکنۂ بلدۂ لکھنؤ محبت آما از شاگردان ضیا کہ در صنعت کشتی و شمشیر بازی دستے دارد۔ در علم نا لکا جید و عروض و قافیہ مہارتے دارد" (تین شعر۔ ان میں سے ایک "نقش شیریں کا مٹے الخ" دیوان میں ہے (ص۳۰) اور دو ص۱۰ پر نقل ہو چکے ہیں۔ ان دونوں میں سے ایک تذکرۂ عشقی میں ہے (تیسرا شعر اور دوسرا شعر ایک ہی زمین میں ہے) قاسم نے محمدی کی جگہ غلطی سے محمد علی لکھ دیا، یہ در اصل محمد رضا رضا عظیم آبادی ہی ہیں

(۸) عیار الشعرا[ع] : خوب چند ذکا کے تذکرۂ عیار الشعرا کا مکمل نسخہ لندن میں ہے اس سے اس وقت کوئی مدد نہیں لی جاسکتی۔ پٹنہ کا نسخہ نسبۃً مختصر ہے، ممکن ہے کہ اس میں رضا کا حال ہو، لیکن، بعض اسباب سے فی الحال اس سے بھی استفادہ نہیں کیا جا سکتا۔ اشپرنگر لکھتا ہے کہ اس تذکرے میں دو شاعر ہیں، ایک مرزا محمد رضا لکھنوی شاگرد سودا، صاحب دیوانِ مختصر اور میر محمد رضا شوستری معروف بہ میر محمد پٹنوی، متوطن پٹنہ مقیم لکھنؤ و شاگرد ضیا، میر محمدی کی جگہ میر محمد غالباً طباعت کی غلطی ہے۔ دتاسی نے (جلد ۲ ص۵۹۴) میر محمد علی رضا کے تحت لکھا ہے کہ ذکا ذاتی طور پر انھیں جانتا تھا۔ دتاسی کی نظر سے یہ تذکرہ نہیں گزرا تھا، اس کے متعلق اس کی معلومات فہرست اشپرنگر سے ماخوذ تھیں۔ فہرست اشپرنگر میں ذکا کی ذاتی واقفیت کا ذکر نہیں۔ دتاسی نے جو بات اشپرنگر نے غالباً میرزا جیوں، رضا دہلوی کے متعلق لکھی تھی وہ محمد علی رضا کی نسبت بیان کر دی۔

(۹) نشترِ عشق مصنفہ عاشقی عظیم آبادی : عاشقی بارھویں صدی ہجری کے آخری عشرے میں عظیم آباد میں پیدا ہوئے نشترِ عشق جو فارسی گو شاعروں کا تذکرہ ہے، تیرھویں صدی کے چوتھے عشرے میں تمام ہوا ہے۔ اس کے متعدد قلمی نسخے موجود ہیں۔ ایک نسخہ دو ضخیم جلدوں میں کتب خانۂ مشرقیہ بانکی پور میں ہے "میر محمد رضا رضا مشہور بہ میر محمدی عظیم آبادی در بدو حال صرف و نحو فارسی تحصیل نمودہ رغبت بہ انشائے نظم ریختہ پیدا کردہ اصلاح از ... ضیا ... می گرفت و بہ طرز شعرائے حال ریختہ خوب می گفت و پس از ایام چند پارۂ فقہ و حدیث حاصل نمودہ بہ مرشد آباد توبہ فرمودہ سکونت گرفت و بہ کمال زہد و ورع و اتقا و پرہیزگاری می زیست و بہ نہایت استغنا و بے اعتنائی

عہ میرے پاس اس کا خلاصہ ہے، لیکن بدقسمتی سے اس کے ابتدائی اجزا ضائع ہو گئے ہیں۔

از امرا و روسائے آں دیار ملاقات می کرد و کم تر از خانۂ خود برمی آمد و اکثر بہ درس و تدریس اشتغال می داشت آخر حال توجہ بہ نظم فارسی گماشتہ از علوِ طبیعت و استعدادِ علمی خیلے خوش تلاش برآمد۔ غزل را بہ طرز صاف دلچسپ می گفت و از حلم و اخلاق یاران را بسیار بہ عجز و فروتنی ملاقات می کرد۔ در ۱۲۱۶ھ راقم حروف از وطن مالوف خود برآمدہ در بنارس استقامت داشت کہ آں سید عالی نسب ہم بہ عزمِ حصول استفادہ ملازمت۔۔ باعث فخر ہندوستان، مجتہد زمان حضرت مولانا دلدار علی صاحب مدظلہ العالی از بنگالہ بہ بنارس رسید و دو سہ روز بہ مکان میر علی ناظر عدالت شہر مذکور قیام داشتہ روانۂ لکھنؤ شد، چناں چہ راقم را ہم بہ مکان میر علی مرحوم از آں سید عالی نژاد اتفاق ملاقات افتادہ۔ در آں اوان سنِ شریفش قریب بہ پنجاہ و سہ خواہد بود۔ آخر در ہمان سال بعد از مراجعت لکھنؤ بہ مرشد آباد رسیدہ بہ گل گشت روضۂ رضوان شتافت۔ راقم گوید قطعہ:

بود سید با مذاق و خوش کلام و خوش خیال	سوئے جنت رفت ناگہ شاد از حکم قضا
سنِ تاریخش کسے پرسید چوں از عاشقی	خاطرش در خوں تپید و گفت "افسوس از رضا"

ایں مطلع از آں مہر سپہر سیادت و جلالت ست" (صرف ایک شعر فارسی)

(۱۰) گلشن بے خار نول کشوری ۱۸۷۴ء: اس تذکرے میں میر محمد رضا 'رضا' کے بارے میں لکھا ہے: "از ساکنانِ عظیم آباد است پرتوے از میر ضیا یافتہ' و در عنفوان جوانی بہ ورع و زہد گرائیدہ" ایک شعر دیا ہے: اس کا کچھ انجام الخ دیوان ص۱۱۱ میر محمدی 'رضا' کی جداگانہ ہستی تسلیم کرتے ہوئے ان کے متعلق لکھا ہے: "سیدے ست از لکھنؤ و از تلامذۂ میر ضیا ست" ایک شعر: نقش شیریں الخ دیوان ص۱۰۰۔ عنفوان جوانی میں زہد و ورع کی طرف میلان کا ذکر نہ معلوم شیفتہ نے کس تذکرے میں دیکھا۔ اشپرنگر لکھتا ہے کہ شیفتہ نے رضا تخلص کے دو شاعروں کا ذکر کیا ہے۔ پٹنہ کے میر محمد شاگرد ضیا اور لکھنؤ کے میر محمدی شاگرد ضیا۔ گلشن بے خار کے مطبوعہ نسخے میں میر محمد نہیں میر محمد رضا ہے۔

تاریخ ادبیات ہندی و ہندستانی مصنفہ دتاسی جلد ۲: ص۵۸۲ "رضا (میر محمد یا محمدی) بہ قول عشقی عظیم آبادی ...... رضا کو لوگ بے تکلفی میں 'میر پٹنوی' امیر پٹنہ کہتے تھے۔ ان کا قیام لکھنؤ میں رہا تھا (حاشیے میں لکھا ہے کہ انھیں رضا لکھنوی سے مختلف سمجھنا چاہیے) مگر ان کی وفات مرشد آباد میں ہوئی۔ رضا اور عظیم آباد کے ممتاز ترین ادیبوں میں جو دوستانہ ربط تھا اس نے ان میں شاعری کا ذوق پیدا کیا؛ اور یہ۔۔ سودا کے شاگرد ہوئے۔ رضا طرز جدید میں ہندوستانی شعر کہتے تھے، اور ان کے اشعار دیوان کی شکل میں مرتب ہیں۔ علی ابراہیم

[1] یوں کہ لفظ پٹنوی ممکن تھا کہ پڑھنے والوں کی سمجھ میں نہ آئے، دتاسی نے اس کی تشریح کر دی ہے۔ میر کی جگہ امیر لکھنا غلط ہے۔ اس سے مفہوم بدل جاتا ہے۔ میر پٹنوی میں میر سے سید مراد ہے۔ [2] اس عبارت کا ماخذ گلزار کے سوا کوئی اور تذکرہ نہیں ہو سکتا، لیکن، دتاسی نے ممتاز ترین اپنی طرف سے بڑھا دیا ہے۔ [3] مرزا محمد رضا 'رضا لکھنوی' سودا کے شاگرد تھے، دتاسی نے دھوکا کھایا ہے۔ [5] معلوم نہیں کہ یہ اطلاع کہاں ملی۔ اور طرز جدید سے اس کا کیا مطلب ہے۔

اور مصحفی نے ان کے متعدد شعر نقل کیے ہیں ذیل میں ایک نظم (Piece de vers) کا ترجمہ ہے جو مینی زائن کے یہاں ہے" [پانچ شعروں کا ترجمہ دیا ہے۔ یہ اشعار چمن بے نظیر (مطبوعہ مطبع مفید عام لاہور ۱۳۲۰) میں موجود ہیں، مصنف کا تخلص دیا ہے، نام اور وطن نہیں دیا:

جب شکر لب نے مرے لب سے سنائی گالی — مجھے میٹھی لگی خوش ہو کے میں کھائی گالی
کیا حلاوت تھی تری گالی میں اللہ اللہ — قند و مصری سے مگر تھی یہ بنائی گالی
چھیڑ کے تیرے تئیں ایسے ہی ہم کھاتے ہیں — عاشقوں کو تو ہے یہ دودھ ملائی گالی
ترش رو ہو کے شکر لب جو مجھے دیتا ہے — وصف رکھتی ہے کھٹائی میں مٹھائی گالی

اے رضا تیری زباں تو ہے نپٹ شیر و شکر — یہ نئی طرح کی اب تو نے بنائی گالی]

چمن بے نظیر میں رضا کے نام (شاعر کا نام اور وطن درج نہیں) کئی غزلیں اور ملتی ہیں، ان کے اشعار کی مجموعی تعداد ۱۶ ہے۔ دتاسی نے جس غزل کا ترجمہ دیا ہے یا اس مجموعے کی اور کوئی غزل میرے نزدیک رضا عظیم آبادی کی نہیں اس لیے میں نے ان غزلوں کو دیوان میں شامل نہیں کیا۔ چمن بے نظیر کی غزلوں کے مطلع یہ ہیں:

تم نے کچھ قدر مری آہ نہ جانی افسوس ٥ شعر قدردانی سے کوئی بات نہ مانی افسوس صـ۱۰۸
تمھاری مجھ سے تھی اے بے وفا شرط ٦ شعر مرے دل کی تو کیا لایا بجا شرط صـ۱۰۹
خواہ نزدیک رکھو خواہ رکھو دور ہمیں ٥ شعر دیکھنا ایک نظر تم کو ہے منظور ہمیں صـ۱۱۰]

صـ۱۰۵: "رضا (میر محمد علی) لکھنؤ کے ایک سید کے بیٹے اور ضیا کے شاگرد شعریات عرب میں اپنی مہارت کے لیے مشہور تھے۔ اس مہارت سے انھوں نے کام بھی لیا ہے، چناں چہ وہ بہ قول قاسم ممتاز ترین شعرائے ریختہ میں شمار ہوتے ہیں، اور دوسری چیزوں کے علاوہ انھوں نے ایک مثنوی بھی لکھی ہے۔ ذکا انھیں ذاتی طور پر جانتے تھے۔ انھیں لوگ اکثر میر محمدی بھی کہتے ہیں۔ (حاشیے میں ہے کہ شیفتہ اور کریم میر محمدی کا الگ ذکر کرتے ہیں لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں)۔ یہ علی گڑھ میں عدالت کے ناظر تھے۔

ھ رضا عظیم آبادی کے دیوان کا کہیں ذکر نہیں لیکن تذکروں میں رضا لکھنوی تلمیذ سودا کے دیوان کا ذکر ہے۔ ھ مینی زائن کے دیوان جہاں کا ایک نسخہ لندن اور ایک کلکتہ میں ہے، جنگ کی وجہ سے ان سے استفادہ ممکن نہیں۔ مینی زائن غیر محتاط مصنف اور دتاسی بھی بہت بے پروا ہے۔ خبر نہیں دراصل یہ اشعار مینی زائن نے کس رضا کی طرف منسوب کیے ہیں ھ قاسم نے محمد علی رضا کے کلام کے متعلق مطلقاً کوئی رائے ظاہر نہیں کی ھ مرزا علی رضا، رضا شاگرد سرب سکھ دیوانہ نے مثنوی لکھی تھی۔ محمد رضا، رضا یا محمد علی، رضا کی مثنوی کا ذکر کسی تذکرے میں نہیں، مرزا علی رضا، رضا کا حال تذکرۂ میر حسن اور گلزار ابراہیم میں ہے ھ یہ بات ذکا نے غالباً میر جیون، رضا دہلوی کے متعلق لکھی ہوگی ھ عدالت 'La cour de justice' معلوم نہیں میر محمدی یا میر محمد علی رضا کا ناظر عدالت ہونا دتاسی نے کہاں سے لیا۔ میر محمد علی رضا، رضا اور میر محمد رضا رضا اور میر محمدی رضا ب

(۱۲) سخن شعرا نساخ ۱۸۵ : نساخ نے میر محمد رضا لکھنوی شاگرد ضیا اور میر محمد رضا عظیم آبادی شاگرد ضیا کا الگ الگ ذکر کیا ہے۔ ایک ایک شعر جو دونوں کی طرف منسوب کیا ہے دیوانِ رضا میں پایا جاتا ہے۔

حالات زندگی

میر محمد رضا، معروف بہ میر محمدی عظیم آباد کے رہنے والے تھے اور ۱۱۶۳ھ[۱] کے لگ بھگ پیدا ہوئے۔ ان کے والد میر جلال الدین حسین جمال بھی شاعر تھے، ان کے والد کا نام نور اللہ خاں تھا[۲] اور وہ عہدِ اکبری و جہاں گیر کے مشہور فاضل قاضی نور اللہ شوستری کی اولاد سے تھے۔ قاضی نور اللہ شوستری ساداتِ حسینی سے تھے چناں چہ خود فرماتے ہیں[۳]:

دارائے دہر سبطِ رسولم بود پدر　　　بانوئے شہر دختر کسریٰ ست مادرم

"صرف و نحو" اور "فارسی" کی تحصیل کے بعد[۴] "سخن وران عظیم آباد" کے فیضِ صحبت سے ریختہ گوئی کا شوق پیدا ہوا اور رضا تخلص اختیار کیا، سالِ ولادت جو اوپر لکھا گیا ہے غلط نہیں تو ان کی شعر گوئی کا آغاز ۱۱۸۰ھ[۶] کے لگ بھگ ہوا ہوگا۔ اُس وقت عظیم آباد میں فغاں اور عشق جوشش اور دل وغیرہ موجود تھے، لیکن رضا نے[۵] میر ضیاء الدین ضیا دہلوی کو اپنا استاد بنایا۔ شعر گوئی کے آغاز کے بعد تعلیم کا سلسلہ جاری رہا، اور بہ قول عاشقی "پارۂ فقہ و حدیث حاصل نمودہ"۔ کسی تذکرہ نگار نے تعلیم کے لیے ان کے لکھنؤ جانے کا ذکر نہیں کیا لیکن وہ تذکرہ نگار جو ان کے مرشد آباد کے قیام سے ناواقف ہیں، ان کا عرف میر مُنّوی بتاتے ہیں اور ان کی سکونتِ لکھنؤ کا ذکر کرتے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ دینیات کی تکمیل کے لیے لکھنؤ گئے ہوں گے اور وہیں میر مُنّوی کے نام سے مشہور ہوئے ہوں گے۔ بنگالہ سے ان کا قدیم تعلق تھا، تذکرہ نگاروں نے انھیں "از اقربائے میر حبیب اللہ" لکھا ہے۔ مبارک الدولہ کے زمانے میں (۱۱۸۳ھ تا ۱۲۰۸ھ) یہ مرشد آباد گئے اور عشق کے قول کے مطابق "بہ وسیلۂ ایں فن (یعنی فنِ شاعری) بہ سرکار نواب مبارک الدولہ بہادر بہ کامِ دل گذرانیدہ" خود ضیا بنگالے سے شاید خوش نہ تھے، دیوان میں یہ شعر پایا جاتا ہے:

کہاں بنگالہ اور کہاں میں رضا　　　بس نہیں چلتا آب و دانے سے　ص ۶۶

۱۔ اگر عمر کے متعلق عاشقی کا بیان صحیح ہے۔ ۲۔ اس کے متعلق "تذکرۂ شورش" کی طرف رجوع کیے بغیر کوئی بات قطعی طور پر نہیں کہی جا سکتی۔
۳۔ ریاض الشعرا والہ نسخۂ کتب خانۂ مشرقیہ۔ ۴۔ عاشقی۔ اس کے متعلق عشقی کا قول بھی ملاحظہ ہو۔ ۵۔ دیوان رضا میں بہت سے شعر ہیں جن سے پتا چلتا ہے کہ رضا ضیا کے عقیدت مند شاگرد تھے۔ ایک شعر یہ ہے:

رضا استاد ہے لیکن ضیا سے اس کو کیا نسبت　　　خدا کو پہلے پہنچے تب مرے استاد کو پہنچے　ص ۸

۶۔ عموماً شعر گوئی کا آغاز عنفوانِ شباب میں ہوتا ہے، اس لیے میں نے عاشقی کے اس قول کو کہ تعلیم کی تکمیل سے قبل ہی رضا نے شعر کہنا شروع کر دیا تھا قبول کر لیا ہے۔ گلشنِ سخن اور گلزارِ ابراہیم کے مصنفین نے جو انھیں نو مشق لکھا ہے وہ اس بنا پر ہوگا کہ انھیں اسی طرح اطلاع ملی ہوگی۔

عاشقی کا بیان ہو کہ: "بہ کمال زہد و ورع و اتقا و پرہیزگاری می زیست و بہ نہایتِ استغنا و بے اعتنائی از امرا و رؤسائے آں دیار (یعنی مرشد آباد) ملاقات می کرد و کم تر از خانۂ خود بری آمد و اکثر بہ درس و تدریس اشتغال داشت" بہ خوبی ممکن ہے کہ ابتدا میں دربار سے تعلق رہا ہو اور بعد کو وہ حال رہا ہو جس کا عاشقی نے ذکر کیا ہے۔ رضا کے ایک شعر سے کسی حد تک عشقی کے قول کی تائید ہوتی ہے:

یہ غزل خدمت نواب کی ہے میر رضا	اور اک دوسری کہہ دیجیے ہم کاروں کو

فارسی گوئی کی طرف انھیں آخر میں توجہ ہوئی عاشقی نے لکھا ہے کہ "از علوِ طبیعت و استعداد علمی خیلے خوش تلاش برآمد" ۱۲۱۶ھ میں مشہور شیعی عالم دلدار علی مرحوم سے ملنے کے لیے لکھنؤ جا رہے تھے کہ بنارس میں دو تین دن میر علی، ناظر عدالتِ بنارس کے مکان پر ٹھہر گئے، اور وہیں عاشقی کو ان سے ملنے کا موقع ملا۔ اسی سال لکھنؤ سے مرشد آباد واپس جانے کے بعد ان کا انتقال ہوا۔

ان کی تحصیل علم کے متعلق جو تفاصیل تذکرۂ عشقی اور نشترِ عشق میں ہیں اُن کے بعد ان کی عربی دانی میں شبہہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہتی۔ صرف و نحو سے عربی کی صرف و نحو مراد ہے، اور فقہ و حدیث اس زمانے میں عربی کے سوا کسی دوسری زبان میں شاید ہی کہیں پڑھائی جاتی ہو۔ عشقی نے "قواعد ضروریۂ عروض و قافیہ" کی تحصیل کا ذکر کیا ہے، قاسم کہتا ہے کہ علم نا؟کا جید در عروض و قافیہ" میں مہارت تھی۔ اگر ناٹکا جید میں مہارت تھی تو برج بھاشا سے بھی واقف ہوں گے۔ قاسم کے بیان کے مطابق "صنعت کشتی و شمشیر بازی" میں بھی دست گاہ تھی۔ ان کی عادات و اطوار کی کسی نے برائی نہیں کی، عاشقی نے ان کی مرشد آبادی زندگی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ اوپر گزر چکا ہے۔ شیفتہ کا قول ہے کہ "عنفوان جوانی" سے ہی "زہد و ورع" کی طرف مائل تھے۔

ان کی اولاد کا ذکر کسی تذکرے میں نہیں، لیکن عشقی کے یہاں ایک شاگرد کا حال ملتا ہے: "جعفر و جعفری تخلص اسمش مرزا جعفر پسر کہتر فائز علی خاں جوانے ... رند مشرب از غزل سرایانِ عظیم آباد ست۔ در اوائل مشق ... اشعار خود از نظر میر محمدی 'رضا' ... می گذرانید، چناں چہ بہ فیضِ صحبت میر مرقوم بر بعضے قواعد ضروریۂ علم عروض و قوافی ماہر گردید ..." عشقی نے جو اشعار دیے ہیں اُن میں سے ۳ نقل کیے جاتے ہیں:

تمنائے قدم بوسی میں آنسو بہہ چلے یاں تک	کہ بہتے بہتے موجِ اشک میں بہا پہنچے ہم واں تک
یوں کسوتِ صورت میں نہاں تو ہے عیاں ہم	جوں پردۂ معنی میں عیاں تو ہے نہاں ہم
یارب بتوں کے دل میں کوئی راہ کیا کرے	پتھر میں کچھ کرے ہے اثر آہ کیا کرے

تصانیف

فارسی کلام: فارسی کلام مدوّن تھا یا نہیں، اس کے متعلق مجھے کچھ علم نہیں۔ کتب خانۂ مشرقیہ بانکی پور کی مطبوعہ فہرست جلد ۳ میں کتاب ۳۲۹ کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ رضا عظیم آبادی کا دیوان ہے۔ اس کتاب میں مصنف کا نام مرقوم نہیں۔ مقطعوں میں البتہ رضا تخلص ہے۔ فہرست نگار نے اپنی رائے اس بنا پر قائم کی ہے کہ اس دیوان میں رضا کے مخمس قتیل کی

غزلوں پر ہیں۔ جس زمانے میں میں نے اس دیوان کو محض سرسری طور پر دیکھا تا۔ فہرست نگار کی رائے سے اختلاف کی کوئی وجہ نہیں پاتا تھا۔ ابکے اسے غور سے پڑھنے کا اتفاق ہوا تو ردیف ت میں یہ بیت ملی :

از شفائی بہر دگوے سخن گوئی ما — بلگرامی ست رضا گرچہ صفاہانی نیست

سید محمد رضا' رضا بلگرامی شاگرد مصحفی وقتیل (بہ روایتِ صفیر بلگرامی) غدر سے دو برس قبل تک زندہ تھے، یہ دیوان انھیں کا ہے۔ صفیر نے جلوۂ خضر جلد اول میں (ص۱۶۲ و ص۱۹۶) میں ان کے فارسی دیوان کا ذکر بھی کیا ہے۔ نشترِ عشق میں رضا عظیم آبادی کا صرف ایک شعر دیا ہے وہ اس دیوان میں نہیں :

"کشتن چہ لازم ست بہ ایں خشم وکیں مرا — از ناز چوں نہ می کشی اے نازنیں مرا"

دیوانِ اردو : ہندوستانی تذکرہ نگاروں نے رضا کے دیوان اردو کا ذکر نہیں کیا، لیکن اس کے دو نسخے ن اور ن۲ جو سید وکیل احمد صاحب (بہار شریف) کی ملک ہیں اور انھیں نواح مرشد آباد کے کسی کتب خانے سے دست یاب ہوئے ہیں، اس وقت پیش نظر ہیں۔ دونوں کی تقطیع ایک ہے (تقطیع ۱۰×۶½ انچ) اور دونوں کسی زمانے میں بعض اور کتابوں کے ساتھ ایک ہی جلد میں تھے۔ ن کے آخری اوراق ضائع ہو گئے ہیں۔ اوراق موجودہ کی تعداد ۶۰ ہے۔ کسی صفحے میں پندرہ کسی میں سولہ اور کسی میں سترہ سطریں ہیں۔ ن جا بجا سے کرم خوردہ ہے اور اس کا کاتب بدخط اور کم سواد ہے۔ کاتب اور زمانۂ کتابت کے متعلق اس میں اگر کچھ ہوگا تو وہ ضائع ہو گیا۔ میری رائے میں ن۲ اس کی نقل ہے۔ اگر یہ رائے صحیح ہے تو اس کا زمانۂ کتابت جمادی الآخری ۱۲۲۵ فصلی سے قبل ہے۔ ن۲ کے اول و آخر کے اوراق موجود ہیں لیکن درمیان سے بہت سے اوراق غائب ہیں۔ موجودہ اوراق کی تعداد ۲۹ ہے اور مسطرہ ۱۵ سطروں کا ہے۔ اس کے کاتب کا خط بہتر ہے لیکن غلط نویسی میں یہ کاتب ن کا بھی استاد ہے۔ خاتمہ حسب ذیل ہے: "تمام شد ہذہ الکتاب دیوان میر رضا بخط خام بے سرانجام شیخ حفیظ اللہ بہ پاس خاطر کلب علی خاں صاحب تعالیٰ اللہ عمرہ۔ بہ تاریخ بست پنجم شہر جمیدالثانی (کذا) ۱۲۲۵ فصلی کلمی شد۔" دیوان مطبوعہ میں ن اور ن۲ سے ۱۰۵۶ شعر لیے گئے ہیں۔ اگر میرا یہ خیال صحیح ہے کہ ن۲ ن کی نقل ہے تو اس بنا پر کہ ن کے آخری اجزا جو ضائع ہو گئے ہیں ن۲ میں موجود ہیں، یہ کہا جا سکتا ہے کہ کاتب ن۲ نے نقل کرنے میں سہواً جو اشعار چھوڑ دیے ہوں ان سے قطع نظر ن مکمل موجود ہے۔ اپنی اصلی شکل میں بھی یہ نسخہ رضا کے کل کلام پر حاوی نہ تھا، اس لیے کہ تذکروں میں ۲۵ شعر ایسے ملتے ہیں جو ن یا ن۲ میں نہیں اور ان میں سے بیش تر کا شمار رضا کے منتخب اشعار میں ہے۔ دیوان مطبوعہ کی ترتیب اور قلمی نسخوں کی ترتیب میں بہت کم فرق ہے۔ غزل ۱۱۲ ن میں غزل ۱۰۹ کے بعد اور ۱۱۰ اور ۱۱۱ سے قبل ہے۔ غزل ۲۴۹ ن میں ردیف د ہی میں ہے۔ دونوں کا املا رضا کے زمانے میں "دو نو" بھی تھا۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ بعض شعروں کی ترتیب نقل کرنے میں نادانستہ بدل گئی ہو۔

---

[1] جہاں تک مجھے یاد ہے پروفیسر براؤن نے اپنی فہرست میں لکھا ہے کہ رضا تخلص کے ایک دنائیا اردو گو شاعر کا دیوان کنیمبرج کالج کیمبرج کے کتب خانے میں موجود ہے۔ یہ دیوان میری نظر سے نہیں گزرا۔

املا اور زبان

املا کے جو اصول دیوان جوشش کی ترتیب کے وقت پیش نظر تھے، دیوان رضا کی ترتیب میں بھی اُن کی پابندی کی گئی ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ فارسی کے بہت سے الفاظ جو پہلے غالب کی تقلید میں ز سے لکھے گئے تھے، دیوان رضا میں ذ کے ساتھ ملیں گے۔

رضا کی زبان وہی ہے جو اُن کے دہلوی ہم عصروں کی ہے۔ بہار و بنگالہ کا اثر ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتا۔ رضا عربی داں تھے اور بہ قول عاشقی "درس و تدریس" کا شغل رکھتے تھے، لیکن ان کی زبان اہل مدرسہ کی زبان نہیں۔ کوئی ایسا عربی لفظ جس سے اردو بولنے والے مانوس نہ ہوں، انھوں نے استعمال نہیں کیا۔ عربی فقرے بھی ایک آدھ جگہ سے زیادہ ان کے دیوان میں نہیں آئے؛ اور عربی الفاظ کو انھوں نے اسی طرح برتا ہے جس طرح وہ ہندوستان میں مستعمل تھے: فارسی مادّوں سے عربی سانچوں میں جو لفظ ڈھالے گئے ہیں اُن میں بھی بعض ان کے یہاں ملیں گے۔ مثالیں ملاحظہ ہوں: الکاظمین الغیظ ۲۶۱، سبحی ۹۳[۱] (جس موقع پر عموماً بیچ استعمال ہوتا ہے رضا نے یہی لکھا ہے) حشر ۸۰ اور ۱۶۲ (بہ سکون ش چاہیے۔ حشر رضا کے کسی ہم عصر کے یہاں میری نظر سے نہیں گزرا) مؤثر ۳۴۴ (مؤثّر بہ تشدید ث چاہیے۔ جوشش کے یہاں مؤثر بغیر تشدید ملتا ہے) تظلّم ۸۲ (ظلم کے معنی میں اہل ایران استعمال نہیں کرتے۔ سودا، ضیا، حسن، نصیر وغیرہ نے البتہ اسے ظلم کا مرادف قرار دیا ہے) مزیب ۱۹۱ (زیب سے اہل ایران نے بنایا ہے۔)

فارسیت بھی رضا کے یہاں ان کے اکثر معاصرین کے مقابلے میں کم ہے۔ (۱) نامانوس الفاظ بہت کم ہیں ممکن ہے کہ اہل اردو خلاغ ۱۳۰ (بہ شرط خلاغ ہے)، دستائی ۱۰۲، مژدگانی ۱۰۰ کو نامانوس قرار دیں (۲) بعض الفاظ میں خود تصرف کیا ہے یا دوسروں کے تصرفات کو قبول کیا ہے: اچار ۴۰ (صحیح ناچار ہے) زرہ پوش ۳۰۰ (زرہ چاہیے)، دوانا (۳) فارسی لفظوں میں اردو کی یاے تانیث: سبزی[۲] ۹۳، دوانی ۲۲۵، مستانی ۲۱۱ (۴) فارسی اور عربی مادّوں سے جو مصادر اردو والوں نے بنائے ہیں انھیں استعمال کیا ہے: لرزنا ۳۰ (لرزنا چاہیے)، بدلنا، بخشنا، فرمانا، گزرنا، آزمانا (۵) عربی، فارسی اور ہندوستانی الفاظ کی ترکیب: بے چین ۵، دل جلا ۲۴، ایک بارگی ۱۱۰، خانہ ملا ۱۹۱، دیوانہ پن ۴۲، طوفان بھرے ۲۱۹، ارمان بھرے۔ (۶) فارسی، عربی یا ہندوستانی کے دو لفظوں سے جو ہم معنی یا قریب المعنی ہیں، بیچ میں واو عطف لائے بغیر مرکبات بنا لیتے ہیں، اور اس سے معنی میں کوئی تغیر مقصود نہیں ہوتا: تن بدن ۵۰، گلی کوچہ، راہ باٹ ۱۱۲، بود باش ۲۶۳ (۷) الف ندا: قاصدا ۱۸۱ ساقیا ۹۰، واعظا ۱۰۵ ناصحا ۱۹۰ (۸) واو عطف: "ایمن کی تھی نہ وادی و نہ نخل طور تھا" کیا دیر و کیا حرم ۵، نام و نشان ۱۶ (۹) اعلان ن: شہر و ویرانے ۹۰، آب و دانے ۳۰۴، زخم و داغوں ۴۶، پان و مسی ۱۵۱، نیش و نشتر ۱۲، رات و دن ۴۴۲ (ان دونوں میں کتابت کی غلطی بھی ممکن ہے۔ دو فارسی لفظوں کے درمیان کبھی واو عطف نہیں بھی لاتے: دل جگر ۱۷۱ (۹)

---

۱ اگر ایک عدد ہے تو یہ سمجھنا چاہیے کہ اسی غزل کا شمار مراد ہے۔ اگر دو، تو اوپر غزل کا اور نیچے شعر کا شمار ہے۔ ۲ ذ سے مرد و مذکر، اور ث سے مؤنث ہے ۳ اس میں یاے مصدری بھی ہو سکتی ہے۔

فارسی حروف جار ربط وغیرہ سودا و میر کے مقابلے میں بہت کم استعمال کیے ہیں: تا مجھے انتظار ہیں مارے ۵۵، تا حشر ۱۰۹، داغ بر بالائے داغ ۱۵۲، خانہ بہ خانہ ۱۰۸، در بہ در، تا کجا ۲۲۹ در پئے آزار ۲۹۲، بہ سان شمع ۳۰۲، بہر امتحان ۴۹۶، کو بہ کو ۱۷۸۔ (۱۰) فارسی کی تقلید میں فعل وغیرہ کی صفت اس طرح لاتے ہیں کہ حروف، ربط وغیرہ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اس کی مثالیں ان کے یہاں زیادہ نہیں۔ جہاں اُردو کے روزمرے میں علامت اضافت کا یا کی استعمال ہوتا ہے محض کسرۂ اضافت سے کام لیتے ہیں، یا کہیں یہ بھی نہیں ہوتا روزمرۂ اُردو کے خلاف فارسی کی تقلید کی اور صورتیں بھی ہیں، لیکن یہ سب رضا کے معاصرین کے یہاں رائج ہیں: محروم عالم کا ۲، قیامت شورہ پڑے گا ۴۴، عشوہ گری کا شرمندہ (شرمندۂ عشوہ گری) نالہ تن پر کرنا ہے ۱۱۱ (برتن کا ترجمہ)، فخر صفائے صبح کرنا دم دیر دیر آتا ہے ۱۴۷، حیات آرزو کریں ۱۹۳، دم قفلی کیا تمنا کریں، پامالِ عندلیب ۲۶۹، ہم دیر واقف ہوئے ۳۲۱ (۱۱) فارسی محاوروں اور روزمرّوں کے تراجم اغلاط لیکن، جو ان کے عہد میں رائج تھے اُن میں سے زیادہ تر ایسے جو بہت عام تھے ان کے یہاں ملتے ہیں: کسی سے برنہ آنا ۸۹، منزلف کو شانہ کرنا ۲، شیوہ لینا ۱، مجھے امتحان کیا ۲، آشیاں کرنا ۲، سبق روشن ہونا ۸، برا قتادہ ہونا ۹۸، کسی سے صحبت برآر ہونا ۲۵۲، برباد دینا ۲۶۸ (اور مثالیں دوسری جگہ ملیں گی)

__فارسی اور عربی کے مفردات و مرکبات:__ اس عنوان کے تحت فارسی او عربی کے مفردات و مرکبات اکٹھا کر دیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں موقعِ استعمال دکھانے کے لیے ان کے ساتھ جو ہندوستانی الفاظ مستعمل ہوتے ہیں وہ بھی دیے گئے ہیں:

اظہار خلق، جوشِ تنور، مسجود، خباب احمدی بے سائگی، کاشانہ، سکتہ، رکاب عالی میں، ضبطِ نفس، خوں گرفتہ، معجزہ زور ہے (زور بلانوش تھا)، خورشید کا صفحہ، قضیا (صحیح قضیہ)، نا ترس، رقیب خانہ برانداز، بے رحمات ماتم خانہ، خوش و خرم، لب جاں بخش، نگہبان، پرستش، گریہ تاں ۲۴۸، یار خدا یالال ۴۹، مضطر ۳۲، حباب اسا، نو مشق، بلاکش ۲۴، سر زلف کار نمایاں، فروزاں، نامراد، دغا بیگانہ ۵۲، گوار (گوارا) جائے رقت، بوالہوس، صرف زباں ۵۶، جائے باش، خوش آشیاں، فروغ شمع بزم نکتہ دانی، فکر نگفین (بہ اعلانِ ن)، لیاقت، دشت پیمائے جنوں، ناخوشی دوست، نالۂ آتش فگن، عشق رسوا، ستارہ سوختہ، باد صف سوزباں کے ۱۶۱، دلکین، حرف بہ گویاں، صراط تریاقی، زیاد، اہل معنی، مقرر ۶، میراث ۶۹۹؟ بہ جہاں پرور، اک وضع سے، خشکی طالع، ہمّن، روز افزوں، عشق شور افزا، چشم سخن گو، صاحب جگری، ظرف اطراف، آہ سحری دیدہ وری، سوختہ موزونوں (شاعروں) ذرہ سی بات پر ذرا بھی ملتا ہے ۲۷، اس معاملے میں، بدمزگی، خاطر گرفتہ، خبث ۶، ایچنی، ماشورا، ماوزرا (داغ دل کی صفت)، اگر بنیا، آئینہ سیما، شور افگن، شارع نگر ۶۹/۲، خانۂ دل حبیب، تیرہ روزی ۸۲، تعزیہ خانہ، کم فرصتی، دردِ جاں ستاں، قماش دل، سخن رس، آتش خانہ، بزم افروز، ستم ایجاد۔

---

۵ کسی لفظ کے بعد علامت استفہام سے یہ مراد ہے کہ قلمی نسخے میں ممکن ہے یہ نہ ہو۔

آہن جگری، شیر دیر (بروزن مطلوبہ) حسرت قد کا خستہ، نشا (نشہ)، جاں فشانیوں، بدلا، یہ بات تہہ ہے ۹۲،
آگہی، ردیف، تاب ناک، شاعراں، شاعراں، جواب جواب، (زبان حال شاعر) ہم پیشگی ۱۰۲، مدرس، شہری
ناچارگی (ناچاری) رہے آتش ناک، تجھے لگائے ورنہ رندا گیا کی رات" (زبان حال رند) شعلہ افشاں،
قرب و بُعد، شمع شبستاں، خوش حرکات ۱۱۲، خندہ زن، ابر دریا دل، نہ دیدن، درہم، دینار،
معمورۂ عالم، جاروب کش، واقعہ ("یقیں کے واقعے کی سن خبر وہ بدگماں بولا یہ دیوانہ کچھ اتنا تو نہ تھا بیمار کیا
کیجے") عزادار، دل نالاں (بہ اعلان ن) شمع سحرگاہ، خس پوش، اشباہ، محل نشیں، تازہ و تر، حیرت فزا،
مبادا، بت خانہ آباد، بیلے ۱۲۵، مایہ ناز، زبانی فریاد، عین کرم، کشاکش ۱۲۸، فراشی کاراں، سر منظر یہ ۱۳۳،
سیہ روز، قبادہ تر، سادہ تر ۱۳۹، فراش محفل، دامن ناز، فوج کشی، بندہ نواز، خوش آمد، خدا نہ کردہ،
طفل بازی گوش (یہاں کوش صحیح نہیں)، بدقمار، پرستار، کج فہم، شہر بیدادوں ۱۴۸، (اضافت کی یہ
صورت اب جائز نہیں)، سیراب، شرابی، مستانہ، جانانہ، جلوۂ مستانہ، بے خطر، قلب دل، ہم سفری، ملزوم شعار
عاشق، غمزۂ بے باک، اشک جگری رنگ، جاں سپری، یار و اغیار ۱۶۴، خوں چکاں، راز نہانی، آب ریزی،
روغن فشانی، مئی رس، مباد، عبد الصنم، وسعت مشرب، لیک، سوختگی، دیوانے مستانے ۱۰۲، مورد سفر، گویا،
خط شکستہ، کینہ ور، بے جگر، رعشہ، غریب غریب ہو کر ۱۰۵، حالی شعر، نشانہ گاہ، خندیدہ، نالیدہ، در بہ در گدیدہ،
غلیدہ، اشکوں سے طوفان دیدہ، دو جہاں سے دامان خواہش چیدہ، نامہ پیچیدہ، چشم خوں فشاں، مصرع، شریا دل،
خیطی، عہد، بر قول حسن، بے غیرت، سر بجگی ۲۰۵، صاحبی، تن پروری، عقلا، گرم خو، آفتاب رو، نگاہ قہر، نظر التفات،
خوں فشاں غزل، صاحب مئی، نالہ خونیں، چمن زار، دنبالہ گرد، بچہ صد دانہ بوسے کے بدل میں ۲۰۲، حسن کے عمل میں،
گل بوٹے، قبلہ و کعبہ، مطعون زبان انام، نمازی، بیت المال، کالائے جہاں، حسب حال، مولوی، مسئلہ، اشکال
(مشکل)، قیل و قال، دل متنفر، خارہ دخارا زیادہ تر مستعمل)، ثابت و سیارہ، سراپا ۲۱۱، خستہ جگر، خاطر خوش،
محنت رسیدہ ۲۲۵، جدائی نہ دیدہ، خمیدہ، از خود شدگان عشق، راحت طلبی، ظفر، زہر حسرت چشیدگان فراق،
من و سلوی، کار فرمائی، جستجوئے محال، نیا کی وضع کا کلام، گرگتگی ۲۳۰، اعجاز عیسوی، تکرار ۲۳۱، واحسب الفصل،
خشم بے موقع، گہر شب چراغ، جمعیت اغیار، سایہ فگن، خوشی جاں ۲۴۲، شوخ چشمی، عکس پذیرا، معرکۂ عشق،
جانباز، ترک تازِ غمزہ، خوش دہن، غزل کو در غزل کہنا، سخن داں، شکنج زلف، بے جا موجب ۲۵۲،
نرگس مخمور، طرز نگاہ، دل غفراں پناہ، سوختہ جاں، شرع محبت، قابل دیدار (جو دیکھ سکے) آئینہ خاطر، گرفتگی،
شفقت، کج روی، منوردی، ہم کاروں، دشوار دوں ۲۵۹، خاتون جنت، موالی (بہ طور واحد استعمال کیا ہے
اس کی مثال دوسرے شاعروں کے یہاں ملتی ہی نہیں)، حضرت صاحب، رجعت، قناعت، آمیزش دنیا،
خناس ۲۶۳، پا برہنہ، حق صحبت دیرینہ، ذوق مستی، حور بہشتی، شعلہ در، پرورش، بو ظہور، پیچ تا دُود،
آب، دل سوختہ، نگاہ غلط انداز، گفتنی، قدیمی، مخلص، وادی مقدس، بیہودہ، پھر تاکے ساغر،

نباں ۲۰۰، سی پارۂ دل، طفلِ دبستانی، ملّا، حرمانِ زدگانِ عشق، جفا پیشہ، حلاوت گویں، کج بازانِ نکتہ داں،
۲۰۲ (بہ اعلانِ نون) دربا، بدبلا، بوالہوس، چاپلوس، خدائی خراب، زلف کج ادا، چنداں، بے رنگی، صورت
آشنا، دریدہ، قبلۂ من، آزردہ دخفا، عشق ہوس فزا، صنعت نمائی، خستہ حالی، اذیت، پذ میزاں، رنگ
باختہ، حسن سرکش، مراختہ؟ ۳۰۰ (ریختہ سے اہلِ ہند نے بنایا)، ساختہ (جنوں کے لیے)، خاطر اندوہ گیں،
آتش در بغل، اعجاز آفریں، شاخسانے، خواہ نخواہ، شعر شناس، تنگیِ دہن، عارفوں، ہلاک خستہ دردِ نہاں
۳۰۸، وا شد، آہ سوزناک، حربا، کشتۂ سیماب لبے پیر (اس میں پیر کی اصل کیا ہے، یہ متیقن نہیں) تنکۂ رنگی،
تعین چشم احول، جلنے کو مہیا، دل گرفتہ، آہ گنہ گاروں (آہ گنہ گاراں) زبانِ حال، شعلے، رعنائی قد، تغیر،
کرامت ۳۱۰، جگر کے پُرزے، ادیب عشق ۳۱۹/۲، قرینہ، سگانِ کو، موتی، حسن جہاں افروز، کلمۃ الحق، غلط فہم،
جگر کاوی، لالۂ احمر، بے طاقتوں، سخن سازی، دیوار قہقہہ، بے طرح کی لگاوٹ ۳۲۰، تلخیِ نزع، بینائی۔

<u>ہندوستانی مفردات و مرکبات</u> (متروکات بھی اسی عنوان کے تحت ملیں گے) نامانوس بحیثیت ہندوستانی،
الفاظ رضا کے یہاں کم ملتے ہیں، حالاں کہ ضیا کے مقلد اور برج بھاشا سے واقف ہونے کی وجہ سے توقع تھی کہ
ان کے یہاں ایسے الفاظ زیادہ ملیں گے: اُس کے تئیں، یاں (غالب نے جہاں تک مجھے یاد ہے اپنی ایک غیر مطبوعہ تحریر میں
جو کتب خانۂ ریاست رام پور میں محفوظ ہے، یاں اور واں کا تلفظ یہاں اور وہاں بتایا ہے، لیکن اب اس طرح
کوئی نہیں بولتا، اور اصل یہ ہے کہ یہ الفاظ بول چال میں اب بھی نہیں۔) نت، شو، پر، تلک، ٹک، یہ، اُدھر،
ادھر، لڑکوں کا گھروندا، بن یا ۵، ابل بے، کیوں کے، نت، عالم کے بیچ، بغیر کنے، کتا، کھوج ۲۰، اپنے تئیں، پتنگے،
اُن نے، چھاتی، لوہو، اکٹھا (بہ وزنِ یک جا)، سوتوں ۳۰، دونی، اودھر، جوں ۴۰، کہا سنا، بھول بھیل، رسی
سانپ کا کاٹا ہوا ڈرتا ہے، سرنگے، اِنی بجھ، گیلی ۵۶، لکڑی، ٹینٹ ۶۴، بنا جیرہ، سراطا اوپر (صراط کے اوپر)
جیدھر، مرغِ غ کے اوپر ۷۰، اب تئیں (اب تک)، کواڑ، آگے ۹۵/۲، جیتے جی، تجھ ہی (تجھی) بیچ بیچ کا دیوانہ،
چھلاوا ۱۰۲، کھلی، اپنی بجاؤں ۱۰۰، ادگھٹ ۹۷/۲ گھر بے (مرکب)، مرگئے کے بعد ۱۰۱ پر، پرائی چھنائی بات،
۱۰۳، میاں (بہ قول مصنف بہار عجم یہ لفظ سندھی ہے)، جوں کے ۱۰۴/۲، گھاٹ گھاٹ ۱۱۱، دھواں دھار
۱۲۲، سر کٹے پر، آٹھوں پہر، بھلے مانس ۱۳۱، کناری، پور، بھالا، تردار (ن اور ر میں زیادہ تر تردار، نکوار
بہت کم)، گید مصر ۱۵۰، تجھ پیرہن میں (تیرے پیرہن میں)، مجھ گریباں، وے، تب ۱۶۳، مول، اس ہی (اسی)، اپنے
کام کے ہیانے ۱۷۰، مہندی بھرا، تجھ ذکر، تبھی ۱۸۱، پھینک پھانک ۱۹۲، انکھڑیاں، باتوں ۲۰۰، جلتے بلتے، بھونچال،
دھمال سجھوں ۲۱۵، موڑوں ۲۲۰، بن اجل، پھنگئے، بھوڑ مرث بہ طور ردیف، تند ۲۴۱، گدھا دہ ہائے مخلوط،
کٹنے اک ۲۵۹، بجھت، جگ، یا، گھاؤ، بناؤ ۲۷۰/۲، ۲۷۰/۹، لگاؤ، چار ۲۸۰، اگلی باری
۲۰۰، سروی ۲۸۲، برچھی، لوٹھ، بھیے بجاوڑں، بہوں توں کے ۲۹۰، جائی ۲۹۵، جیسے،
ادھن ۳۰۰، لاکھ، ابیٹ، بوڑھا، اس کا سا، وان، آپ سے ۳۲۲، رونی صورت لگاوٹ، گات، اچپ۔

مصادر، محاورات، روزمرے، کس مصدر کے ساتھ کون سے الفاظ استعمال کیے ہیں کون کون سے محاورات رضا کی زبان پر تھے اور فارسی محاوروں اور روزمروں کا کس طرح ترجمہ کیا ہے اس کی مثالیں ذیل میں ملیں گی :

زلفوں کو صبا سے الجھانا، اسی دن کے لیے نہ بکنا تھا، سر پٹکنا، لہلہانا (چمن کے لیے)، تلانا، غنچہ کھولنا، دریا کا ابلنا، سنوارنا ۱۴، اگنا، جلانا، دل میں انگارے بونا ۳۴، ڈبونا، کسی سے صحبت نبھنا، لوہو بہنا، کسی چیز سے چھلکنا، گھورنا، پاؤں چھونا ۴۹، نہال اگتے ہی جلا، خون میں لوٹنا، کسی سے نہ بننا ۵۵، بہانا، اپنے تئیں رسانا ۶۶، ترسنا، کسی کے تلووں کو سہلانا، کسی کے پاؤں سے لپٹنا، قسمت لڑنا، دل چلانا، زبان ہلانا، سلانا، شعلہ بھڑکنا، تحمل کے سوا عاشق سے کچھ نہیں بنتا، قافیہ ٹھہرنا، پچھتانا، ہونٹ ہلنا، شعلہ بھڑکانا، کسی کی بات آزمانا، بات بڑھانا، بدانا، چونکنا، جھانکنا ۱۰۱، چوکی بٹھانا، خوان میں ٹکڑے چننا، آنکھوں میں رات کاٹنا، وادی کو عنان پھیرنا، قتل کو بہانہ ڈھونڈنا، دبانا، پکانا ۱۲۲، زلفوں کو بکھرانا، کاغذ لکھنا، کسی کی گور پر ابر بن کر برسانا ۱۳۶، مطلب کھلنا ۱۵۵، گھڑیاں گنتا ہم عفری مجھ سے نہ جا ہو، زلفوں کا بنانا، پھولنا پھلنا ۱۸۰، راہ روکنا، کسی سے آنکھ لڑانا، دل میں جو ٹھہراؤ گے تم، غزل پڑھوانا، سنبھالنا، جنگل گھیرنا، چونکانا ۱۹۲، سر کو پیٹنا، دل چمک چکا ۲۰۲، گلنا، کسی کو مچلنا ۲۰۲، لگانا بجھانا، زہر اگلنا، دل پگھلنا، کھلوانا، ہاتھ لٹنا، عینک نہ اترنا، تیر سا دل میں کھٹکنا، بازی جیتنا، کسی کے منہ سے رال بہنا، چھیت جھکنا، جی میں باتیں سمانا، ہوائیاں تھانا، جفا سے منہ نہ موڑنا، آنکھیں منڈنا، بانٹنا، دامن چھڑانا ۲۴۵، کسی سے برا ماننا، سر پہ خاک اڑانا، غزل کو در غزل کہنا، کسی کی گلی کی خاک چھاننا، ہونٹ کا چاٹنا، سر دھننا ۲۵۸، نہانا، سونگھنا، بلوانا، عشق سے بھرنا، کسی کے منہ پر چڑھنا، چشم پر ہاتھ پھیرنا، پاؤں تھرانا، دل ملنا، ترسانا ۲۷۱، سر گڑانا ۲۸۱، گھوڑا کدانا، ڈینڈی بینڈی سنانا، جی کو کھپانا، گلے کو سان سے رگڑنا، در در پھرانا، دل کڑھنا، منڈانا ۲۹۶، منہ کا کھلنا ۳۰۶، کسی سے پرچنا، کھلانا، کسی سے توڑنا، تیوری چڑھانا، منہ بنانا، غل مچانا ۳۲۱، دل کو کسی سے پرچانا، کسی بات سے جی چرانا، دبکنا $\frac{۳۲۸}{۵}$، کسی کا خیال بندھنا، سسکنا، بچھڑنا۔

آنا : شانہ زلف میں در ۸، دل بھر، منہ تک جگر، غزل ۲۲، کسی بات کا حیف، غزل ۴۹، تجھے غضب آئے، دل بھر ۵۶، جینے میں بال، بحال ۷۹، غزل ۸۶، گور کے منہ سے بھر، منہ پر بات نہ ۱۰۲، بن، دل گھبرا گھبرا ۱۲۱، کسی کے ہاتھ نہ ۱۴۴، بہار پر، دم کسی سے غرض پر، کسی امر سے باز ۱۶۲، کسی کو کسی بات پر درد، جی تنگ ۱۹۱، بیچ میں ۲۰۱، بر بھر ۲۰۵، خدا یاد ۲۱۰، آنکھیں بھر، کسی کا قدم ۲۲۹، ہاتھ میں ۲۶۸، پانچوں انگلیاں اکھڑ ۲۶۹، اوسے پیش ۲۸۵، آپ میں نہ ۳۲۷، منہ میں پانی بھر بھر

اٹھانا : حادثہ ۱۰، دست شست ۱۶۹، فتنہ، کسی سے ہاتھ ۱۹۱، کسی کی منت کو ۲۵۱، اٹھنا : غزل ۶۵، فتنے ۷۰، کسی کو ارمان ۹۷، فغاں ۱۰۱، صدا ۳۲۱، غزل ۳۴۶، باندھنا : پٹی ۶۰، مسجد کی تاک ۹۲، کسی پر گھات ۲۱۴

جان کے درپے، ہوا سنگار ۸۵، غزل ۸۹، مجھے معتاد، راقعاد، اندھیرے ۹، جگر کباب ۱۰۵، اگرم، کسی کا نام بلند ۱۲۲، دو چند، دل فسانوں پر ۱۳۲، راز افشا، جل کے بھسمنت ۱۴۹، مستانہ ۱۵۰، کسی کو ہوا موافق نہیں، کسی کے متعرض، بے شرط ۱۷۱، اپنے حال پر نظر نہیں، عقل کا اثر نہیں، صاحبی ۱۹۰، چار چشم، نیند حرام ۲۰۳، خال تقریر سے باہر، پیسہ بھی کچھ مال ہے، کسی کا منہ کالا، سر پر دھمال، نذر پر نازاں ۲۱۱، لوٹ ۲۱۰، رام، کچھ اس میں حال نہیں ۲۲۱، احتیاج غسل، غم سے آب، غصہ، غم سے کباب، ہم کلام، میرے درد کی دوا نہیں ۲۳۰، کسی بات پر بہم، تکرار، کسی سے نسبت ۲۳۴، گوشت ناخن سے جدا ہونا ممکن نہیں، شہادت طلال ۲۴۳، یاد ۲۴۵، تیر باراں، روگرداں، نام $\frac{۲۵۲}{۱}$، کسی سے صحبت برابر، زمین کا پیوند، مفرد ری، وسواس، بھوں کے کھوے پار ۲۶۳، غزل ۲۷۰، رقیبوں کے تئیں ارزانی ۲۰۲، کسی کے ہاتھ گرد ارہ، مسعود ہیں ہونا، کسی بت سے انجام، $\frac{۲۰۹}{۲}$، $\frac{۲۶۵}{۱۵}$، کسی سے ہم زباں ۲۹۱، ہمارا قصہ مختصر ہو، شب کسی پر بھاری، قبضے پر تلوار بھاری، کسی سے مالا ۳۰۰، غزل ۳۱۲ و ۳۱۳، $\frac{۳۲۷}{ب}$ فیصل۔ تذکیر و تانیث: الف کے تحت وہ الفاظ ہیں جو اس طرح اشعار میں بندھے ہیں کہ ان کی تذکیر یا تانیث کے متعلق کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ ب کے تحت وہ الفاظ ہیں جو اس طرح نہیں بندھے:

ذ الف: جود، نم، سکتہ، ارمان ۱۵، گذارہ، مزاج، گلی کوچہ ۱۰، تقاضا، مدادا، سد ۲۳، ٹھاٹ، حیف، توہم، قتال، گذر، محشر، ملال، آب خنجر ۳۰، بھدھر، زیاں، پرکھا، ملال، وبال، نحن، محمل ۵۵، کتاں، آہ و فغاں، مسکن، کتان، جبیں ۵۹، بن، لقب، ادب، افسر، دستور، انتقام، روزن، شقہ ۸۵، زہر ہلاہل، چاہ ۱۱۶، آب اور آتش ۱۴۸، کیا ہے عشق نے صنعت سے یک جا آب اور آتش، چشم ۱۹۹ و ۱۹۳، پیچ تاؤ ۲۷۰، داد، خواب، پیچ و تاب، ولاسے، سیلاب ۲۰۹، منکا، ذ ب: بڑھاپا ۱۳، لڑکوں کا گھروندا، عرش ۳۰، زاایچہ ۶۰، فیرنگ ۶۲، خبث $\frac{ب}{۲}$، سیلاب ۷۷، گشت ۷۰، ۷۳، طنز و طعن ۱۰۲، خلل، فخر ۱۱۹، استخواں ۱۲۲، کباب ۱۳۰، ماہ و سال، پایاں ۱۴۱، گھاس ۱۵۹، لگن ۱۵۲، عیار ۱۶۰، دست رس، بھرم ۱۶۶، سلوک ۱۷۵، دیوار و در ۱۸۰، فغاں، اندھیرے ۱۰۵، جنگل، جان $\frac{۱۹۱}{۲}$، ۳۰۷، طعن ۲۰۰، ننگ ۲۰۴، جی کا کال، ڈھنڈورا ۲۱۵، تم، منہ کا اگال ۲۲۱، نباہ ۲۲۳، اضطراب، صندل، ۲۴۷، نام ۲۵۲، وسواس ۲۶۲، پاس، اخگر ۲۶۵، فکر ۲۶۷، تردد، تعارف ۲۰۵، دید ۳۱۰، تابوت، سورہ ۲۲۳،

ث الف: راہ ۵۹، گزک ۷۰، نمود ۶۹، عرض ۷۶، توقع، جوئیں ۱۰۵، اصطلاحیں، آئیں صاحب، سیلاب، تیس ۲۱۰، سیل۔ $\frac{۲۲۴}{۵}$، نمود ۲۶۴، بارش ۲۸۲، ملاقات ۲۹۰، خاطر ۳۰۲، آستیں، طبع، چاہ ۳۰۵، واہ، جان، آن، کمان، تان، گرد ۳۲۱، افراط، تقلید۔

ث ب: وادی ۹۹، نرگس ۱۴، صوت ۲۹، شکوہ ۳۴، آب خورہ ۳۶، سجدہ گاہ، چوکھٹ، بلا ۳۸، سوز و تپش ۴۴، الٹی بجو، جائے باش ۵۶، دکان ۷۷، تاک باندھی ۹۲، جیب ۹۳ (زبان)، چوٹ، غول، سرگذشت، عار، ساٹ باٹ ۱۱۲، چوکی، پھوٹ بھاٹ، دشنام ۱۲۰، گرد ۱۲۲، تاثیر ۱۲، جال ۱۳۰، چھینٹ، جش ۱۱۰، معاش ۱۹۰، وضع ۱۸۰، تاب جگر، آمد و شد ۱۹۰، خلعت، طلب ۱۹۴، سیر، سانس ۱۹۶، تعدی، عینک

دیوان رضا عظیم آبادی

دیوان میر رضا عظیم آبادی

ایمن کی تھی نہ وادی و نہ نخل طور تھا ۱ روشن ہمارے دل ہی ترا جب کہ نور تھا ۱
کچھ فائدہ نہ تھا اُسے اظہار خلق سے منظور اس ہی پردے میں اپنا ظہور تھا ۲
یارب نہ کیجو ہم کو خجل روز حشر میں رحمت پہ تیری اپنے گنہ کا غرور تھا ۳
نزدیک سے جو دیکھا تو دل ہی حق کا گھر کعبے کو دور جاننا اپنا قصور تھا ۴
لائق نہ کار دین نہ دنیا کے کام کا اس دل کا پیدا کرنا بھلا کیا ضرور تھا ۵
شورش تھی اپنے اشکوں کی عالم میں یاں تلک طوفان نوح کا تھا نہ جوشِ تنور تھا ۶
وہی دل سی چیز اُس کو رضا اک نگاہ پر —— اے بے شعور کچھ بھی بھلا یہ شعور تھا ۷

یہ جائے کعبہ جس کا در ہوا مسجود عالم کا ۲ محمد نام اس کا ہے محمود عالم کا ۱
جو کچھ چاہے سو لے دل سے جناب احمدی سے تو سخاوت اُس کی کے آگے ہے سارا جود عالم کا ۲
حدیثِ احمد بے میم سن بے سایگی کو دیکھ روا ہی اس کے تئیں کہیے اگر معبود عالم کا ۳
رضا مقبول اگر آل نبی کا ہو تو کیا غم ہے —— ہوا محروم عالم کا کہ یا مردود عالم کا ۴

دل اب ویراں ہے کیوں کاشانہ تیرا ۳ ہوا کیا ہائے صاحب خانہ تیرا ۱
بتا لے لالہ میری طرح سے ہائے بھرا ہے خوں سے کیوں پیمانہ تیرا ۲
کہے ہے قیس بھی سودائی اس کو ہوا ہے جو کوئی دیوانہ تیرا ۳
نہ الجھا اپنی زلفوں کو صبا سے دل صد چاک ہوگا شانہ تیرا ۴
کبھی ہم سے ادھر آتے ہیں مجنوں رہے آباد یہ ویرانہ تیرا ۵
یہی اپنے ہیں طالع ہیں کہاں سے یگانہ غیر سے بیگانہ تیرا ۶
ترے نالوں سے ہم سائے تو مر گئے —— رضا دشمن نہ ہو ہم خانہ تیرا ۷

آج مجلس ہی میں آئے سو ترے سکتا نہ تھا ۴ کل چمن میں کون سا گل نہ ترا تکتا نہ تھا ۱
رات اس کی بزم میں جوں شمع مجھ کو رشک سے تک جاتے تھے چلے اور پاؤں اٹھ سکتا نہ تھا ۲
غیر کے گھر جاتے ہو جو اب نہیں اٹھتے قدم ہے کا اب حال یہ آگے کبھی تھکتا نہ تھا ۳

۴	اپنے حرماں کا سبب ضبطِ نفس کا تغافل		ورنہ کس دریا میں یاں کے گوہر یکتانہ تھا
۵	راتوں کو جانے کا اُس کوچے میں اب دیکھا رضا		میں اسی ن کے لیے کیوں لے رضا بکتانہ تھا
۱	سنتے ہیں رودوں کے شاید وہی رضا تھا	۵	بسمل سا تیری رہ میں اک نوجواں پڑا تھا
۲	کیا دیر و کیا حرم ہائے سر سب جگہ پہ ٹپکا		حاصل ہوا نہ ہم کو جو اپنا مدعا تھا
۳	اچھا ہوا نہ بے تاب ہو کر سوا کہ ہم کو		اس خوں گرفتہ دل نے بے چین کر رکھا تھا
۴	مت للچا چمن تو کھلنے پہ گل کے اک وقت		داغوں سے دل بھی اپنا گلزار ہو رہا تھا
۵	کیا جور و کیا جفا میں کیا ناز و کیا ادائیں		دیکھا زیادہ اس سے جتنا تمھیں سنا تھا
۶	اب ہر کسی کی باتیں سنتا جو ہو رضا تو		کہنا بھلا ہمارا کہنا تو کیا برا تھا
۱	اپنے بیمار سے بتلا تو تجھے کیا کرنا	۶	مرنے دینا اُسے یا اُس کی مداوا کرنا
۲	اشک گرم اس کو نہ کہہ آیا یہ ہے معجزِ عشق		آتش و آب کو اک کاسے میں یک جا کرنا
۳	رشک آئینے پہ آتا ہے کہ بے خوفِ رقیب		سینہ کھولے ہوئے منہ کو ترے دیکھا کرنا
۴	سچ کہو میر رضا کس پہ ہوئے ہو عاشق		بے سبب تو یہ نہیں ہر گھڑی رویا کرنا
۱	سینہ ہمارا غم سے کبھی خالی کم رہا	۷	دردِ جگر گیا ہے تو دل کا الم رہا
۲	غم بھی ترا تو کوئی بلا نوش زور تھا		اس سے نہ دل میں خون نہ آنکھوں میں نم رہا
۳	رنگِ حنا ہے اتنا کہاں سُرخ سچ بتا		کس بے گنہ کا خوں ترے ہاتھوں میں جم رہا
۴	چاہا تھا مل کے وصل میں روئیں گے خوب ہم		سو اشک آکے آنکھوں میں حیرت سے تھم رہا
۵	جنت میں پھر خوشی نہیں ممکن ہو لے رضا		دل میں اگر وہاں بھی یہی تیرے غم رہا
۱	کیا جانیے کس طرح کی لے کر خبر آیا	۸	قاصد مرا کچھ آج ہے پھر چشم تر آیا
۲	زلفِ بتِ مغرور میں جب شانہ در آیا		رتبہ ہمیں تب چاکِ جگر کا نظر آیا
۳	لے لائے یہ سوزش تھی ہمارے ہی جگر سے		پر اُس بتِ بے رحم کے دل سے نہ بر آیا
۴	بادل جو بھرے دیکھے ترے میکدے کے کل		یاد آتے ہی اُس ساقی کی دل اپنا بھر آیا
۵	خنجر کو ترے دل سے میں اب کہاں تک		اس غم میں تو ظالم مرے منہ تک جگر آیا
۶	ہمسائے کی جاتی رہی نالوں سے ترے نیند		خاموش تو رہ اب بھی کہ وقتِ سحر آیا
۱	جب تک جیا میں عشق میں حیران ہی رہا	۹	اپنے کیے سے آپ پشیمان ہی رہا

آیا نہ وقتِ نزع بھی بالیں پہ یار ہائے   ہم مر گئے پہ جی میں یہ ارمان ہی رہا   ۲

دیکھی تھی ایک رات تری زلف خواب میں   پھر جب تلک جیا میں پریشان ہی رہا   ۳

غیروں کے لگ گئے گلے جب چاہا جس گھڑی —— لیکن رضا سے وعدہ و پیمان ہی رہا   ۴

رہا گر یہی طور اُس بے وفا کا   ۱۰   نظر پھر نہیں آتا جینا رضا کا   ۱

یہاں شوق غالب وہاں رشک مانع   عجب حال ہے اس دل مبتلا کا   ۲

وفا پر دل اپنے کی روتا ہوں ظالم   گلہ کچھ نہیں مجھ کو تیری جفا کا   ۳

ہوا صفحۂ خورشید کا مشق میرا   میں شاگرد جب سے ہوا ہوں ضیا کا   ۴

ٹک اک تو ہی کھول آہ اس دل کا غنچہ   نہ احسان ہو ہم پہ بادِ صبا کا   ۵

رضا چھوڑ سب خویش و بیگانہ کو تو —— ہوا آشنا ایسے بے آشنا کا   ۶

تماشا باغ کا جائے نہ اُس بن ہم کو صحرا کا   ۱۱   تری گردن پہ ہو غیرت یہ خون اپنی تمنا کا   ۱

گیا ڈھے بے ستوں بھی اور حی بھی ہو چکا ویراں   ہوا قصہ نہ آخر آہ پر شیریں و لیلیٰ کا   ۲

ہوئی تعمیر دل اپنی خراب اشکوں کے سیلوں سے   نہ تھا جوش تنور اور یہ ابلنا تھا نہ دریا کا   ۳

رفو پھر کیجیو پیراہنِ یوسف کو اے خیاط   سیا جائے تو سی پہلے تو چاک دل زلیخا کا   ۴

نہ اس کو ترس حق ہو نہ ترس تیرے پر ترسے —— رضا عاشق ہوا ظالم تو کس نا ترس ترسا کا   ۵

کس نے دل کا علاجِ داغ کیا   ۱۲   کیوں مرے گھر کو بے چراغ کیا   ۱

کم ملا جو تیری گلی میں گیا   ہم نے دل کا بہت سراغ کیا   ۲

جوں ہی گلشن میں گئے کہ غنچے کے   مسکرانے نے اور داغ کیا   ۳

گل کی مت کہہ رضا کہ اُس بن ہائے —— اس کی بو نے تو بے دماغ کیا   ۴

بھولے سے بھی... ادھر نہ آ پھرا   ۱۳   ہر چند اس کو میں نے کہا سر پھرا پھرا   ۱

تھک بیٹھ آیا اب تو بڑھاپا بھی اے رضا —— اے خانماں خراب بہت تو چلا پھرا   ۲

غیروں کا اس طرف سے گزارا نہ جائے گا   جب تک کہ ایک دو کہیں مارا نہ جائے گا   ۱

نرگس اُگے گی سبزے کی جا خاک سے مری   یاروں کا مرنے پر بھی نظارہ نہ جائے گا   ۲

یہ دل ہے لڑکوں کا نہ گھروندا سمجھ اسے   بگڑا تو پھر کسی سے سنوارا نہ جائے گا   ۳

گھر پر رقیب خانہ برانداز کے رضا —— ہوگا اگر تو یار ہمارا نہ جائے گا   ۴

۱ گر گریباں سیا تو کیا ناصح ۱۵ سینے کا چاک بن سیا ہی رہا
۲ سب غم بل بے سری کہرا کے — جب تلک میں جیا جفا ہی رہا
۱ محبت سے جب تک سروکار تھا ۱۶ یہ جینا بھی ہم کو تو دشوار تھا
۲ رہا کے نہ ہو مرنے کا کیوں کے غم — خدا بخشے اُس کو عجب یار تھا
۱ کل مزاج اُس تندخو کا سخت بے رحمانہ تھا ۱۷ جو گلی کوچہ تھا اس بستی کا ماتم خانہ تھا
۱ جب تک جئیں گے جی سے یہ ماتم نہ جائے گا ۱۸ ہم جائیں گے پر آہ ترا غم نہ جائے گا
۲ جو باعثِ حیات تھے سو یار مر گئے اب دیکھنا ہے کس طرح یہ غم نہ جائے گا
۳ سو عید اگر زمانے میں لائے فلک ولیک گھر سے ہمارے ماہِ محرم نہ جائے گا
۴ دکھلائیں گے ہم ابر تجھے اشک باریاں خونِ جگر جو پلکوں پہ آ جم نہ جائے گا
۵ نت ایسا حادثہ جو اٹھایا کرے گا چرخ — پھر کوئی جہاں سے خوش و خرم نہ جائے گا
۱ دل کی بے تابیوں سے عشق چھپایا نہ گیا ۱۹ نام کس نے لیا تیرا کہ میں پایا نہ گیا
۲ حسرت اپنی تو یہی جس کے تئیں قتل کیا پھر مسیحا سے بھی وہ کشتہ جلایا نہ گیا
۳ رات کو خواب میں دیکھا جو اُسے کیا کہیے صبح تک جی سے پھر اک لحظہ بھلایا نہ گیا
۴ بعد یک عمر کے احوال جو پوچھا اُس نے آگیا رونا ہمیں حال سنایا نہ گیا
۵ مرگیا سر کو پٹک کوہ کن آخر غم سے — عشق کیا سنگ گراں تھا کہ اٹھایا نہ گیا
۱ اک نگاہ مست ایسی کی کہ دیوانہ کیا ۲۰ آئینہ خانے کو مجھ دل کے پری خانہ کیا
۲ جلوہ گر حسن وہم ہوئے ناز و نیاز عالم بیچ تجھ کو شمع بزم خوبی مجھ کو پروانہ کیا
۳ ہم سے کیا تقصیر ایسی ہوئی جو تم برہم ہوئے — سرمہ آنکھوں میں دیا یا زلف کو شانہ کیا
۱ جب ناز سے وہ کہتا ہے چل جا نہیں آتا ۲۱ اُس وقت مرے دل میں جو کیا کیا نہیں آتا
۲ تو فخر کئے جاتا ہے حیرت ہے یہ مجھ کو کتنا جہاں رہتا ہے فرشتہ نہیں آتا
۳ کچھ آپ ہی تجھے دل کی شرم آئے وگرنہ — مجبوب محبت کو تقاضا نہیں آتا
۱ اُس کے لب جاں بخش کے تیں کیا نہیں آتا ۲۲ اک درد محبت کا مداوا نہیں آتا
۲ سو جان پہ بھی دیجے نہیں ایک نگہ کو لڑکا ہے ابھی تو تجھے سودا نہیں آتا
۳ اُس دشمن عاشق کو کوئی پوچھو تو جا کر کیا آتا ہے غیروں کو ہمیں کیا نہیں آتا

سو غمزے کے رکھتا ہے نگہ بان پس و پیش — آتا ہے اکیلا پر اکیلا نہیں آتا

میلا سر ہو بتخانہ کا اے شیخ و لیکن — جو طور پرستش کا ہے یاں کا نہیں آتا

تو نے تو نکالا نہیں سچ کہنا رضا کو — کہتے ہیں سبھی اس کے تئیں آ نہیں آتا

کون نہ ہوئے میرے قاتل کا ۲۳ دیکھیے پھر کر تڑپنا بسمل کا

راہ دوروں سے ادھر نہ کوئی پھرا — کس سے پوچھیں نشان منزل کا

لایا کیا کیا خرابی ہم پر ہائے — خانماں ہو خراب اس دل کا

زلف تجھ سے نہ سلجھے گی شانے — ہے یہ عقدہ رضا کی مشکل کا

کل یار سیر کرنے گلزار کو گیا تھا ۲۴ نظروں میں بلبلوں کی گل خار ہو گیا تھا ۱

وصل آیا ہائے تو بھی نکلے ہے نالہ گرم — کیا ہجر میرے دل میں انگارے بو گیا تھا ۲

اپنا بھی کوہ اک دن گریہ ستاں تھا اے ابر — روتا ہی رہ گیا تھا ایدھر جو گیا تھا ۳

اب شوق سے چلا دے پھر اس گلی میں مجھ کو — اگر جہاں میں اک بار دل اپنا کھو گیا تھا ۴

دکھائے جائے باراں برسا کریں ہیں تب سے — میں دل جلا کسی دن دریا پہ رو گیا تھا ۵

پھر آج چشم تر ہے یارب تو صبر بخشو — کل رو کے یہ رضا تو عالم ڈبو گیا تھا ۶

کیا کہوں حال دل کی حسرت کا ۲۵ خانہ ویراں ہو اس محبت کا ۱

گور میں بھی نہ دل کو آیا چین — میں ہوں دیوانہ اپنی وحشت کا ۲

دل دیا ایک نگہ پہ تیر رضا — کچھ ٹھکانا ہے ایسی ہمت کا ۳

جگر کے ٹکڑے چن چن کر بھرے ہیں خوان آنکھوں کے ۲۶ کیا ہے دل نے اب یہ ٹھاٹھ کس کی میہمانی کا ۱

یہ غم ہے اور دل ہے نبھے گی کیونکے صحبت ہائے — کبھی دیکھا بھی ہے گا ساتھ رہتا آگ پانی کا ۲

اگر ہم سانس بھی لیں ہیں تو زہ زہ دل سے نکلے ہے — کچھ اب احوال مت پوچھو ہماری ناتوانی کا ۳

جواں مارا رضا کو تو نے جرم عشق پر ظالم — نہ آیا حیف تجھ کو حیف اس کی نوجوانی کا ۴

دل کو رونے بہا ہی مجھے حیران کیا ۲۷ چشم خوں بار نے اک اور بھی طوفان کیا ۱

عمر نوح اس کے تئیں بار خدایا دیجو — قطرۂ اشک کو جس نے مرے طوفان کیا ۲

عاشقوں کی گئی غیرت ترے جینے سے رضا — اس ترے صبر نے ہم کو بھی پشیمان کیا ۳

اس بت عیار نے کچھ تو تو ہم کیا ۲۸ روتے جو دیکھا مجھے آج تبسم کیا ۱

۲ تیرے تظلّم کو دوست .... دشمنوں نے دیکھ کر جس کو مستم کیا

۳ کوچے میں اُس شوخ کے پھرتا جو ہوں اس طرح —— اپنے تئیں اے رضا تو نے مگر گم کیا

۱ نہ ہم نے سرو نہ شمشاد کا خیال کیا ۲۹ کسی نے قد کو دکھا کر ہمیں نہال کیا

۲ نہ دیکھی خواب میں پھر ہنستے خواب کی صورت میں ایک دن تری صورت کا جو خیال کیا

۳ نظر اٹھا کے جدھر دیکھی کربلائے جہاں الٰہی کس کے یہ غمزے نے ہو قتال کیا

۴ قفس سے صوت گئی کس کے نالے کی اُس تک زبانِ مُرغِ چمن کو یہ کس نے لال کیا

۵ ہزار حیف ہے اے آہ بے اثر تجھ سے نہ پہنچی اُس تلک اور مجھ کو خستہ حال کیا

۶ زباں جو بزم میں کاٹیں ہیں شمع کی ہر شب خدا ہی جانے پتنگے سے کیا سوال کیا

۷ کٹے گی کیوں کے رضا کی الٰہی شب —— دن ہی کو اُن نے تو رو رو خراب حال کیا

۱ تم نے آباد کس کا گھر نہ کیا ۳۰ اس طرح پر کبھی گذر نہ کیا

۲ یار کی کچھ نہ دی خبر ہرگز جب تلک ہم کو بے خبر نہ کیا

۳ میرے نالوں سے عرش لرز گیا پر ترے دل میں کچھ اثر نہ کیا

۴ مار ڈالا رضا کو ناحق ہائے —— کچھ بھی ظالم خدا کا ڈر نہ کیا

۱ ہر چند حال دل کا میں کہہ کہہ کے تھک گیا ۳۱ اُن نے نہ پوچھا کون تھا اور کیا یہ بک گیا

۲ آخر وفا نے کس پہ نہ پائی ہے کے آب آہوں سے دل جگر تو ہمارا دہک گیا

۳ تھا لگ رہا رقیب ترے در پہ مجھے دیکھا جو آتے پھر وہ بے پاؤں ٹھٹک گیا

۴ اک بار اے رضا کہیں دل بھر کے رو دیجے —— مردم کے تیرے رونے سے جی اٹک گیا

۱ جس کو جانا دوست سو دشمن ہی آخر ہو گیا ۳۲ دل مرا آشنائی سے مکدّر ہو گیا

۲ ہجر کا پیغام یا تھی یاس کی کچھ بات ہائے سنتے ہی قاصد جسے دل میرا مضطر ہو گیا

۳ جس کو تو نے بھر نظر دیکھا قیامت اُس پہ ہوئی بات جس سے تو نے کی اُس پر تو محشر ہو گیا

۴ وقت میں لیلیٰ کے پیارے عشق تو اک بات تھی عہد میں اب آکے تیرے ایک دفتر ہو گیا

۵ میں نے کل پوچھا رضا سے سوز کا دل کے بیاں —— شمع ساں اک آہ کی اور وہیں آخر ہو گیا

۱ فلک گر ہم کو تو رسوا کرے گا ۳۳ بھلا ہم ہو چکے پھر کیا کرے گا

۲ منائے گا کوئی تجھ کو کہاں تک اگر ایسا ہی تو روٹھا کرے گا

رضا ہو بے قرار ایسا دن ہی سے —— خدا جانے کہ شب کو کیا کرے گا ۲

۳۴ نہیں قاصد خبر اُس کی کرے گا —— گر اپنے حال کی کچھ سدھ رکھے گا ۱

ملیں گے داغ ہی اس سینے کو یارب —— کسی چھاتی سیتی بھی یا لگے گا ۲

نیاز و ناز کب دیویں گے فرصت —— کہوں گا حال میں اور تو سنے گا ۳

دوانوں کا ترے جب حشر ہو گا —— قیامت شور محشر میں پڑے گا ۴

نہ کر ہمدم رضا کے قتل کا ذکر —— تری ان باتوں سے لو ہو بہے گا ۵

۳۵ حال جس نے مرا سُنا ہو گا —— اُن نے سنتے ہی رو دیا ہو گا ۱

یار بے رحم مجھ میں صبر نہیں —— یارب اس کا مآل کیا ہو گا ۲

میں نے جو کچھ سنا ہو تیری کبھی —— تو نے بھی یہہ کہیں سنا ہو گا ۳

اُس کی مجلس میں کل چلا یہہ ذکر —— ق کوئی ایسا نہ مبتلا ہو گا ۴

اس طرح کل اُسے میں دیکھا تھا —— کہ وہ اب تک تو مر گیا ہو گا ۵

وہیں آنکھیں دکھا کے کہنے لگا —— اس کے مرنے سے میرا کیا ہو گا ۶

یہہ سنا ہو گا جب رضا نے ہائے —— اُس کے کیا دل پر آ گیا ہو گا ۷

۳۶ بھرے اس بے خبر دنیا میں کوئی کیا اپنا پیمانہ —— حباب آسا کھلی جب آنکھ یاں تب ہی ہیں مرجانا ۱

عجب یہہ آب خور ہم کو ملی ہو تیری عزت میں —— گہے خون جگر کھانا گہے آنسو کا پی جانا ۲

بھلے ہیں ہم تو لے ساقی تری اس چشم مے گوں سے —— بلا سے پھوٹ جائے شیشہ اور گر جائے پیمانہ ۳

عجب کچھ نام نکلا ہو ترے کوچے میں اپنا بھی —— کوئی کہتا ہو سودائی کوئی کہتا ہے دیوانہ ۴

رضا ہو سجدہ گاہ اپنی کسی کی اب تو چوکھٹ ہی —— خدا جانے حرم کیا ہو کسے کہتے ہیں بت خانہ ۵

۳۷ یہ کیا سچ ہو اس کو پیارے بتانا —— ادھر وعدہ کرنا اُدھر بھول جانا ۱

مرے ابر ایہر لیے تیری گلی میں —— گیا تو بھی اپنا نہ یہہ آنا جانا ۲

یہ رحم و ستم اکٹھا سیکھے ہو کس سے —— ادھر گھورنا اور اُدھر مسکرانا ۳

گئی نیند سوتوں کی خواب عدم کے —— رضا کیا قیامت ہے تیرا افسانہ ۴

۳۸ نہیں معلوم صدمہ کس غم کا رات اس پر تھا —— سحر دیکھا رضا کو تو نہایت ہی وہ مضطر تھا ۱

پلا آب حیات لے خضر اپنا اور کو ہی تو —— پیا ہم نے جو کچھ قسمت میں اپنی آب خنجر تھا ۲

۳ بجب راحت سے گزری رات اپنی اور اُس کی کل — وہاں تھا زیر سر زانوے غیر یہاں کا پتھر تھا

۴ شب ہجراں تو کچھ دونی بلا اور ہی نظر آئی — جدائی کا ترے ہم جانتے تھے دن ہی بدتر تھا

۵ عبث کرتا ہے تنگ اے غم دل بریاں ہمارے — کیا حاضر تری خاطر نہیں جو کچھ میسّر تھا

۶ اجل نے آہ سبقت کی ترے آنے کی آگے — تو جب تک پہنچے پہنچے یاں کہ اپنا کام آخر تھا

۷ طبیب اے بنا اپٹ تو مشق کیا جانے کیا سمجھے — اگر کہنی . . . . ہمارا حال بہتر تھا

۸ رضا پر کیسی کیسی آفتیں تھیں رات تجھ بن ہائے — شب ہجراں تھی تیری یا کہ ظالم روز محشر تھا

۱ بوسہ ہی لینے پہ ظالم نے نہ جمدھر کھینچا ۳۹ یاں بھی ہم نے چھوا اُن نے تو خنجر کھینچا

۲ بے طلب غیر کے آجا تا تھا واعظا افسوس — جذبۂ عشق نہ تو نے اُسے ادھر کھینچا

۳ دیکھیے حضرت دل کس پہ کرم کرتے ہیں — عشق نے کھینچا ادھر عقل نے ادھر کھینچا

۴ بہ بجلی جگر کے کراہے خواب — لخت دل چھوٹے اشکوں کی جگہ پر کھینچا

۵ ابروے یار کا یاں تک تھا رضا محو خیال — غیر کی تیغ سے بھی اُن نے نہیں سر کھینچا

۱ ذکر ہر ایک آن ہے تیرا ۴۰ ہر گھڑی دل میں دھیان ہے تیرا

۲ توڑتا آئینے کو رشک سے لیک — یار مُنہ درمیان ہے تیرا

۳ دل کو شانے کے ہاتھ سے کھینچا — زلف یہ مہمان ہے تیرا

۴ ہم نہ کہتے تھے مت مل اُس سے رضا ق اس میں ظالم زیان ہے تیرا

۵ دیکھ تو اب جلا زمانے میں — کچھ بھی نام و نشان ہے تیرا

۱ جب سے میں گل رخاں کا یار ہوا ۴۱ سب کی نظروں میں خوار و زار ہوا

۲ سنی خبر کیسی قاصدا جس سے — اور بھی دل پر بے قرار ہوا

۳ اختیار ہی کو ہم کریں گے دور — ہم کو گر کچھ بھی اختیار ہوا

۴ کس کا تیر نگاہ یہہ چھوٹا — لگتے ہی دل کے وار پار ہوا

۵ کہتے تھے تجھ کو مت مل اُس سے رضا — اپنے ہاتھوں تو آپ خوار ہوا

۱ جس بلاکش سے یار آ نہ ملا ۴۲ اُس کو جینے کا کچھ مزہ نہ ملا

۲ داغ دل پر جگر پہ زخم اے عشق — تیری دولت سے ہم کو کیا نہ ملا

۳ ہائے جز اشک داغ کے ہم سے — گرم ہو کوئی اے رضا نہ ملا

یار کے رخ نے کبھی اتنا نہ حیراں کیا ۴۳ فکر سر زلف نے جیسا پریشاں کیا ۱

ایسا کسی سے جنوں دست گریباں نہ ہو چاک گریباں کا بھی چاک گریباں کیا ۲

کر چکا تھا زہر رشک پرشے میں کار اپنا ایک تیغ جدائی نے زور کار نمایاں کیا ۳

عشق ترے ہاتھ سے تو ہی بتا کیا کریں وصل میں حیراں کیا ہجر میں گریاں کیا ۴

عیش و غم باغ دہر دہم ہے رنگ گل کو دیکھ چاک کیا تو کبھی ہیں کہوں خنداں کیا ۵

اُس کا چراغ مراد رہیو فروزاں مدام داغوں سے دل کو میرے جس نے چراغاں کیا ۶

عشق کی کیا تربیت تجھ سے کہوں لے رضا —— آہ کو نالہ کیا نالے کو افغان کیا ۷

دی غم نے آگ دل کو کہ یارب جگر جلا ۴۴ ان دو گھروں میں کون سا یہ آہ گھر جلا ۱

غم دل سمجھ کے تو نے جلا اس کو آگ دی خانہ خراب دیکھ تو کس کا یہ گھر جلا ۲

سوز تپش رضا کی نہ کچھ پوچھ مجھ سے آہ —— جوں شمع غم کی آگ میں وہ سر بہ سر جلا ۳

آئینہ ہم ہوئے تو وہ منہ کو چھپا چلا ۴۵ گر خاک راہ کی ہوئے دامن اٹھا چلا ۱

کس نے کہا تھا اس کو کہ تو مریو نامراد —— ناشاد ہی زمانے سے آخر رضا چلا ۲

نہ کہیو کہ گھر یار کل جائے گا ۴۶ مرا آج ہی جی نکل جائے گا ۱

کروں کیوں کے دل خوش فقط یاد سے یہ لڑکا نہیں جو بہل جائے گا ۲

نہ فانوس سے گرمی کر اتنی شمع پتنگے کا جی غم سے جل جائے گا ۳

رضا نوجواں ہے نہ سمجھا اسے —— یہ آخر کو آپ ہی سنبھل جائے گا ۴

رضا کا یار سے ہونا جدا ہی ہم کو اچھا تھا ۴۷ کبھی درد اپنا کہنے کو ہمارے یاں آتا تھا ۱

کٹے یہ دس دن اپنی زندگی کے روتے ہی روتے کبھی ہم نے جو اک خواب میں اک رات دیکھا تھا ۲

لبوں نے اُس کے مارا ہم کو یہ بھی خوبی قسمت ہمارا ہو گیا قاتل جو عالم کا مسیحا تھا ۳

کہوں ہم دم خرابی رات کی کیا جوں گل و شبنم میں رو رو حال دل کہتا تھا وہ سن سن کے ہنستا تھا ۴

سزا اس کی یہی ہے اب گریباں اپنا پھاڑ اکر رضا دامن کو اُس کے ہاتھ کیوں تو نے لگایا تھا ۵

دنیا کا عیب کر خوب یہ سمجھا کہا سنا ۴۸ جوں کوہ ایک ہی نظر آیا کہا سنا ۱

ہنس کر چمن کے تخت پر بیٹھا جیب چاک باد صبا کا غنچے نے یہ کیا کہا سنا ۲

کیا یہ نہیں سنا ہے کہ ہم بھی ہیں آن ملے غیروں کے کہنے مل کے جو کچھ تھا کہا سنا ۳

۴ رخصت تمھو نے دوستو لاچار ہوتے ہیں — سب کیجیو معاف ہمارا کہا سُنا
۵ اک دم کے واسطے نہ کیا کیا کیا اے رضا — دیکھا، چھپایا، توڑا، بنایا، کہا سُنا

۴۹
۱ جو ترے در پہ میری جان آیا — مر گیا کہتا ہیں کہاں آیا
۲ دیکھیں اب کس کا پردہ اٹھے گا — حرف شکوہ سرِ زباں آیا
۳ مت اٹھا اس کو سوجتن کے ہائے — در پہ تیرے یہ ناتواں آیا
۴ تیرے ہاتھوں سے بے قراری دل — جی ہمارا ابھی اب بہ جاں آیا
۵ تو تو ایک ہی طرف کے یاں سے گیا — غم ہزاروں طرف سے یاں آیا
۶ مری جانا جلا ہے میر رضا — یار اب بہر امتحاں آیا

۵۰
۱ کچھ غم ہیں نہ پوچھ حال دل کا — رہ گئے نہ گیا ملال دل کا
۲ میں خواب میں آہ تجھ کو دیکھوں — ہے یہ ہی مرے خیال دل کا
۳ کچھ ہم سے نہ پوچھ بھول چل کی — اگتے ہی ملا نہال دل کا
۴ حسرت نہ شادی اس کی تجھ پر — ... کے پڑے وبال دل کا
۵ ویراں ہے رضا کا سینہ کیوں آج — شاید ہوا انتقال دل کا

۵۱
۱ آنکھوں سے جا کے اشک گر اخوں جلا ہوا — پان مِسّی کا کس کی یہ دل مبتلا ہوا
۲ سنبل سے جا لگتا ہوں میں وہ زلف بوجھ کر — مستی سے ڈرتا سانپ کا ہے کا کٹا ہوا
۳ ہم نے سوا وفا کے سنا یا نہ کچھ تجھے — کس کے کہے سے کہہ تو یہ تو بے وفا ہوا
۴ دیکھا رضا کو میں نے عجب طرح ایک دن — سر ننگے پا برہنہ، گریباں پھٹا ہوا (ق)
۵ یہ سنتے اُس نے ایسا پڑھا مطلع اُس گھڑی — مضمون جس کا خون میں تھا ڈوبتا ہوا
۶ عاشق ہوا خراب ہوا مبتلا ہوا — اب اور کیا کہوں میں تو پوچھو کہ کیا ہوا

۵۲
۱ محبت اس خانہ بیگانہ کی اب سب کر دل میں — اٹھاتا کیوں تو مجھ کو یاں سے مت او آشنا سمجھا
۲ ابھی تو تھا خوش و خرم ہوا آزردہ کیوں ظالم — میں اب نہ یا اپنی قسمت پر بتا تو تو نے کیا سمجھا
۳ پری رویوں کی بھی جو دیوانی ہی سمجھ دیکھی — وفا جن نے سکھائی ان کو ہمسے وہ جفا سمجھا
۴ ہوئی ساری خدائی دشمن اس کی پر نہ باز آیا — خدا جانے بتوں کی دوستی میں کیا رضا سمجھا

۵۳
۱ جفائے عشق کا جب بزم میں بیان ہوا — رضا کی سی کے خرابی ہمیں بھی کان ہوا

جب اُس کی بزم میں ہم سوزِ دل لگے کہنے — سوائے شمع کے کوئی نہ ہم زباں ہوا — ۲

جہاں میں مثلِ مہ و مہر در بدر ہی رہا — فلک کے خوان پہ جو آ کے میہمان رہا — ۳

خدا کے واسطے تو چھوڑ اپنے جینے کی — ہنسیں گے سب کوئی ظالم کہ نوجوان ہوا — ۴

رضا کے مرنے کا احوال و نزع کی حالت — سُنا جو اُس نے تو ہم سے بھی بدگمان ہوا — ۵

۵۴

سخت جانی نے مجھ کو خوار کیا — یار کے مُنہ سے شرمسار کیا — ۱

ہمنشیں نام کیوں لیا اُس کا — کیوں مرے دل کو بے قرار کیا — ۲

ہم کو روزِ شمار یاد آیا — جب ستم کو ترے شمار کیا — ۳

دے کبھی ایک بوسۂ شیریں — سخنِ تلخ بس گوار کیا — ۴

۵۵

ہم کو کس مُنہ سے مُنہ دکھائے گا — آئینہ جس نے تجھ کو دکھلایا — ۱

سامنے بلبلوں کے توڑے گل — ٹوٹیو ہاتھ باغباں تیرا — ۲

جی گیا غم میں تیرے اے بے رحم — پر مرے جی سے تیرا غم نہ گیا — ۳

ذکر اس کا کہیں ہوا شاید — یک بیک دل مرا تڑپ اُٹھا — ۴

جائے رقت ہے حالتِ مجنوں — گر پڑا ہے جو محمل آگے چلا — ۵

ہوتی ہے اب زباں ہماری بند — بیٹھ جا حال دل کا سنتا جا — ۶

خنجرِ یار ہے مگر تشنہ — پھر لہو اپنا جوش کرنے لگا — ۷

تا مجھے انتظار میں مارے — حشر کو وعدۂ وصال ملا — ۸

بے وفا میرا یار کس کا ہے — بوالہوس اُس کی بات پر مت جا — ۹

آج کچھ سخت بے قرار ہوں میں — سچ کہو کس سے کیا قرار کیا — ۱۰

آہ کیا جانے کیوں ہوا دشمن — دوست سارا جہاں ہے اپنا — ۱۱

کس کا کوچہ ہے یہ کہ اپنا قدم — نقشِ پا کی طرح نہیں اُٹھتا — ۱۲

اے ترحم تجھے غضب آئے — قتل سے میرے اُس کو باز رکھا — ۱۳

خاکِ رہ اُس کی ہو گیا یہ تن — خوب ہوا کیا کفن کے کام آیا — ۱۴

سب سنی ہم نے کل جو کچھ گزری — عشق پھر کیجیے گا میر رضا — ۱۵

۵۶

جوں شمع تاکہ سب تن صرفِ زباں نہ ہوگا — یک حرف بزمِ جاناں ہم سے بیاں نہ ہوگا — ۱

۲ دیتا تو ہوں تسلی میں اُس کو دیکھ دل کو — ہے رفو ولیکن ہرگز کتاں نہ ہوگا
۳ جنت کے حور و غلماں زاہد کے تئیں مبارک — ہم کیا کریں گے جا کر واں تو جہاں نہ ہوگا
۴ نومشق عشق ہیں ہم آہیں کریں عجب کیا — گیلی جلے گی لکڑی کیوں کر دھواں نہ ہوگا
۵ گہہ زلف گاہ خط ہے اب جائے باش اس کی — ویسا ہی مرغ کوئی خوش آشیاں نہ ہوگا
۵ تم داغ دل میں جگنے دیتے تو ہو ولیکن — یہ آفتاب روشن ہم سے نہاں نہ ہوگا
۶ ہم نے تو کھائی سوگند آنے کی اپنے گھر کے — جب تک رضا کا موقوف آہ و فغاں ہوگا

۱ کرو اُس شوخ سے اے غم گسارو ذکر غمگیں کا — ۵۷ دل بے تاب شاید آشنا ہو اس سے تسکیں کا
۲ مرے داغِ جگر کو دیکھ کے فرہاد کہتا ہے — تماشا ہے جو اس تمکیں سے میٹھے نقش شیریں کا
۳ ذبحا ساتھ اس کے استخواں کا مغز بہتا ہے — میں خوش تھا یہ کہ بارے رنگ بدلا اشکِ خونیں کا
۴ مقابل تیرے قامت کے قیامت بھی نہیں ہوتی — ارادہ ہی ہے اس مصرعِ موزوں کی تضمیں کا
۵ ضیا جب تک فروغِ شمعِ بزمِ نکتہ دانی ہو — رضا مشتاق ہو ہرگز نہیں تیری بھی تحسیں کا

۱ تو ہی دشمن مرا کچھ اے بتِ پُرفن نہ رہا — ۵۸ جو ترا دوست ہوا کب مرا دشمن نہ رہا
۲ خواریِ عشق نے ایسا مجھے بے قدر کیا — دوست کا ذکر تو کیا کوئی بھی دشمن نہ رہا
۳ خاکِ رہ اس کا ہوا تن بدن اپنا سو شکر — فکرِ تکفین سے چھوٹے غمِ مدفن نہ رہا
ہے قصور اپنی لیاقت کا وگرنہ محروم — فیضِ خورشید سے اک دیدۂ روزن نہ رہا
۴ دشت پیمائے جنوں ایسے بیاباں کا ہوں — جہاں رہزن خطرِ جان سے ایمن نہ رہا
۵ رونا آدم کے تئیں ناخوشیِ دوست کا تھا — یہ نہ تھا ڈر اُسے فردوس میں مسکن نہ رہا
۶ جس طرح ہم ہے دنیا میں ہیں اس طرح رضا — شیخ بت خانے میں کعبے میں برہمن نہ رہا

۱ روزِ ازل ہر ایک نے ایک ایک فن لیا — ۵۹ دل نے ہمارے نالۂ آتش فگن لیا
۲ پھرتے نہیں ہیں طوف سے کوئے بتاں کے شیخ — بدلے ردا کے دوش پہ ہم نے کفن لیا
۳ جلدی چراغ یوں نہیں جلتا چراغ سے — جوں دل کے داغِ تازہ نے داغِ کہن لیا
۴ دیکھا جو عقل سے نہیں بنتی ہے عشق میں — مجنوں غریب کیا کرے دیوانہ پن لیا
۵ یاں تک کنارِ بزم سے خوگر ہوئے کہ ہم — گلشن میں بھی گئے تو کنارِ چمن لیا
۶ خانہ خراب رہنا تقاضائے عشق ہے — فرہاد نے پہاڑ نہ مجنوں نے بن لیا

کی اُس نے راہ عشق کی طے جن نے اے رضا — رو بر کو چھوڑ قفس سے راہ زن لیا ۷

یار کو بے باکی میں اپنا سا ہم نے کر لیا ۶۰ یعنی اُس نے بھی گردوں میں سر ہمارا دھر لیا ۱

عشق رسوا نے دی اڑا نی حجاب حسن کو جو اٹھا پردہ یہاں سو اُس نے واں منھ پر لیا ۲

اس کو مے خواری نہیں کہتے ہیں خوں خواری ہے یہ تیرے دل سے لی گزک اور غیر سے ساغر لیا ۳

نام کو دل میں جگہ چھوڑی نہ داغ عشق نے ایک مہماں ایسا آیا جس نے سارا گھر لیا ۴

ذوق دیکھو مجھ سعید ناتواں کے واسطے تیغ لی اک ہاتھ میں اک ہاتھ میں خنجر لیا ۵

میں ستارہ سوختہ وہ ہوں کہ جس کا زایچہ اُس گھڑی کھینچا گیا جب داغ کا اختر لیا ۶

چشم و دل رکھو ہو یارو جاؤ ٹک پوچھو اُسے مجھ سے کیا کہتے ہو اس نے دل ترا کیوں کر لیا ۷

اے رضا راہ میں خضر کی مت راہ دیکھ — گھر کے جانے میں کسی نے بھی بھلا رہ بر لیا ۸

شب اپنے دل میں اس کا جلوہ قمر رخشاں تھا ۶۱ اے شمع تو کہاں تھی پروانہ تو کہاں تھا ۱

یعقوب کیوں خفا ہے بے جرم ہے زلیخا یوسف کو جو کہ لایا کنعاں کا کارواں تھا ۲

تم چھپ کے بیٹھے گھر میں دیکھو گے راز اپنا اب اتنا ہی عیاں ہو وہ جس قدر نہاں تھا ۳

لو ہوش کا پتا کل رات رشک سے میں تیرا قدم پیارے کیا کیجے درمیاں تھا ۴

اس سرو قد کے آگے حیرت سے ہیں چمن میں باوصف سوزباں کے جوں غنچہ بے زباں تھا ۵

صیاد اے قفس میں اتنا بھی خوار مت رکھ کل شاخ گل چمن میں بلبل کا آشیاں تھا ۶

اور حسرتیں رضا کی معلوم نہیں پر اتنا .... ہم جانتے ہیں جب وہ مرتا ہو نوجواں تھا ۷

پڑا ہے درد و غم سے بس کہ پیارے کام اب اپنا ۶۲ ہوا ہے تیرے یاروں میں ابو درد القب اپنا ۱

یہ کس کا راز ہے نکڑے ہوئے پروا نہیں کرتا بہ رنگ غنچہ پر ہرگز زخم لب اپنا ۲

نہ کرتا ہو نظر تو اور نہ آنکھیں ہی سمجھتی ہیں بتاؤں کیا کہوں پوچھے جو رونے کا سبب اپنا ۳

نظر کر جام و مینا پر کہ کیوں کر منہ ملاتے ہیں جو آئے تو بھی تو لب سے مرے یک بار لب اپنا ۴

مرا نے نام پہلے جام کو مے خوار دیتے ہیں — رضا شکر خدا ہے مے کدے میں یہ ادب اپنا ۵

خاموشی سے یہاں تک ہو کاروبار اپنا ۶۳ ہوئے کا سنگ سرمہ سنگ مزار اپنا ۱

کعبے میں شیخ مجھ کو سمجھے ذلیل لیکن سو فکر مے کدے میں ہے اعتبار اپنا ۲

شب مہتاب میں جو بادہ گل فام دیوے گا ۶۴ اُسے محشر کے دن ساقی کوثر جام دیوے گا ۱

۲ وہ دن کیا ہو گئے اور ہائے وہ باتیں کدھر — دعا کرتے تھے ہم کس روز تو دشنام دیوے گا
۳ نپٹ گھبرا کے اب مرتے تو ہیں بے تابیوں سے ہم — ولیکن خوف ہے جی میں نہ دل آرام دیوے گا
۴ بھلا دیتی ہے دل کی بات صورت اُس کی آتے ہی — اُدھر سب بھولتا تو جو مرا پیغام دیوے گا
۵ ہوئے فرہاد اور مجنوں تو آغازِ محبت میں — رسا اب دیکھنا ہے اس کا تو انجام دیوے گا

۶۵
۱ حرف بہ گویاں سو فتنہ کیا کہوں کیا کیا اٹھا — حسن نے پردہ کیا اور عشق کا پردہ اٹھا
۲ آتشِ غم نے نہ پوچھو کیا کیا دل سے سلوک — آہ سے نکلا دھواں اور نالے سے شعلہ اٹھا
۳ شمع جس گرمی سے جی چاہے تو جل فانوس سے — بزم سے اب تیری ظالم دل پتنگے کا اٹھا
۴ دل بھر آتا ہے خالی دیکھ اُس ساقی سے بزم — ہم نشیں آگے سے میرے جام اور مینا اٹھا
۵ رات ہنستا کس کا چہرہ خواب میں دیکھا رسا — نیند سے جو تو کیا یک صبح کو روتا اٹھا

۶۶
۱ میں نہیں اس فکر میں یار جدا ہو گیا — سوچ ہے کل کیا تھا اور آج یہ کیا ہو گیا
۲ دوستی پامالِ جور میرے تئیں یوں کیا — کون سے دشمن کا ہائے مجھ پہ کہا ہو گیا
۳ کیوں کہ میں رو رو مناؤں اُس کو تئیں کیا کروں — ہنستے ہی ہنستے وہ ہائے مجھ سے خفا ہو گیا
۴ کہنا پھر اب لے رسا میں نہیں عاشق کہیں — لیتے ہی نام اس کا رنگ تیرا ہوا ہو گیا

۶۷
۱ مت نکال اپنی گلی سے کیا رسا گھر جائے گا — رہنے دے اس ناتواں کو راہ ہی میں مر جائے گا
۲ رکھنے کے ہرگز نہیں عاشق صراط اوپر قدم — ہم تو لو دھر جائیں گے وہ شوخ جیدھر جائے گا
۳ وصل تو تریاق سے ہر چند ہو تیرا زیاد — زہرِ ہجراں لیکن اپنا بھی اثر کر جائے گا
۴ قتل تو کرتا ہے مجھ کو دامن اپنا باندھ لے — خونِ عاشق جوش کرتا ہے کہیں بھر جائے گا
۵ اپنی آنکھیں بند کر کیا باندھے ہے پٹی مجھے — طفل ہے تو دیکھ کر بسمل مجھے ڈر جائے گا
۶ حیف اہلِ حق کے جانے پر آتا ہے رسا — یہ بھی جو آتا ہے اک دن مقرر جائے گا

۶۸
۱ سنگِ جفا سے شیشۂ دل چور کر دیا — دکھلا کے آنکھ آنکھوں کو ناسور کر دیا
۲ بسمل ہوئے   قاتل کے پاؤں پر — ایسا ہی پاسِ عشق نے مجبور کر دیا
۳ نقش اپنا اس کے دل سے مٹا دیجے تو سہی — یوں پاس سے رسا کے تو بے دور کر دیا

۶۹
۱ جانتے تھے ہم بھی مرنا ہجر میں بہتر نہ تھا — پر کریں کیا حال اپنا کچھ اُسے باور نہ تھا
۲ بے جواب آتا ہے شاید نامہ بر اے ہم نشیں — کیا ہوا دل کو مرے اتنا کبھی مضطر نہ تھا

شاید اگلے سال میراث چمن ہو عندلیب — خوب گل آئے تھے تری ایسا کوئی پر نہ تھا ۳
رہ گیا کیا تھک کے صحرا میں کوئی بے خانماں — جوش میں اتنا کبھی ابر بہاراں پر نہ تھا ۴
دل مرا یوسف کو مت دے پھر دیکھ وہ کرتا ہے کیا — جب کہے گا تو گماں اس تپ کا اس پر نہ تھا ۵
غیر گر ہے آشنا ہم بھی تو بیگانہ نہیں — اُس کی آنکھوں میں ہے یہ دل تمہارا گھر تھا ۶
عشق نے ہر ایک کے اک وضع کی کی ہے نمود — کوہکن کے سر پہ تیشہ تھا اگر افسر نہ تھا ۷
ایک پر صیاد نے چھوڑا نہ اس نخچیر کا — بھر دیا بالیں میں لائق تیر کے جو پر نہ تھا ۸
کل وہاں گل سر پہ تھا یاں سر پہ تھا داغ جنوں — کب ہمارا عشق تیرے حسن کے ہم سر نہ تھا ۹
لے رہا کیا خشکی طالع کہوں اک عمر تک — جوں گہر دریا میں تھا تو بھی لب اپنا تر نہ تھا ۱۰

۷۰

دیکھنے میں تو قضا نے عشق ہی تنہا دیا — پر غم و رنج و الم جو تھا سبھی اک جا دیا ۱
اس کا کچھ انجام بھی سمجھا کہ تو نے اے فلک — حسن روز افزوں وہاں یاں عشق شور افزا دیا ۲
درد و غم جو سو بگی اس قدر پروا نہیں — دل کے تئیں میرے ہجوم یاس نے گھبرا دیا ۳
اس قدر نومید رکھنا غم زدوں کا خوب نہیں — وصل کا مژدہ نہیں تو قتل کا وعدہ دیا ۴
دور کھینچ اے پرتو خورشید اپنے تئیں کہ اب — اُس کے سائے کا فلک نے تجھ کو ہمسایہ دیا ۵
شوق سے دل کھول کر اب جور اور بیداد کر — سب تری چشم سخن گو نے ہمیں سمجھا دیا ۶
ناز کم کر بے دلوں پر قدر نعمت کی سمجھ — شکر کر تجھ کو خدا نے یہ رخ زیبا دیا ۷
میں نے پوچھا اس قدر فتنے کہاں سے اٹھتے ہیں — اُس کے چہرے سے قضا نے برقع کو سرکا دیا ۸
دین و دل تاب و توان و صبر کا کچھ غم نہیں (ق) — چشم و ابرو زلف و خال و خط نے جو مانگا دیا ۹
پر یہ ہے افسوس ایسا دیکھ اُسے گھبرا گئے — یہ نہیں اب یاد آتا ہے کہ کس کو کیا دیا ۱۰
سادہ رویوں سے رضا ملتا نہ تھا یہ کیا ہوا — نوخطوں نے کیا باغ سبز اے دکھلا دیا ۱۱

۷۱

شرمندہ نہیں کون تری عشوہ گری کا — بے وجہ نہیں منہ کا چھپانا ہے پری کا ۱
جو لب کو ترے دیکھ کے بے ہوش نہ ہوئے — دعویٰ اُسی کو بجا آتا ہے صاحب جگری کا ۲
تم دل ہی میں جلتے رہے ہو سیکھا کہاں سے — اے اشک یہ شیوہ جو لیا پردہ دری کا ۳
جس طرح سے مجھ سے کہے یار سے جا کر — یہ ڈھب کسی کو آتا ہے پیغام بری کا ۴
پتھر سے ہوں دل یک نگہ گرم میں پانی — ہے عشق سے ایجاد ہنر شیشہ گری کا ۵

۶ چل آئینہ خانے میں کہ ہے زور تماشا — جس طرف نظر کیجیے عالم ہے پری کا

۷ افسوس شب ہجر کی شام آتے ہی مر گئے — کیا کیا تھا بھروسا تھا ہمیں آہ سحری کا

۸ کر قتل مجھے شوق سے بدنامی سے مت ڈر — دستور نہیں کشتہ پہ یاں نوحہ گری کا

۹ حیران ہوں آئی نظر میں کمر اس کو — دعویٰ تھا مجھے اپنی رسا دیدہ وری کا

۲، ۱ اُس چشم نے کہ طوطوں کو نکتہ داں کیا — ایسی کر اک نگہ کہ مجھے بے زباں کیا

۲ گھبراؤں کس طرح دلِ پُر آہ سے نہ میں — اس سوختہ نے اب تو نہایت دھواں کیا

۳ حال اُس نے پوچھا جب نہ رہی طاقت بیاں — اس پوچھنے نے اور مجھے بے زباں کیا

۴ یارب تو اُس کے دل سے سدا رکھیو غم کو دور — جس نے کسی کے دل کو کبھی شادماں کیا

۵ نیرنگ بے ثباتی کا ہے اس چمن کا رنگ — بلبل نے کیا عجب کے یہاں آشیاں کیا

۶ مضمون خط اسی سے ہے ظاہر کہ ہو گا کیا — قاصد کی جا جو اشک کو ہم نے رواں کیا

۷ گہہ عشوہ گہہ کرشمہ گہے ناز گہہ ادا — کس کس طرح سے اُس نے مجھے امتحاں کیا

۸ خوبوں کو ہم نشیں تو کبھی دل نہ دیجیو — میں اس معاملے میں بہت سا زیاں کیا

۹ مجنوں کا عشق سچ ہے پہ موزونوں نے رسا — ذرہ سی بات تھی اُسے اک داستاں کیا

۳، ۱ ذوق اپنے دل کو تلخی غم کا سدا رہا — منہ میں ہمارے بدمزگی کا مزہ رہا

۲ کیا وار تھا کہ دیدۂ قربانی کی طرح — تحسیں کو اُس کی یاں لب ہر زخم وا رہا

۳ قسمت تو دیکھو روز و شب اک عمر اُس کے ساتھ — مانند نور و سایہ رہا پر جدا رہا

۴ خاطر گرفتہ اور ہوئے سیر باغ سے — لالے کو دیکھتے ہی دل اُس گل پہ جا رہا

۵ کب تک رکھے گا میرے ستانے کا تو خیال — گالی تلک تو دے چکا اب اور کیا رہا

۶ یہ کس کے دیکھے کے نی .... — سارے بدن کے جی نکل آنکھوں میں آ رہا

۴، ۱ برقع جو اُس کے منہ سے ذرا دور ہو گیا — دیکھا تو رنگ شمع کا کافور ہو گیا

۲ کیا دل نے میرے بخت زبوں کو دیا فریب — جو زخم اُس کے تیر کا ناسور ہو گیا

۳ اُس کی مژہ کا آ گیا تھا ایک دن خیال — سینہ تمام خانۂ زنبور ہو گیا

۴ وہ بے حجاب آیا کہ ہوئی صبح کیا ہوا — کیوں چہرہ ایسا شمع کا بے نور ہو گیا

۵، ۱ نکال لے گیا جی کارواں سے سارے — یوں کہنے میں تو زلیخا نے اک غلام لیا

کہو تو کیوں کے نہ ہوں میں کہ یاس غم سے — نشے میں کہتے نہ مجھی سے اُس نے جام لیا ۲۰
جز اک کفن کے ترے ساتھ کچھ نہ جائے گا — اگرچہ تونے یہاں ملک روم و شام لیا ۳
گبے جو غم سے ہوا خوش ہو کوئی اس کا بھی — فلک نے عشق مجھے دے کے انتقام لیا ۴

طبیب دیکھ کے مجھ کو دوا نہ کچھ بولا ۷۶ — خدا کو سونپ دو اس کے سوا نہ کچھ بولا ۱
رقیب جبت مرا اس کے آگے کرتا ہے — سنو تو یارو کوئی آشنا نہ کچھ بولا ۲
میں جس سے پوچھا نشاں اُس پری کی منزل کا — وہ میرے مُنہ کے تئیں تک رہا نہ کچھ بولا ۳
میں عرض کی ہاے تم مجھ سے بولتے ہو کیوں — وہ اتنا کہتے ہی سُن ہو گیا نہ کچھ بولا ۴

مجھے حیرت ہے یارب اس کا کیا انجام ہووے گا ۷۷ — وہاں ہو حسنِ روز افزوں یہاں ہو عشق شورانگیز ۱
ہماری چشم سے سیلاب خوں جاری ہوئی تو ہو — کیا تونے یہ ظالم اک نگہ کرنے میں دل دریا ۲
شکستہ دل کے اپنے آہ و نالہ پر میں حیراں ہوں — کہ چینی میں صدا ہوتی نہیں جس وقت بال آیا ۳
ہمارا کشت ہے اور برق اے ابر دریا دل — تو اپنے ہی کے جا مزرع کے اوپر اپنے تئیں برسا ۴
نہ پوچھو شام میری شام ہے ماہ محرم کی — کہوں کیا آہ اپنی صبح کی ہو صبح عاشورا ۵
کہا حال مصیبت جس سے وہ طعنے لگا کرنے — توقع جس سے مرہم کی رکھی اُس نے نمک چھڑکا ۶
ہماری تربیت میں باغباں یہ کیا تساہل ہے — بہ رنگ لالہ ہم بھی داغ دل رکھتے ہیں او ذرا ۷
رکھو تیر و کماں مشہد پہ میرے جائے شمع و گل — کسی کی ہیں نگہ کا کشتہ ہوں قربان ابرو کا ۸
تری سنگیں دلی اے خود نما ثابت ہوئی ہم پر — گیا تو آئینہ خانے میں اور ہنستا ہوا نکلا ۹
جگہ دروازے پر بھی بیٹھنے کو اب نہیں ملتی — کریں کے دل میں اُس کے گھر ہمارے جی میں تو یہ تھا ۱۰
تری گر چشم بینا ہے نظر کر دیدۂ دل سے — کہ ہے اس آئینہ خانے میں کوئی آئینہ سیما ۱۱
خدا جانے کہ کیا ہے درد بیمار محبت کو — نہ مرتا ہے نہ اچھا ہوتا ہے بے تاب ہو رہتا ۱۲

اپنا چپ ہونا عجب ماتم کا شور افگن ہوا ۷۸ — باتوں سے چپ ہم ہیں غم خواروں میں شیون ہوا ۱
کوئی یارب یوں کسی کی جان کے درپے نہ ہو — دل ہوا گر سنگ سختی میں تو نرم آہن ہوا ۲
اُس کے آتے ہٹ گیا آنکھوں کے آگے سے غبار — جیسے روشن جلوۂ خورشید سے روشن ہوا ۳
دل کے جلنے کا نہیں افسوس یہ غم ہے مجھے — جو عطش خانہ تھا دل کا داغ کا مسکن ہوا ۴
چاک پیراہن ہو اُس کو عیب جو عاشق نہیں — مُردے کی رسوائی ہے جب گور میں روزن ہوا ۵

۶ حسن روے سیاہ کاکل نے بنالے لیلی کئے — دیکھتے خط کا سواد اپنا سبق روشن ہوا

۷ ایک عالم ہے یہاں کھویا گیا تقلید سے — جس طرح شارع پہ چلنا مور کا رہ زن ہوا

۸ دوستی بھی ایک حد رکھتی ہے اے خانہ خراب — آپ اپنی جان کا تو تو رضا دشمن ہوا

۱ جو ستم اُس نے کیا اب تئیں دشوار نہ تھا ۷۹ یہہ سبب تھا مری طاقت سے خبردار نہ تھا

۲ آرزو وصل کی دل سے نہیں جاتی یک بار — ورنہ مرجانا مجھے ہجر میں دشوار نہ تھا

۳ سایۂ بال ہما سے جو کیا مجھ کو تباہ — اے فلک اُس کا مگر سایۂ دیوار نہ تھا

۴ زخم کے لگتے ہی کیا کھل گئے چھاتی کے کواڑ — آگے یہہ خانۂ دل چپ ہوا دار نہ تھا

۵ اُس کے آتے ہی چمن میں ہوا جوں گل بے قدر — خار اس طرح گلشن میں کبھی خوار نہ تھا

۶ کس گھڑی بزم تری عالم تصویر نہ تھی — کب میں حسرت سے وہاں صورتِ دیوار تھا

۷ پوچھنا تھا تجھے بے دردِ ترحم سے ضرور — کیا ہوا حال مرا قابل اظہار نہ تھا

۸ یارو دیکھو مرے دل کی طرح اب ترے ہے — جو کبھے آئینہ حسرت کش دیوار نہ تھا

۹ مژدۂ وصل کے سنتے ہی یہ حال آیا — تھا یہ رنجور ہوس عشق کا بیمار نہ تھا

۱ مداوت سے دل رنجور ہے اچھا نہیں ہوتا ۸۰ یہ داغِ عشق کیا ناسور ہے اچھا نہیں ہوتا

۲ مریض عشق سے سب کہ بہاں تک دم میں طاقت تھی — مسیحا کیا کرے مجبور ہو اچھا نہیں ہوتا

۳ نہ جانو کیا مزہ پاتا ہے جس دن سے — ترا بیمار غم مسرور ہے اچھا نہیں ہوتا

۴ وہ آخر مر گیا جس کو نگہ کے تیر نے مارا — کچھ اس کے زخم کا دستور ہو اچھا نہیں ہوتا

۵ عبث میری دوا کی جستجو کرتے ہو غم خوارو — مریض عشق تو مشہور ہے اچھا نہیں ہوتا

۶ ہزاروں دم کی اُمید ایک سا دم میں ہو دوا لے — رضا یہہ کون سا مذکور ہے اچھا نہیں ہوتا

۱ خون سے میرے زیادہ رنگ ہے لاتی حنا ۸۱ جو تجھے اس طرح لے قاتل یہ ہو جاتی حنا

۲ جی میں ہو پامال کر ڈالوں اسے جوں نقش پا — بے ادب کیا تیرے تلووں کو ہو سہلاتی حنا

۳ جا کے اُس کے پاؤں سے لپٹی ہو یارب کس طرح — دیکھیے آخر کو ہو کیا رنگ دکھلاتی حنا

۱ دیکھتے ہی اُس کی صورت کو میں دیوانہ ہوا ۸۲ آئینہ خانہ مرے دل کا پری خانہ ہوا

۲ تیرہ روزی میری اُس کی آنکھوں میں تربجا — نامہ بر لایا را اپنا آپ ہی پروانہ ہوا

۳ شمع سے طاقت کسی کو ہم زبانی کی نہ تھی — یہہ دل صد چاک اُس کی زلف کا شانہ ہوا

ہم نشینوں سے مرے رونے پہ یوں کہنے لگا — گھر نہیں میرا ہوا یہہ تعزیت خانہ ہوا ۴

وائے بے کم فرصتی جب تک بھرے جام نشاط — زندگانی کا یہاں لب ریز پیمانہ ہوا ۵

بچ گیا کیا مفت و رد جان ستان ہجر سے — یار کے جانے کے ساتھ ہی اپنا مر جانا ہوا ۶

حسرت اپنی کیا کہوں محرومیٔ طالع سے میں — رات کو بلبل ہوا اور دن کو پروانہ ہوا ۷

دیکھ اپنے در پہ مجھ کو یوں تجاہل سے کہا — کس طرف سے اس مسافر کا ادھر آنا ہوا ۸

تم جو کہتے تھے رضا ہے عشق میں جی کا زیاں — سچ ہوئے اے مشفق مرے آپ ہی کا فرمانا ہوا ۹

۴۳

جیتے جی گر یہاں سے جایئے گا — پھر کسے جا کے منہ دکھایئے گا ۱

زخم سینہ سے یہہ ہوا معلوم — کوئی دن اور باؤ کھایئے گا ۲

اگر آنکھیں نہ مند گئیں اپنی — زخم ایک ایک اسے دکھایئے گا ۳

جان گر اب کے بچ گئی غم سے — دل کسی سے نہ پھر لگایئے گا ۴

نہ کہا کچھ بھی میرے مرنے پر — کچھ ہو یہہ بات منہ پہ لایئے گا ۵

دم آخر ہے میں بھی چلتا ہوں — بیٹھ تو جایئے کہ جایئے گا ۶

آہ و نالہ سے گر ملی فرصت — حال دل کا اسے سنایئے گا ۷

اتنے جلنے پر اے بتاں یہہ ناز — کیا خدا سے نہیں ملایئے گا ۸

اس کو ہے تیغ آزمائی کا شوق ق — جی میں آتا ہے دل چلایئے گا ۹

کام ہوگا جو لڑ گئی قسمت — ورنہ طالع تو آزمایئے گا ۱۰

لاش پر کشتۂ محبت کی ق — عیسیٰ کے آنے پر نہ جایئے گا ۱۱

گو ہیں جاں بخش اس کے لب لیکن — آپ بھی ٹک زباں ہلایئے گا ۱۲

مے کدے سے چلے تو ہو مسجد — کیوں رضا پھر بھی ادھر آیئے گا ۱۳

۴۴

مت کر تلاش دل کو مرے پارہ بے شعور — گر آسماں چھٹا تو سلایا نہ جائے گا ۱

آنا گلوں کا تجھ کو مبارک ہو عندلیب — بن یار ہم سے باغ میں آیا نہ جائے گا ۲

کچھ فکر جلد کرے کہ تازہ ہوا ہے عشق — بھڑکا اگر یہ شعلہ بجھایا نہ جائے گا ۳

مت جا تو اس کے کوچے میں کہتے ہیں — پر تجھ سے اپنے گھر تلک آیا نہ جائے گا ۴

۴۵

یار سے خواستگار حور ہوا — شیخ ناداں سے یہہ قصور ہوا ۱

۲ مر گئے ہم شراب کے غم میں — اب تو ساقی تجھے سرور ہوا
۳ شقۂ وصل کیوں دیا قاصد — اور بھی دل تو نا صبور ہوا
۴ اُن نے تلوار غیر پر کھینچی — مجھ کو مرجانا اب ضرور ہوا

۸۶
۱ بر میں وہ سیم بر نہیں آتا — میں غرض غم سے بر نہیں آتا
۲ اس میں ہوتا ہے وہ تو خوش لیکن — کیا کریں ہم کو مر نہیں آتا
۳ ہم تجھے اپنی قدر دکھلائیں — ہاتھ کچھ اس قدر نہیں آتا
۴ دل کی بے تابی نے خبر کی ہے — نامہ بر بے خبر نہیں آتا
۵ دیر و کعبہ میں کون سر پٹکے — ہم کو یہ درد سر نہیں آتا
۶ ہستی کی ہے دکان شیشے کی — کوئی پتھر ادھر نہیں آتا
۷ اس شجر کے لگائے ہم نے تخم — جس میں گل اور ثمر نہیں آتا
۸ کون آنکھوں سے ہو گیا اوجھل — ہائے اب کچھ نظر نہیں آتا
۹ سوزش دل کو آہ مت پوچھو — اشک بھی بے شرر نہیں آتا
۱۰ دیکھی اُس کی گلی رضا نے مگر — ان دنوں پھر وہ گھر نہیں آتا

۸۷
۱ میرے نالے پہ نہیں تجھ کو تغافل کے سوا — گل نہیں سنتا کسی کا شور بلبل کے سوا
۲ تم جو کچھ چاہو کرو جور و عتاب و خشم و ناز — کچھ نہیں بنتا ہے عاشق سے تحمل کے سوا
۳ جو سخن رس آشنا ہیں زلف و کاکل کے تری — اُن کو مضمون بھی نہیں ملتا ہے سنبل کے سوا
۴ کس طرح مجھ سے جدائی تجھ کو آتی ہے پسند — قافیہ گل کا نہیں ٹھہرے ہے بلبل کے سوا
۵ واسطے موسیٰ کے سرمہ طور کا ہے لے رضا — ہیں نہ دونوں آنکھوں میں خاک پائے دلدل کے سوا

۸۸
۱ گور کے منہ سے ہم پھر آئے تم نے کبھی بھی آ دیکھا — دیکھو تو ایدھر آنکھ ملا کے تم کو بس دیکھا دیکھا
۲ کس کی الفت کیسی محبت کیا پھر منہ دیکھیں گے ہم — جاؤ چلے تم یہ بھی گویا اک تماشا تھا دیکھا
۳ میں جو کہا اب مرتا ہوں میں ہنس کر بولا جھوٹ نہ بول — مار نہ مریے پھر کیا کیجے طور جواب اس کا دیکھا
۴ آنے جانے میں اس کوچے کے کیا دل جو بھر آتا — رونے لگتے تھے ساتھ اس کے جب کے تئیں روتا دیکھا
۵ کوئی نہ دیکھے ہم کو دکھایا جو کچھ اس کے دیکھنے نے — دل کو دیکھا آتش خانہ چشموں کو دریا دیکھا
۶ مرتا نہیں بن موت کوئی کیا کہیے رات جدائی کی — سر بھی پھوڑا چھری بھی ماری زہر بھی ہم نے کھا دیکھا

کل کیا کیا انداز کی باتیں اِن اُن میں چلتی تھیں — میر رضا تو بے مزہ اُٹھے ہم نے زور مزہ دیکھا ۷

بزم افروز وہ اک شب ستم ایجاد ہوا ۸۹ شمع ساں روز کا جلنا مجھے معتاد ہو ۱

گر ہا دام میں آئے تو اڑا دیتا ہے طائرِ وصل کے جو شوق میں صیاد ہوا ۲

بھولا دینا کو ہے زاہد ہوس جنت سے طفل کو ذوق سے بازی کے سبق یاد ہوا ۳

آہ اس عشق کی آہن جگری مت پوچھو تیغ شیرویہ بنا تیشۂ فرہاد ہوا ۴

حسرت قد کا تری خستہ جمن میں جو گیا سایۂ گلبن اسے سایۂ جلاد ہوا ۵

مدتوں سے جو چلا آتا تھا دستور وفا سو ترے عہد میں یک بار برافتاد ہوا ۶

اے رضا تجھ ہی پر استادی نہیں ہے موقوف — جو کہ شاگرد ضیا کا ہوا استاد ہوا ۷

اب بیٹھے پچتایا کیجے پہلے اس کو نہ جانا تھا ۹۰ مر جانا بہتر تھا لیکن اُس کی گلی نہ جانا تھا ۱

دیکھو تو کس کس طرحوں سے غیر لگاوٹ کرتا ہو بات ابھی تم کو آتی نہیں ہو دل کیا تم کو لگانا تھا ۲

کچھ جو ہوتی عقل تو وہ لیلےٰ ہی کے در پر مر جاتا — دشت جانا کیا تھا مجنوں سچ مچ کا دیوانہ تھا ۳

کیا کہوں میں کس طرح سے دل مرا جاتا رہا ۹۱ اک چھلاوا تھا آیا چھل گیا جاتا رہا ۱

اُس کے جانے کی نہ کچھ پوچھو جوانی کی طرح اور تو کیا زندگانی کا مزہ جاتا رہا ۲

آئے تھے مستی میں ہم کرنے کو اُس سے گفتگو — ایک ہی اُس نے سنی سارا نشا جاتا رہا ۳

نہ دل ہی عشق کے شعلے نے کچھ تمام لیا ۹۲ زبان جل گئی اس آگ کا جو نام لیا ۱

نشے میں دیر سے مسجد کی تاک باندھی تھی پہ شکر لغزش پا کا کہ جس نے تھام لیا ۲

نہ پوچھو مجھ سے رضا فائدہ محبت کا — کبھی کسی نے بھی ناکامیوں سے کام لیا ۳

کہتے ہیں آپ جو کچھ سو سب بجا ہو صاحب ۹۳ اِن جاں فشانیوں کا بدلا یہی ہے صاحب ۱

مجنوں کے مرنے کا ذکر پہنچا تو ہوگا ماتم بیماری میرے تئیں بھی اس لو وہی ہو صاحب ۲

جاتا نہیں بہانہ کس کا۔کا یہہ آنا دیکھو تو رات کتنی باقی رہی ہے صاحب ۳

آگ جائے جیب میری گر ہونٹ بھی ملا ہو یہہ بات قہر تم سے کس نے کہی ہے صاحب ۴

گلشن کا پتا پتا کھاتا ہے زہر اس پر سبزی تمھارے خط کی کیا ابھی ہو صاحب ۵

مرتے ہوا رضا پر منہ سے زرا نہ بولا — اس ادا سے تمھیں بھی کچھ آگہی ہو صاحب ۶

جور و ستم کسی پر کرے کوئی کیا سبب ۹۴ اُس کی جفا کا ہے یہ ہماری وفا سبب

۲ ارماں اُسے اٹھا ہے مرا اشکِ سُرخ دیکھ — شوق حنا کا اُس کے یہ رونا ہوا سبب
۳ ہر دم بُرا کہے ہو میاں مجھ کو کس لیے — آخر ہر ایک بات کا ہوگا بھلا سبب
۴ قاصد سوائے آہ کے عاشق کا کوئی نہیں — یوسف کی ہوئے لانے کی بو کے صبا سبب
۵ دیکھیں کہے ہے کون غزل اس ردیف میں — کہنے کی اس زمیں کے ہوا ہے رضا سبب

۱ نہ اُس کی خو ہے اور نہ کہا غیر کا سبب — ۹۵ ان گالیوں کا تیری ہو کیا رضا سبب
۲ نہ عشوہ نہ کرشمہ نہ غمزہ تھا نہ ادا — جانے کا اپنے دل کے کچھ اور ہی ہوا سبب
۳ آہ سحر کرے ہے ہمارا شگفتہ دل — غنچوں کے ہوئے کھلنے کا بادِ صبا سبب
۴ نہ برق ہو نہ شعلہ نہ خورشید ہو نہ شمع — یارب ہمارے دل کی تپش کا ہو کیا سبب
۵ جلوے نے اُس کے حسن کے دل ہم سے لے لیا — ہے کاہ کی کشش کا رضا کہرُبا سبب

۱ بزم خوبوں سے تابناک ہے سب — ۹۶ بن ترے اپنی بھاؤں خاک ہو سب
۲ حالِ دل اُس کی زلف میں مت پوچھ — شانے کی طرح چاک چاک ہے سب
۳ آہ کس صدمے کی یہ چوٹ لگی — دل جگر جان دردناک ہے سب
۴ عشق کی راہ کیا ہی اوہٹ ہے — دل و جاں لے رضا ہلاک ہے سب

۱ ابر ہے ابر ہے شراب شراب — ۹۷ ساقیا ساقیا شتاب شتاب
۲ نامہ لکھتا ہوں اور کہے ہے شوق — قاصدا قاصدا جواب جواب
۳ ہم جیسے ہیں جو ٹک تو بولو — لیجیے لیجیے ثواب ثواب
۴ یار بن اپنی زندگی اے خضر — موت ہے موت ہے عذاب عذاب
۵ یہ رضا نے غزل کہی اس کا — شاعراں شاعراں جواب جواب

۱ ٹک تو محمل کا نشاں دے جلد لے صورت زرا — ۹۸ کب تلک بھٹکے پھریں اب ہم تو دیوانے خراب
۲ یہ بھی کچھ اندھیر ہے اب زلف تیرے درمیاں — گھر بسے شانے کا اور ہوں دل کا شانے خراب
۳ دل تو خوں ہو بہ گیا اور ہے جگر باقی سو اب — اس کی بھی حالت لگی ہم کو نظر آنے خراب
۴ گھر بسے تو گھر میں کس کے جا بسا ہے بول اٹھ — مسجدیں یاں ہیں تجھ بن اور بتخانے خراب
۵ شمع ہجر کا شعلہ اپنا آگ دے فانوس کو — کب تلک پھرتے رہیں گرد اس کے پروانے خراب
۶ چپ ہو اب تو لے رضا ان نالوں پر رحم کر — رونے سے تیرے ہوئے سب شہر و ویرانے خراب

کچھ نہیں بن تیرے ہم جوں گرد جیتے جی خراب ۹۹ مر گئے کے بعد بھی عاشق کی ہو مٹی خراب ۱

ناقۂ لیلیٰ کو رو کو جس طرح ہوائے غزال — شہر ویراں ہو چکا اب ہوتی ہو وادی خراب ۲

پوچھتے کیا ہو رضا کا مجھ سے تم حالِ خراب ۱۰۰ ایک تو تھا ہی وہ ناتواں پر اب پی ہو شراب ۱

دل دینا بھلا میرا ایسا تھا بُرا صاحب ۱۰۱ دن رات برا مجھ کو کہتے ہو بھلا صاحب ۱

اک دیکھنے کی خاطر یہ باتیں جو سُنتے ہو — تم اپنی طرف دیکھو اے میر رضا صاحب ۲

ہم مر گئے پہ شکوے کی مُنہ پر نہ آئی بات ۱۰۲ کیوں بے زبان عاشقوں کی آزمائی بات ۱

دعوائے عشق کرنے کا کیا مُنہ کسی کا تھا کم بولنے نے تیرے یہ ساری بڑھائی بات ۲

ہم پیشگی کی مجھ سے کرے گفتگو رقیب مُنہ اُس کا دیکھو تو یہ تمہاری سکھائی بات ۳

سب کچھ پڑھایا ہم کو مدرس نے عشق کے ملتا ہو جس سے یار نہ ایسی پڑھائی بات ۴

اپنا کسے کہوں نہ کہوں کس کو ہے غضب جس وقت مُنہ سے نکلی ہوئی پھر پرائی بات ۵

کیا غیر نے کہا کہ لگے بد بدانے تم میں نے بھی چھیڑنے کی نئی اب تو پائی بات ۶

مذکور گل کا جانے دو ہو جاؤ گے خفا تھمتی نہیں زبان پہ جس وقت آئی بات ۷

مجنوں کے نام سے مرا احوال اُس نے تب سُنا شکرِ خدا کہ خوب بن آئی بنائی بات ۸

بلبل کا نالہ آگے مرے اس طرح سے ہے جس طرح شہریوں سے کرے روستائی بات ۹

تقریرِ صاف پر جو رضا کی کرے نظر — اندھے کے تئیں عجب نہیں دیوے دکھائی بات ۱۰

سنتے ہو تم تو دل سے میاں ہر کسی کی بات ۱۰۳ گر حکم ہو تو ہم بھی کہیں اپنے جی کی بات ۱

مذکور دل کا ہو اسے ٹک کان رکھ کے سُن نہ ذکر جنگ کا ہی نہ ہی آشتی کی بات ۲

اک بوسے کے سوال پر اتنا عتاب کیا کیا جی میں دھر رکھی ہو ذرا سی کسی کی بات ۳

غیروں کا طنز و طعن کہاں اور میں کہاں سب ہے ہمارے دل کی یہ ناچارگی کی بات ۴

کب تک سنا کرو گے میاں دشمنوں کی ہائے ٹک دوستوں سے بھی تو سنو دوستی کی بات ۵

تجھ بن رضا کے مرنے کا کچھ غم نہیں پر آہ — جی ہی میں اُس کے رہ گئی افسوس جی کی بات ۶

زلف کھولے تھا کہاں اپنی وہ پھر بے بات رات ۱۰۴ خود بخود ہوتا تھا جوں شانہ دل اپنا چاک رات ۱

برگِ گل شبنم سے تر مت جو نیوالے باغ باں گل نے دامن سے کیے بلبل کے آنسو پاک رات ۲

شمع روشن جوں کہ آتی ہو نظر فانوس میں برقع میں تھا جلوہ گر وہ روئے آتش ناک رات ۳

۴ مغ بچے کے چوکنے سے ہوگیا سارا خلل تجھے لگائے ورنہ رنداں دخترِ رز نے تاک رات
۵ تونے بھریاں شعلہ افشاں ایسی ہی آہیں رضا — یار کے کوچے کے جل گئے سب خس و خاشاک رات
۱ مت پوچھ دل جلا کہ جگر تھا کباب رات ۱۰۵ فرقت میں حال اپنا تھا یک سر خراب رات
۲ کوئی تو ہوئے دونوں سے جو غم سے چھوٹیں ہم یا جلد آئے موت کہ جائے شتاب رات
۳ اوروں کی سرگذشت سنتے ہے وہ جاگ جاگ میرے ہی حال سے اُسے آتا ہے خواب رات
۴ کیا حالِ دل کا کہیے کسی بن نہ پوچھ ہائے نہ دن کو چین آئے اسے اور نہ خواب رات
۵ نہ رات ہی ہے رات نہیں تیرے ہجر میں بن تیرے دن بھی ہے نہیں اے آفتاب رات
۶ محشر کے دن سے کس کو ڈراتے ہو واعظا ہجراں کی اسکی ہے نہیں ہوئے عذاب رات
۷ کیا گزری دل جگر پہ رضا غم کی آگ سے — آتی تھی تیری آہ سے بوئے کباب رات
۱ گرم مت ہو جو میں کھینچوں نفس سرد بہت ۱۰۶ کیا کروں صبر بہت کم ہے مرا درد بہت
۲ یارب آوارہ ملا کون اب خاک کے بیچ آہ کچھ دشت میں آج اڑتی ہے پھر گرد بہت
۳ غیر کا کیا ہوا درماں دو لبِ عیسی دم آج تڑپے ہے مرا کچھ دل پُر درد بہت
۴ تو کسی نشہ پسنے کا ہوا ہے عاشق — ان دنوں پھر ہے رضا رنگ ترا زرد بہت
۱ یہ کہتا نہیں ہوں مان لو بات ۱۰۷ پر مری پیارے ٹک سنو بات
۲ کچھ اس کے نہ قرب و بُعد کی پوچھ میں کیا کہوں ہے یہ کو بکو بات
۳ اور عشق کی کیا کہوں میں یارو ق اک طرفہ مزے کی ہے سنو بات
۴ عار آتی تھی جس سے بات مجھ کو — کہہ جاتا ہے اب تو وہ بھی وہ بات
۵ سونے بھی دو ہونے آتی ہے صبح — اب میر رضا جی بس کرو بات
۱ تیرے ہی واسطے سب جھانکیں ہیں کوے آفت ۱۰۸ اے آفت آرزو کی اور آرزوے آفت
۲ اُس فتنہ ساز کا کچھ مُنہ پھیرنا نہ پوچھو — ہونا پڑا ہے ہم کو اب روبروے آفت
۱ بھر عمر کی ریا کی مٹ جاتی ہے ملامت ۱۰۹ زاہد کی بت جو میرا اک دن کرے امامت
۲ تا حشر تو ملا جائے تو بھی نہ ہو برابر جو کچھ کہ مجھ پہ کی ہے اس رات نے قیامت
۳ جز مشتِ استخواں کے تجھ میں نہیں رہا ہے ق اک شخص نے یہ جا کر مجنوں کو کی ملامت
۴ رو کر کہا یہ اُس نے سچ ہے نہ پیر صاحب — کیا غم ہے جب تلک ہے لیلیٰ کا سگ سلامت

تو کس کی شمع شبستاں تھا یار آج کی رات ۱۱۰ کہ صبح تک میں رہا بے قرار آج کی رات ۱

ہجوم یاس ہوا اب روز وعدے کا گزرا — تو لے اجل ہو مری غمگسار آج کی رات ۲

زلفِ شب رنگ کی چلی کچھ بات ۱۱۱ ہم نے آنکھوں میں رات کاٹی رات ۱

نہیں ممکن کہ پھر قرار آئے — گر یہی دل ہو گور میں بھی ساتھ ۲

رات دن بے قرار رہتا ہے — دل بھی اپنا ہی زور خوش حرکات ۳

سچ کہہ رضا یہ کس سے لگائی ہو سانٹ بانٹ ۱۱۲ کچھ پھر ہے ان دنوں میں ترا جی نپٹ اُچاٹ ۱

دیکھیں تھے کیوں کے چشموں سے جاتے رہے گئے تم — لخت جگر کی جو کی بٹھائی ہو گھاٹ گھاٹ ۲

ٹکڑے چنے ہیں دل کے جو آنکھوں کے خوان میں — ہو کس کے میہمانی کا لے مردماں یہ ٹھاٹ ۳

اپنی گلی کے آنے سے مجھ کو نہ منع کر — بدنام ہو گئے بند کرے گا جو راہ باٹ ۴

اس چشم و دل نے کہنا نہ مانا تمام عمر — ہم پر خرابی لائی یہ گھڑی کی پھوٹ پھاٹ ۵

رہنے دے اپنی بزم میں کچھ بولوں میں اگر — مانندِ شمع پھر دہیں میری زباں کو کاٹ ۶

اب اس گلی میں آتا جو ہے ہر گھڑی رضا — کچھ تو ملی ہو واں سو تجھے میری بات چاٹ ۷

کہتے ہیں ہم غیروں سے بے فائدہ مت مل عبث ۱۱۳ دل شکستوں کو نہ کر لے دل ربا بے دل عبث ۱

خندہ زن نہ گل نمط نہ مثل شبنم اشک ریز — اپنی قسمت میں ملا ہے اس طرح کا دل عبث ۲

جوں صدف ہم سینہ چاک اک قطرے کی خاطر ہیں — بس ترا یہ شور ہے لے ابر دریا دل عبث ۳

پھر عناں وادیِ مجنوں کو وگرنہ ہے یہ سب — بادیہ گردی تری لے صاحب محمل عبث ۴

اتنا ہی کہنا تجھے بس ہے کہ عاشق تھا رضا — قتل کو میرے بہانہ ڈھونڈ نا قاتل عبث ۵

کیا نہ دیدوں سے زمانے کو سروکار ہے آج ۱۱۴ ایک درہم جو رکھے مالکِ دینار ہے آج ۱

کل تو معمورۂ عالم کو ڈبایا لے چشم — کیا خرابی ہے تو پھر رونے کو تیار ہے آج ۲

دیکھنا دیکھنا کیا دل میں لگی آتش عشق — کیوں مرا نالۂ خوں بار شرربار ہے آج ۳

گردش چشم سے تیری جو بہا کی کا حریف — سو وہ جاروب کشِ خانۂ خمار ہے آج ۴

لے رضا خطِ سیہ اُس کے نہیں چہرے پر — حسن کے واقعے کا یار عزادار ہے آج ۵

نہ لے راز محبت دل نالان کے بیچ ۱۱۵ آگ کس طرح سے ہو بند نیستان کے بیچ ۱

وہاں کیا ہے مرے اور شمع سحرگاہ کے بیچ ۱۱۶ دونوں کا کام تمام ہوتا ہے اک آہ کے بیچ ۱

۲ خط کے دھوکے سے گرا اُس کے زنخ دان میں دل   کس نے خس پوش کیا چاہ مری راہ کے بیچ
۳ اپنے تئیں حق نے چھپایا کیا ظاہر مجھ کو — ایک عالم ہوا گم راہ اس اشباہ کے بیچ
۱ کرتا ہے تن پہ نالۂ دل ہر نفس کے بیچ ۱۱۷ شعلہ کرے ہے جیسے کہیں خار و خس کے بیچ
۲ پرواز ہم بھی کرتے ہیں لیکن نہ دل کو کھول   مانند مُرغ قبلہ نما کے قفس کے بیچ
۳ تم ایک بارگی نہ ہوئے ہم سے ہم کنار   پہنچے کنار گور کے ہم اس ہوس کے بیچ
۴ محمل نشیں نے کچھ نہ کیا فرق حیف ہے   نالے میں دل کے اور صدائے جرس کے بیچ
۵ حسرت رضا کی اُس کی گلی میں تو کچھ نہ پوچھ — دیکھا تو ہوگا باغ میں بلبل قفس کے بیچ
۱ زلفوں کی کسی کی کہیں دیکھی ہے مگر موج ۱۱۸ بے چین رہے ہے عرق شرم سے ہر موج
۲ کل جوش نے دل کے تو لہو پانی کیا تھا   کیا آج کریں دیکھیں تری خون جگر موج
۳ جب اب دم تیغ تری یاد کروں ہوں   ہر زخم کہن مارے ہے اک تازہ و تر موج
۴ بے تابی دل مرنے پہ بھی دیوے جب آرام — اب زخم جو ہے تن پہ سو آتا ہے نظر موج
۱ بے پردہ ہو جو وہ رخ حیرت فزائے صبح ۱۱۹ خجلت سے حشر کو بھی نہ پھر منہ دکھائے صبح
۲ دیکھا نہیں ہے چاک گریبانِ یار کا   زاہد تو اتنا کرتا ہے فخر صفائے صبح
۳ اک دن بھی کچھ اثر نہ کیا اُس کے دل میں آہ   لے وائے وائے نیم شب ہائے ہائے صبح
۴ آہ سحر سے وا نہ ہوا دل تو ہے عجب   غنچہ کرے ہے کیوں کے شگفتہ ہوائے صبح
۵ دم بھر کی زندگی ہے چراغ سحر رضا — کچھ فکر جلد کر لے مبادا کہ آئے صبح
۱ جی دے ہے تیرے عشق میں بیمار بے طرح ۱۲۰ بدنامی تجھ پر آئی مرے یار بے طرح
۲ کس بے گنہ کی آئی ہے اب دیکھیے قضا — تم ان دنوں میں کھینچتے ہو تلوار بے طرح
۱ سب ہی قاصد جواب نامہ نہ پیغام تلخ ۱۲۱ اُس لب شیریں سے نکلی کس طرح دشنام تلخ
۲ مے کدے سے تو جو گزرے اس طرف مت دیکھیو   عیش مستاں تلخ کر دیں گے ترے بادام تلخ
۳ ہے بلائے سخت اپنے دل کے حق میں نام زلف   جس طرح غربت زدوں کے آگے ذکر شام تلخ
۴ ٹک ٹھہر خنجر سے خون اور رو کے اس کو دیکھنے — زندگی یہ ہی نہ کر لے جان بے آرام تلخ
۱ مجھ ناتواں سے نام ہے تجھ غم کا یاں بلند ۱۲۲ قدر اس ہما کی کرتا ہے یہ استخواں بلند
۲ سارا جلا جہاں کا دھواں دھار ہو گیا   یارب ہوا ہے آہ کا کس کی دھواں بلند

پھر پھر کے آگ دہر میں سارے تو ور نہیں   ایسا نہ ہو کہ آہ ہماری ہو یاں بلند ۳
تک دیکھنا رضا کی کہیں ہو نہ مشت خاک — یہہ گرد سی جو ہے گی پے کارواں بلند ۴
ناز کا مارا ہوا ہوں میں ادا کی سوگند ۱۲۳ کشتۂ جور و جفا ہوں میں وفا کی سوگند ۱
خواہ کافر مجھے کہہ خواہ مسلمان اے شیخ   بت کے ہاتھوں میں بکا یا ہوں خدا کی سوگند ۲
کچھ خبر راہ فنا کی بھی رکھے ہے ہم سے   کہہ دے اے خضر تجھے آب بقا کی سوگند ۳
یار سے خواری و رسوائی ہمیں بہتر ہے   غیر کی عزت و حرمت سے وفا کی سوگند ۴
شمع کی روشنی سر کٹنے سے ہوتی ہے دوچند   درد ہی کو مجھے حاصل ہے دوا کی سوگند ۵
اُس کی گر جان سے مطلب نہیں تجھ کو میاں — جھوٹے کیوں کھاتا ہی ہر دم تو رضا کی سوگند ۶
نکل مت گھر سے تو اے خانہ آباد ۱۲۴ کیا اب ہم نے بھی ویرانہ آباد ۱
قبول ہو گا کہیں تو سجدہ اپنا   رہیں یہہ کعبہ و بت خانہ آباد ۲
ہمارا ہی رہے اک جام خالی   مغاں رہیو ترا مے خانہ آباد ۳
رہے اُس زلف سے یہہ دل پریشاں   ترا گھر ہوئے یوں اے شانہ آباد ۴
رضا لوٹا ہے کس سفاک نے آہ — کبھی دل کو ترے دیکھا نہ آباد ۵
جب ترحم کو وہ کرتا ہے نظر سے پیوند ۱۲۵ دل کے ٹکڑے مرے ہوتے ہیں نظر سے پیوند ۱
کیوں کہے میں اب نہ کروں غم سے تہی قالب کو   ہائے بیلے کو ہوا اُس کی کمر سے پیوند ۲
زلفوں کو چہرے پہ بکھرائے کہہ اے مایۂ ناز — اس طرح شام کو دیتے ہیں سحر سے پیوند ۳
حسن کے گل کی بہت کر نہیں بلبل سمجی ۱۲۶ کیا تماشا ہی جو ہو جائے مرا یاد نمود ۱
ہائے لے زندگانی فرہاد ۱۲۷ وائے رے جاں فشانی فرہاد ۱
غم کا بوجھ اور بے ستوں کا کام   وائے رے ناتوانی فرہاد ۲
سر کٹنے پر بھی آہ کیا کہیے   نہ گئی سرگرانی فرہاد ۳
اے مرید رضا تو شیریں سے   ق اتنا کیجیو زبانی فرہاد ۴
ایک تیشے سے خاک میں مل گئی — کوہ سی سخت جانی فرہاد ۵
عشق شیریں لباں کے مرنے ہیں — ہے رضا ایک ثانی فرہاد ۶
قید کر ہم کو یہ ہے عین کرم اے صیاد ۱۲۸ دیکھا جاتا نہیں گل چیں کا ستم اے صیاد ۱

۲ گل سے رہیں قفس کرتا ہو تو ہائے نصیب — دور کیوں دام سے تیرے رہے ہم اے صیاد
۳ یا کر آزاد کہ کر بند قفس کے روزن — یہہ ہوا باغ کی کرتی ہے ستم اے صیاد
۴ اپنے گرنے کا زمیں پر مجھے افسوس نہیں — شاخ گل اس کی کشاکش سے ہو خم اے صیاد
۱ زبانی کہیو لکھ سکتا نہیں اے نامہ بر کاغذ ۱۲۹ مجھے آتا ہے رونا اور ہوا جاتا ہے تر کاغذ
۲ نہ کچھ پوچھ عشق میں اپنے ہمارے دل کی حالت کو — کبھی دیکھا تو ہوگا تو نے بھی ایک اے نامہ بر کاغذ
۳ یہاں تک بدگماں ہے میرے نامے کے توہم سے — نہیں چھوتا ہے مصحف کا بھی وہ کافر پسر کاغذ
۴ کسی کے عشق کی باتیں لکھیں اے یار سچ کہنا — رضا کیوں دیکھتا رہتا ہے تو آٹھوں پہر کاغذ
۱ نہ کہیو نکہت گل ہائے باغ نازک تر ۱۳۰ کسی کا اس سے بھی ہوگا دماغ نازک تر
۲ ہوائے آہ کے چلنے سے بکھرے جاتے ہیں — گل چمن سے ہیں گل ہائے داغ نازک تر
۳ تمہارا چلنا نہیں خالی از نزاکت کبک — ہے اپنا آہ دماغ سراغ نازک تر
۴ الٰہی چشم بد اس سے تو دور ہی رکھیو — کہ مست سخت ہوں میں اور ایاغ نازک تر
۵ رضا کو یاد رکھو اے فراموشی کاران — کہ دوستی ہے بہ شرط جناغ نازک تر
۱ اس کے لبوں کے مقابل ہرگز اے خضر آب حیات کر ۱۳۱ مرتا ہے اک روز میاں اپنے سے ظلمات نہ کر
۲ صبح سے جی ڈھا جاتا ہے دل گھبرا گھبرا آتا ہے — تجھ کو قسم میرے مرنے کی وعدے کا دن رات نہ کر
۳ ہم سے بھلے مانس نہیں آخر ہم سے نس رلوں نہیں — بیٹھ یہاں ہی دو اک دم کچھ جی میں پانچ اور سات نہ کر
۴ اپنے آنے جانے کی مت کہہ یار کہ ہم مرجائیں گے — غیر ہی بے غیرت ہے اتنا ہم سے یہہ حرکات نہ کر
۵ جب ہم نے کہا کیسے نہیں ہم عاشق نہیں پھر کیا بات رہی — کچھ کہہ کے جو کوئی منکر ہو اس بات کی تیں اثبات کر
۶ میر رضا کی بات تبھی کچھ ہو جس کو جی میں لائے کوئی — کیسے یہ رجب مارے ہیں دو دن کے ایسی بات نہ کر
۱ بہت ہو ان دنوں دل عشق کے فسانوں پر ۱۳۲ مجھے یہہ ڈر ہے کہیں رو نہ بیٹھو کانوں پر
۲ نہ ان کو شیخ سے الفت نہ برہمن سے نزاع — قسم ہے پیر کی مرتا ہوں نوجوانوں پر
۱ مان کہنا مندا آ بیٹھ سر منظر پر ۱۳۳ ورنہ جاری ہوا سیلاب لہو کا در پر
۲ آب حیوان کو کہاں ڈھونڈیے دل کے ہوتے — حیف ہے کوشش بے حاصل اسکندر پر
۳ دل کی الفت نہ گئی خط کے بھی آنے سے رضا — شام کو بھی یہ سیہ روز نہ آیا گھر پر
۱ کر نظر اپنی نمک کشاری پر ۱۳۴ رحم کر میرے زخم کاری پر

شمع روتی تھی رات مجلس میں		بن ترے میری آہ و زاری پر	۲
دل جگر جان سب تباہ ہوئے		روؤں کس کی میں سوگواری پر	۳
تک قرار اپنا یاد کر پھر تو		طعن کر میری بے قراری پر	۴
پھر بہت یاد کر کے روئے گا —		ہنس لے اب میری اشک باری پر	۵
تیری گلی بغیر رضا کو نہیں قرار	۱۳۵	جز سمت کعبہ قبلہ نما کو نہیں قرار	۱
آئے گا جب سس دل نالاں کو گور میں —		منزل بغیر پہنچے درا کو نہیں قرار	۲
روز تو ہم کو ملے ہیں زور پر	۱۳۶	زور مت کرنا کسی کم زور پر	۱
کیا تماشا ہاتھ ہیں مٹک دیکھنا		آنکھ چپکی جائے ہے ہر پور پر	۲
کس بر و نار پر کھائے ہیں گل		کیوں مرے دل سے ہیں تیرے مور پر	۳
روشنی بزم معنی تھا رضا —		نور برسے یارب اس کی گور پر	۴
جان دینے پہ ملے ہے جاناں	۱۳۷	عشق کا سود و زیاں ہو کچھ اور	۱
گو تو دامن کو اور خنجر کو دھو		خون عاشق کا نشاں ہو کچھ اور	۲
بس محبت تری دیکھی تاثیر		یہاں کچھ اور وہاں ہو کچھ اور	۳
سرو کو قد سے نہ دوں اس کے مثال		نوجواں میرا جواں ہے کچھ اور	۴
بدگماں یار ہوا غیروں سے		اس میں بھی ہم کو گماں ہو کچھ اور	۵
لے رضا جلد خبر لے دل کی —		اب کے حسم ہو کچھ اور	۶
اب رضا کا ملال ہے کچھ اور	۱۳۸	اب دوانے کا حال ہے کچھ اور	۱
سرو کو اس کے قد سے کیا نسبت		وہ مرا نونہال ہے کچھ اور	۲
کبک چلتا ہے وضع سے لیکن		خوش خراموں کی چال ہو کچھ اور	۳
خون دل سے بھرا ہے شیشہ چشم		شیخ جی کا خیال ہے کچھ اور	۴
ایک دم ہجر کا قیامت ہے —		عشق کا ماہ و سال ہے کچھ اور	۵
ہوں نقش پائے راہ میں اس کی نہ تادہ تر	۱۳۹	قوت ہو ناتوانی کی یارب زیادہ تر	۱
کس طرح نو خطوں کے نہ کھائے بھلا فریب		ہے رنج سادگاں کو بھی دل اپنا سادہ تر	۲
کیوں کر نہ آنکھیں ٹھنڈی کرے خدا کر دے		......	۳

۴ چاہا تھا اُس کو بھولیں جفا کے خیال سے — اس سے تو یاد اور بھی ہوئے ہیں زیادہ

۱ نہ رکھ فانوس اے فرّاش محفل شمع روشن پر ۱۴۰ نہ پروانے بچارے کا تو لے خون اپنی گردن

۲ سمجھ کر رکھیو بچاہا داغ سینہ پر مرے جرّاح نہیں رکھتا ہی ہرگز پنبہ کوئی سوراخ گلو

۳ زہے تسلیم زیرِ تیغ بھی تڑپے نہ اس ڈر سے مبادا چھینٹ لوہو کی پڑے قاتل کے دامن

۴ نہ چھوڑا آرزو کا ایک دانہ بھی جو پھر تو نے گری بجلی کہاں سو ایسی اپنے آہ خرمن

۵ رضا لشکر جگر کا غم نہ رو چپ رہ کہ ہم کو بھی — ہے اپنے دل کا ماتم یاد آتا تیرے شیون

۱ بھر نظر دیکھیں گے ہم اُس کو بلا جانان اگر ۱۴۱ دیویں گے رونے سے فرصت دیدۂ گریاں اگر

۲ حشر میں انصاف تو ہوگا ولیکن اس کو دیکھ حال اپنا کہہ سکے گا عاشقِ حیراں اگر

۳ اے مسلماناں کریں گے ہم سلام اُس دم تمہیں آگیا ایدھر کو وہ غارت گرِ ایماں اگر

۴ دل کو کرتے ہو تو قع جیسے اس غم کو ہائے عشق کے آغاز کا ہوتا کہیں پایاں اگر

۵ اے رضا وعدہ وہی اُس کے آج کیوں ہوتا خراب — کل ہی کر لیتا وفا کا اُس کی تو پیماں اگر

۱ رضا اس آہ و فغاں سے تو جائے مر بہتر ۱۴۲ فسانۂ غمِ دل دار مختصر بہت

۲ کبھی یہ کاوشِ غم ہائے اپنے جی کو نہ گئی خراب تڑپا دل گرہوا جگر بہت

۳ جو چشم و دل نہ رہیں اختیار میں اپنے — دل ایسا خوب ہے بہتر و چشم تر بہت

۱ چاندنی ہے آگ سی اے ماہ ہمارے تجھ بغیر ۱۴۳ لگتے ہیں اخگر سے آنکھوں میں ستارے تجھ بغیر

۲ حسرتوں سے دل کی اپنا جلد جی نکلا نہیں — دیر گر مرنے میں تھی لاچار پیارے تجھ بغیر

۱ ہاتھ اُس کے نہ آیا دامنِ ناز ۱۴۴ عشق کو سنتے ہی تھے دست دراز

۲ بیت ابرو ہے مخزنِ اسرار خط ہے چہرے کا شرحِ گلشنِ راز

۳ دیکھ کر چشم خونِ دل رونا کہیں افشا نہ ہو کسی کا راز

۴ کیوں نہ بدنام ہوں جہان میں میں دل ہے بدخواہ چشم ہے غماز

۵ ایک دل کے لیے یہ فوج کشی عشوہ و ناز غمزہ و انداز

۶ جب بلاتا ایاز کو محمود کچھ نہ کہتا سوائے بندہ نواز

۷ جب تک اُس سے نیاز دل نہ ہو — نہیں پڑھنے کا اے رضا میں نماز

۱ بجھ گیا دل غم سے اور خو اُس کی سرکش ہے ہنوز ۱۴۵ جل گیا یہ گھاس اور وہ شعلہ سرکش

مرگئے تو بھی گیا جی سے نہ زلفوں کا خیال — گور میں بھی آہ اس دل پر کشاکش ہے ہنوز ۲
ناخوشی تیری سے رضا کی بر کے آہ — تو خوش آمدے رقیبوں کی میاں خوش ہے ہنوز ۳

مری خبر نہیں تجھ کو ستم شعار افسوس ۱۴۰ کرے گا پھر تو پشیماں ہو بار بار افسوس ۱
خدا کرے کہ ہوں شاکی ہجوم غم کا ترے — میں اپنی تنگ دلی پر کروں ہوں یار افسوس ۲
اُسے تو دل پہ مرے داغ کا خیال نہیں — بہار پر نہیں آتی یہ لالہ زار افسوس ۳
غبار آگیا آنکھوں میں راہ تکنے سے — پر اُس کی راہ کا پایا نہیں غبار افسوس ۴
چمن کی سیر سے اُس بن شگفتگی معلوم — پڑا سا ہی بناو بجاتی ہے بہار افسوس ۵
حریف خوب ملا تھا وہ طفل بازی گوش — پہ عشق بازی میں ہو سخت بد قمار افسوس ۶
کیا ہے ایسا مجھے مبتلا ے نومیدی ق ہزار حیف ہو اے عشق اور ہزار افسوس ۷
کہ میرے جانے پر آتا ہے اضطراب کہ حیف — کرے ہو رہنے پہ وعدے کے انتظار افسوس ۸
کہ حبیب نے میرے دیا جواب رضا — کریں ہیں آج پرستار یار بار افسوس ۹

دم ہے آتا دیر دیر اور نکلے ہے کم کم نفس ۱۴۰ جی کی کچھ کہنے جو پاتے اب کوئی ہم نفس ۱
ایک دم آرام سے گزرے تو ممکن یہ نہیں — کہہ کے آئے ہم وہاں یہ ہم سے آخر دم نفس ۲
کیا کہیں اب ناتوانی سے بہ قول اپنے رضا — "دم ہے آتا دیر دیر اور نکلے ہے کم کم نفس" ۳

فسوں تیرا کرے گا مختلط سیماب اور آتش ۱۴۰ کہ لب پر تیرے یک جا جلوہ گر ہو آب اور آتش ۱
مجھے ہر دم کی اشک آہ سے دل کی بہت ڈر ہے — جلا دیویں مبادا میرے تئیں یہ آب اور آتش ۲
بہت سا میں نے ٹھہرایا نہ ٹھہری یک نفس ہرگز — نکالا اپنی ترا چہرہ تو ہوں سیماب اور آتش ۳
نہ کہہ لے زاہد کہ فہم خون اللہ کی شیشے میں — مثال اسکے خلق سے باہم ہیں آب اور آتش ۴
جب آیا عشق دل میں صبر کو لازم ہوا جانا — نہیں جا رہ سکتے ہیں باہم کہیں سیماب اور آتش ۵
تو اشک گرم مت آنکھوں میں اپنی جانیو ہرگز — کیا ہے عشق نے صنعت سے یک جا آب اور آتش ۶
اسے جب دیکھتا ہوں آپ سے جاتا رہوں ہوں میں — مقابل کس طرح ہو کر رہیں سیماب اور آتش ۷
تری نیرنگی نے یک رنگ کر آدم کو دکھلایا — جو چاروں مختلف تھے باد اور خاک آب اور آتش ۸
لیا کچھ اپنا زانو بلے کہ نح ہم نشیں سچ کہہ — کہ اب سر میرا اور بالیں ہو جوں سیماب اور آتش ۹
کسی کو اشک آہ اپنی پہ رحم آتا نہیں زندہ — الٰہی شہر جیدا دوں کو لیوے آب اور آتش ۱۰

۱۱ گیا جو کوچے سے تیرے گیا وہ سارے عالم سے — مثل عاشق کی پھر دنیا سے ہو سیماب اور آتش

۱۲ سلوکِ غم ہمارے دل سے مت پوچھو تم اے یارو — کبھی دیکھا تو ہوگا تم نے ملتے آب اور آتش

۱۳ اٹھا مت برقع اپنے منہ سے آگے بے قراروں کے — مری جاں اور تری صورت ہو جوں سیماب اور آتش

۱۴ کوئی سیراب عشرت سے کوئی جلتا ہو حسرت سے — مگر ظالم تری تروار میں ہو آب اور آتش

۱۵ رضا وو قافیے پر میں لکھی ساری غزل آخر — کہیں ہو آب اور آتش کہیں سیماب اور آتش

۱ دل شکستہ کو ہو اب شراب کی خواہش ۱۴۹ کہاں تلک نہ ہو زخمی کو آب کی خواہش

۲ میں کیا کروں گا ہوا دل بھی جل کے اب بھسمنت — اگر کرے وہ شرابی کباب کی خواہش

۳ رضا کو تری خوشی سب طرح سے ہو منظور — نہ غم عذاب کا ہو نہ ثواب کی خواہش

۱ ہوتے ہیں جب شرابِ مستانہ وقت رقص ۱۵۰ کیا کیا ادا بناتے ہیں جانانہ وقت رقص

۲ طاؤس اپنی شورش مستی کو بھول جائے — دیکھے اگر وہ جلوۂ مستانہ وقت رقص

۱ چشم سے تیری برآئی جو تھی آفت کی غرض ۱۵۱ تیرے قامت سے ہوئی حاصل قیامت کی غرض

۲ جان نے بھی کر دیا مطلب وفا کا سب تمام — دل ہی نے میرے نہ کی پوری محبت کی غرض

۱ ہو روشنی بزم مری بے خطر اے شمع ۱۵۲ پروانگی ہوتا نہیں تھا یال پر اے شمع

۲ پروانے کو تو شام ہی کو تو نے جلایا — کچھ اپنی سحر کی بھی تجھے ہے خبر اے شمع

۳ یہ سچ ہو کہ چہرہ ترا چندا ہے ولیکن — پھر کس لیے رکھتا ہو لگن چشم تر اے شمع

۴ یوں صبح کے تئیں اپنی کیا شام رضا نے — جس طرح تری شام ہوئی سحر اے شمع

۱ دل میں اب باقی نہیں ہے جائے داغ ۱۵۳ ہیں گے از بس داغ بر بالائے داغ

۲ لائے کو اک داغ تازہ اور ہو — دل کا اپنے گر رضا دکھلائے داغ

۱ ہم اپنی دنیے میں تم کو کریں نہ جان دریغ ۱۵۴ تم ایک بوسہ نہیں دیتے مہربان دریغ

۲ مجھے نہ جانا کبھی تو نے اپنا دشمن بھی — دریغ میری محبت ترا گمان دریغ

۱ زرا تو ناز کرے شوخ بے وفا موقوف ۱۵۵ نیاز فرض ہو اب ملنا ہو گیا موقوف

۲ ترا تو اب کہیں مطلب کھلا کہ ہم نے عشق — کیا تھا پہلے ہی سے اپنا مدعا موقوف

۳ حساب میں بھلا دیکھیں زیادہ نکلے کون — خطا نہ کم کریں ہم اور نہ تو عطا موقوف

۴ کبھی جو بات نہ کہتا تھا اُس نے دی گالی — اثر جو دیکھا نہ کچھ ہم نے کی دعا موقوف

یہ عقل ہے کہ خدائی اُسے ملے لیکن —		بتوں کا عشق کرے اب بھی گر رضا موقوف	۵
کیا ورد ہے عشق کا مخالف	۱۵۶	ہے اس کی سبھی دوا مخالف	۱
کیوں کر ملے مجھ سے یار جنس کے —		آپس میں شہ و گدا مخالف	۲
شورِ بلبل ہے فغانِ دلِ زارِ عاشق	۱۵۷	سر گریباں میں کرتا ہے بہارِ عاشق	۱
دیکھ کیدھر گیا تک تو دل و قرار اپنے کو		کیا ہوا پوچھ نہ کچھ صبر و قرارِ عاشق	۲
جن نے عالم میں فنا ہی کے		کچھ نہ اے اہلِ جہاں پوچھو دیارِ عاشق	۳
داغِ دل گنتا ہوں گہہ گاہ فلک کے تلے		ہے شبِ ہجر تری روز شمارِ عاشق	۴
ہاتھ سے دیدۂ تر کے مری حالت مت پوچھ		بحرِ عمّاں کا کنارہ ہے کنارِ عاشق	۵
پہلے تک قلب دل بوالہوساں ہاتھ میں لے		ہوگا ظاہر تجھے تب صاف عیارِ عاشق	۶
خاک پر گو کہ ہماری نہ رکھے کوئی چراغ		ہوتا ہے داغ جگر شمع مزارِ عاشق	۷
دوستو ہم سفری مجھ سے نہ چاہو ہرگز		کہ سرِ راہِ فنا پر ہے گذارِ عاشق	۸
ہر گھڑی آنے پہ مت جا تو رضا کے اے شوخ —		بے قراری ہوئی ملزوم شعارِ عاشق	۹
گنتے ہی ہوئے گھڑیاں دن کرتے ہیں عاشق	۱۵۸	تھی کون گھڑی یارب ہم ہوگئے جب عاشق	۱
جوں نقشِ قدم در پر بیٹھا جو رضا اُس کے —		اے خاک ترے سر پہ آرام طلب عاشق	۲
عجب نصیب ہیں اپنے اگر ہو یار موافق	۱۵۹	تو ایک دم نہیں رہتا ہے روزگار موافق	۱
چمن میں چاک جگر گل ہیں نالہ زن سبھی بلبل —		ہوا کسی کو نہیں تیری اے بہار موافق	۲
ایک ہے تجھ پیرہن میں یوسف چالاک چاک	۱۶۰	دیکھنا دل کو زلیخا کے کہ ہو سب چاک چاک	۱
اپنا تو منہ بند کر سکتا نہیں ہے ناصحا		مجھ گریباں کا سیا جائے گا تجھ سے خاک چاک	۲
گر گریباں کو ادھر تار نگہہ سے سیجے —		دل کو کرتا ہے اُدھر وہ غمزۂ بے باک چاک	۳
گو نہ ہوا دسترس یار کے داماں تلک	۱۶۱	کاش پہنچے یہ ہاتھ اپنے گریباں تلک	۱
کس کی پڑی در کی خاک دیدۂ گریاں میں آ		اشک جو آتا نہیں اب سرِ مژگاں تلک	۲
وصل ہی کے دن مرے قتل کے در پے ہو رشک		زیست کی کس کو امید ہے شبِ ہجراں تلک	۳
کمبو رضا مر گیا جو ہیں قفس میں گیا —		گر ہو گذر اے صبا تیرا گلستاں تلک	۴
پہنچی ہے ناتوانی مری اب یہاں تلک	۱۶۲	نکلے ہے جان حرف جو لاؤں زباں تلک	۱

۲ پہنچا ہے تیر نالہ کا غل لامکاں تلک   آگے خدا ہی جانے کہ گزرا کہاں تلک

۳ ظاہر کرے گا سب مری افتادگی کا حال   جس کو رسائی ہوگی ترے آستاں تلک

۴ کیجیے جفا کسی پہ تو اک حد سے کیجیے   طاقت وفا کی دیکھیے ظالم جہاں تلک

۵ ہم ہی نہ تو ہم کو بھی کچھ اس میں سود ہے   راضی جو تم ہمارے ہو جی کے زیاں تلک

۶ اک بار ہنس تو مجھ سے بھی آگے رقیب کے   رکھتا ہے وہ خوشی تری دیکھو کہاں تلک

۷ سو بار اُن کو کہہ چکے باز آؤ عشق سے   ق   اس میں خرابی آئے ہو جائے ہو جاں تلک

۸ مجنوں کا بھی فسانہ سنایا اُنھیں تمام   فرہاد کا بھی قصہ کہا تھا جہاں تلک

۹ وے تو کسی طرح سے نہیں مانتے جب آہ   — سمجھائے کوئی میر رضا کو کہاں تلک

۱ دکھلا چکی یاں تک تو مری جلوہ گری رنگ   ۱۶۳ آنکھوں سے نکلتے ہیں اب اشکِ جگری رنگ

۲ تک ہونے دے جاروب درِ مے کدہ کی خاک   پھر دیکھنا ہے یہ ترا آب خضری رنگ

۳ اُس سروِ خراماں کو ذرا آنے دے باہر   تب دیکھیں گے جلوے کا ترے کبکِ دری رنگ

۴ وابستہ مرے دم سے ترا راز ہے ورنہ   دکھلائے گی ظالم یہ مری جاں سپری رنگ

۵ اے شیخ تجھے دیو ریا کا جو نہ لگتا   اپنا بھی دکھاتی مرے شیشے کی پری رنگ

۶ بس دیکھ چکے نازِ شب تیرا تو جلوہ   اب دیکھیے کیا کرتی ہے آہ سحری رنگ

۷ مل مُنہ میں رضا خاک ہم اُس کوچے کی مر گئے   — عاشق یونہیں کرتے ہیں لباس سفری رنگ

۱ تجھ سے یوں مل گیا ہمارا دل   ۱۶۴ ہم سے نا آشنا تھا گویا دل

۲ جیسا خانہ خراب مجھ کو کیا   گھر ہو ایسا خراب تیرا دل

۳ تم تو پاؤں اپنے سُرخ کر بیٹھے   گو کہ پامال ہو کسی کا دل

۴ دشمن اک عالم اس کا کیوں ہوتا   بات گر دوستوں کی سنتا دل

۵ یار و اغیار کا گلہ اک طرف   دشمن اپنی بغل میں ہے گا دل

۶ کیوں نہ کہتے تھے بات ہماری سن   ویسی ہی اب تو تو نے دیکھا دل

۷ آہیں ایسی بھریں رضا نے رات   — جس سے گھبرا گیا ہمارا دل

۱ ہائے وہ دل جسے سب کہتے تھے افلاک کے مول   ۱۶۵ دولتِ عشق سے بکتا نہیں اب خاک کے مول

۲ جامِ جمشید کہاں جام مے ناب کہاں   آبِ حیواں ہی نہیں مے کدے کی خاک کے مول

بس کہ زلفوں کے بنانے کا اُسے سودا ہے   شانے کو لیتے ہیں اب ہم دل صد چاک کے مول ۳
خوں چکاں لاش نہیں کیونکہ لگاتے صیاد — یعنی یہہ صید نہیں اُس کی ہو فتراک کے مول ۴
نہ نامہ بھیج سکتے ہیں نہ پیغام زبانی ہم ۱۶۶ کریں کس سے تری فریاد لے رازِ نہانی ہم ۱
یہ کس کے عشق کا شعلہ ہے بجز کا تن بدن میں ہے کہ جائے آب ریزی کرتے ہیں روغن فشانی ہم ۲
نہیں آتا ہمیں پر جھوٹ ہی کہیے کہ آئے گا کر گئے بے توقع صرف کیوں کر زندگانی ہم ۳
یک سب کی نظر میں ہوگئے ہیں خاک ساری سے رکھیں ہیں ہائے تس پر بھی تجے دل میں گرانی ہم ۴
غم ہجراں میں مرنے کی نہیں حسرت پہ یہہ غم ہے کہ اُس کے روبرو کرنے نہ پائے جاں فشانی ہم ۵
نہ سمجھے تھے کہ ہوگی حسب حال آخر کو اپنے ہی نہایت شوق سے سنتے تھے مجنوں کی کہانی ہم ۶
اب آیا وقت پیری کا ذرا تو رحم کر ظالم کہ حرف درد و غم تو کر چکے ساری جوانی ہم ۷
گرے جو اُس گلی میں تھے نہ اُٹھے نقش پا کی طرح کریں اب کس زباں سے شکر تیرا ناتوانی ہم ۸
رضا یاروں میں معنی رس نظر آتا نہیں کوئی — ضیا استاد کے آگے کریں اب شعر خوانی ہم ۹
دیکھیں ہماری ہوتی ہے کب شام غم تمام ۱۶۷ پروانے کا تو قصہ ہوا صبح دم تمام ۱
وعدے کی رات آئے ہے وہ حیلہ جو کبھی یعنی کہ اس ہی شوق میں ہو جائیں ہم تمام ۲
رندوں کے ہو جیے متعرض نہ شیخ جی جائے نکل مباد تمہارا بھرم تمام ۳
بندہ وہی خدا کا ہے جو بندگی کرے ورنہ ہیں زمانے میں عبد الصنم تمام ۴
وہ تو بلاکشوں کو کہیں ہیں رکھے ہو دوست — میرے ہی ہو نصیب رضا درد و غم تمام ۵
جوں شرر ہستی میں کہنے کو تو یاں آتے ہیں ہم ۱۶۸ کھولتے ہی آنکھ کے پھر اُڑ ہو جاتے ہیں ہم ۱
کس طرف ہے گھر ترا اے عشق بتلاوے ہمیں نہ تجھے کعبے میں نہ بتخانے میں پاتے ہیں ہم ۲
جب کے مہماں غم کے ہیں ہم کیا کہیں اپنی معاش خونِ دل پیتے ہیں اور لخت جگر کھاتے ہیں ہم ۳
دوستو تک اُس ستم گر کو نصیحت تو کرو — یہہ دِوانا ہے رضا اب اس کو سمجھاتے ہیں ہم ۴
وسعتِ مشرب سے ہیں یا ہر نیک و بد کے یار ہم ۱۶۹ گاہ تار سبحہ ہیں گہہ رشتۂ زنار ہم ۱
کیا طبیبوں سے کہیں ہم حال اپنے درد کا نرگسِ بیمار تیری دیکھ ہوئے بیمار ہم ۲
چشم گریاں، سینہ بریاں، دل تپاں، غیر دل ہے غم اٹھ چلے جوں شمع تیری بزم سے اے یار ہم ۳
شمع و گل تو ہم نہیں پر زخم داغوں سے ترے رونقِ بزم ہیں اور رونقِ گلزار ہم ۴

۵ تیغ ابرو ہر طرف اپنی دکھاتے ہو میاں ہیں سپاہی ہم بھی دیکھیں آپ کی تردار ہم

۶ کم کریں گے آہ و نالہ تیری خاطر سے رضا — چشم ترسے لیک ہیں اے مہرباں لاچار ہم

۱ آخر تو میاں تجھ سے ہو نومید چلے ہم ۷۰ آجا کہ ترا دل میں ترے لگ کے گلے ہم

۲ کیا اشک سے اور آہ سے اپنا کہیں احوال اس آب میں ڈوبے اور اس آتش میں جلے ہم

۳ کیا ہم کو سناتے ہو کہ کل جاؤں گا میں آہ ہے دیر بہت کل میں لو یاں آج ہی چلے ہم

۴ سینہ ہے سبھی داغ، جگر زخم ہے سارا اے عشق ترے ہاتھ سے کیا پھولے پھلے ہم

۵ کیا سوختگی آہ رضا دل میں ہے تیرے — سننے سے ترے حال کے جاتے ہیں جلے ہم

۱ اثر گر ایک پاتے نالہ سو بنیاد کرتے ہم ۱۷۱ جو ملتا سننے والا کوئی تو فریاد کرتے ہم

۲ رضا اب کیا کیجے کہ آنسو بھی نہیں آتے — کبھی رو رو دلِ ناشاد کو بھی شاد کرتے ہم

۱ اے بت ناآشنا کب تجھ سے بیگانے ہیں ہم ۱۷۲ تو اگر اس بزم میں مے ہے تو پیمانے ہیں ہم

۲ بوسہ لیویں یا گلے لگ جائیں آزردہ نہ ہو چاہنے والے ہیں اور دیوانے مستانے ہیں ہم

۳ کب الم اور حسرتیں اپنی کہیں اے دوستاں رات کو بلبل ہیں ہم اور دن کو پروانے ہیں ہم

۴ گھورنے سے کیا تمھاری آنکھوں کے ہم ڈر گئے وے اگر ہیں مست اے پیارے تو دیوانے ہیں ہم

۵ اے رضا ہم مل گئے اُس سے گلے پی کر شراب — گو ہیں دیوانے پر اپنے کام کے سیانے ہیں ہم

۱ اگرچہ ہیں لاچار اپنے اس دلِ مضطر سے ہم ۱۷۳ پر جو کچھ ہونی ہو ہو جاتے ہیں تیرے ڈر سے ہم

۲ بے وفا دستِ ستم اپنا ذرا موقوف رکھ داغ سینے کے مقابل کریں ٹک اختر سے ہم

۳ کیا کہیں سوزِ دروں سے پہنچے ہیں اس حال کو واسطے تسکین کے اب بدلیں ہیں دل اخگر سے ہم

۴ اس کے صاحب خانہ کے اب دیکھنے کا شوق ہو کعبے کو ماہیت پاتے ہیں تیرے گھر سے ہم

۵ جب میں رو کی راہ غصے ہو یہ کہہ کر پھر گیا — کم نکلتے ہیں اسی باعث رضا اب گھر سے ہم

۱ ہر نفس موردِ سفر ہیں ہم ۱۷۴ گویا دکانِ شیشہ گر ہیں ہم

۲ شمع کے گاہ تاجِ سر میں ہم گہہ پتنگے کے بال و پر ہیں ہم

۳ عشق نے جب سے کی ہے دل گرمی برق ہیں شعلہ ہیں شرر ہیں ہم

۴ رنگِ رخسار خوب رویاں ہیں آہ عشاق کے اثر ہیں ہم

۵ ہم ہیں نیرنگی بہار کے رنگ نخل و برگ و گل و ثمر ہیں ہم

سجدہ گہہ ہیں تمام عالم کی — کس کی یہہ خاک رہ گذر ہیں ہم ۶

اہل دل اپنے رہتے ہیں مشتاق — گو نیاّ وصل کی خبر ہیں ہم ۷

حال خطِ شکستہ میں لکھاّ — یعنی اس سے شکستہ تر ہیں ہم ۸

دشمنی ہم سے ہو نہیں سکتی — تجھ سے شرمندہ کینہ ور ہیں ہم ۹

جب سے دیکھی ہے اُس کے گھر کی راہ — اور خانہ خراب تر ہیں ہم ۱۰

رشک میں شور و شر سے ہیں لاچار — کچھ فرشتے نہیں بشر ہیں ہم ۱۱

اُس نے احوال پوچھا ہم مر گئے — کس قدر قصہ مختصر ہیں ہم ۱۲

کیا کریں دل نہیں ہے پاس رضا — صبر ہیں ورنہ بے جگر ہیں ہم ۱۳

۱۷۵ اب تو تم بھی جواں ہوئے ہو دیکھیں گے دل کو بچاؤ گے تم — دل جو گیا ہم چشم کوئی پھر آنکھ اُسی سے لڑاؤ گے تم ۱

اب جو ہم تم سے کرتے ہیں تم بھی کسی سو کروگے وہا — ہم سے تمہارا سلوک ہو جیسا ویسا ہی بدلا پاؤ گے تم ۲

بے تابی سے کروگے کیا کیا نکلی کسی کی مجلس ہیں — آؤ گے تم بیٹھو گے تم پھر آؤ گے تم اٹھ جاؤ گے تم ۳

رعشہ تبھی زباں میں لکنت پاؤں بیڑی ٹھہراویگے — مُنہ سے کچھ کا کچھ نکلے گا دل میں جو ٹھہراؤ گے تم ۴

وہ تمہاری سیکھ تمھیں سے بات میں بات کاٹے گا — میری صورت اپنا سامنہ تاک کے پھر رہ جاؤ گے تم ۵

نام کو دانہ دو دو دن تک میری طرح دیکھو گے نہیا — جب میں بہت سمجھاؤں گا تو تھوڑا سا کھانا کھاؤ گے تم ۶

نئی نئی چوٹیں کھا کھا کر جب بے کل ہو ہو جاؤ گے — مجھ کو ہم درد اپنا سمجھ کہنے کو غم کے آؤ گے تم ۷

ہر ہر بات میں رو رو کے گھبرا گھبرا کر بولو گے — کیسے غریب غریب ہو کر دل کی باتیں سناؤ گے تم ۸

میرے حالی شعروں کے مضمون بہت یاد آئیں گے — دس دس بار ایک ایک غزل کو مجھ کو پھر پڑھواؤ گے تم ۹

ہم نے ویسا آئینہ دے کر ہمیں دکھلاہے — یہہ تو کہو معشوق کو اپنے ہم کو بھی دکھلاؤ گے تم ۱۰

دل میں تم اپنے مت لانا جیتے رہے گر میر رضا — دے دل اُس کا ہاتھ میں لے کے جیسے دل کو لگاؤ گے تم ۱۱

۱۷۶ رہیں ہیں دل لگا پروازِ مرغ نامہ پر ہم — نہ کہہ اے شیخ کافر رکھتے ہیں دین پیمبر ہم ۱

پیام دوست ہر ایک ہی جدا گو صطلا میں ہے — جسے لکھتے ہیں جبریل اہل دل اُس کو کبوتر ہم ۲

۱۷۷ سینہ نشانہ گاہِ تیر و سناں کریں ہم — اس دل کے ہاتھ کیوں کر خاطر نشاں کریں ہم ۱

گر ذکر غم سے اب کے بچ جائیں یا الٰہی — کافر ہوں گر کبھی پھر عشق بتاں کریں ہم ۲

کب گل کو درد آیا نالے پہ بلبلوں کے — کیا اس کے بھاؤں ہر چند آہ و فغاں کریں ہم ۳

۴ ہردم کہو ہو کس کا بیمارِ عشق ہے تو
بے شرط درد اپنا پیارے بیاں کریں ہم

۵ کہہ لے رضا تو ہم کو کیا دے گا شرمگانی —
اُس بے وفا کو تجھ پر گر مہرباں کریں ہم

۱۷۸ ۱ نہ کھلا ہوں لالہ ساں نہ مثل گل خندیدہ ہوں
باغ میں دنیا کے ہیں تو بلبل نالیدہ ہوں

۲ کیا الم اور حسرتیں اپنی کہوں اے دوستاں
ہجر کا کشتہ ہوں میں اور وصل کا نادیدہ ہوں

۳ گھر بسے تو ہے کہاں میں تیری خاطر جوں صبا
کو بہ کو خانہ بہ خانہ در بہ در گردیدہ ہوں

۴ رو ہوں نہ غازہ ملا نہ ہاتھ ہوں مہندی بھرا
مثل مرجاں آپ ہی اپنے خون میں غلطیدہ ہوں

۵ نہ ابلنا بحر کا دیکھا ہے نہ جوشش تنور
اپنے ہی آنکھوں کے اشکوں میں طوفاں دیدہ ہوں

۶ آرزو کیا جانے کیا تجھ سے ہے اس کے دل تئیں
دو جہاں سو ورنہ میں دامانِ خواہش چیدہ ہوں

۷ داغ دل زخمی جگر سینہ مشبک چشم تر
ہر طرح سے تجھ سے میں اے عشق آفت دیدہ ہوں

۸ عشق کا نام و نشاں عنواں پہ ہو میرے رضا —
میں کسی کے دل کا شاید نامۂ پیچیدہ ہوں

۱۷۹ ۱ دل کا لینا تمہیں اے یار جو منظور نہیں
پھیر دو جلد کہ سودے کا یہ دستور نہیں

۲ دستِ شفقت نہ اٹھایاں سو نہیں جائے ہراس
دل صد چاک ہے یہہ خانۂ زنبور نہیں

۳ اک ہمیں میکدۂ دہر سے ناکام رہے
ورنہ یاں کون ہو جو اس بادہ سے مخمور نہیں

۴ لے گئے بھر کے سبو بحر جہاں سب ہائے
اک ہمارا ہی پیالہ ہے کہ معمور نہیں

۵ تیری فرقت میں وہ حالت ہے مرے دل کی آہ — ق
خامے کو لکھنے کا جس کے ذرا مقدور نہیں

۶ کون سا روز ہے جو وہ نہیں ہے حشر کا دن
کون سی رات ہے جو ہجر میں دیجور نہیں

۷ ٹک سمجھ کر کے رضا جام محبت پیجو —
یہہ مے عشق ہے ظالم مے انگور نہیں

۱۸۰ ۱ تنہا گھر ہی کا سرخ یہ دیوار و در نہیں
اس چشم خوں نشاں سو گلستاں کدھر نہیں

۲ قاصد نہ کہہ کہ اُن نے خبر بھی نہ پوچھی ہائے
اتنا بھی میرے حال سو وہ بے خبر نہیں

۳ دل کو تو جوں توں کرکے میں سمجھایا ناصحو
بن دیکھے اُس کے مانتی یہہ چشم تر نہیں

۴ روشن ہمارے گھر کو کرا اے شمع بزم حسن
خوش رہ کہ ہے پتنگے کے تئیں بال و پر نہیں

۵ قسمت تو دیکھ اپنے نصیبوں میں ہے ملا
اک نالہ ہائے اُس میں ذرا بھی اثر نہیں

۶ میں نے کہا رضا سے کرا بے شعور ہے — ق
کچھ بھی تجھے تو حال پر اپنے نظر نہیں

۷ یہہ وضع کیسی ہو گی کہاں کا یہہ طور ہے
جب آکے تجھ کو دیکھتے ہیں اپنے گھر نہیں

جس کوچے میں گزرتے ہیں اُس کی زباں پہ — تجھ ذکر کے سوا کوئی حرفِ دگر نہیں ۸
کوئی کہے ہے اس کو تو سودے کا زور ہے — فساد شہر میں نہیں یا نیشتر نہیں ۹
کہتا ہو کوئی یہ مرض صرع کا ہوا — شر یانوں کی جو اس کو ذرا بھی خبر نہیں ۱۰
خبطی کہے ہے کوئی کوئی کہتا ہے سڑی — کوئی کہے ہو عقل کا اس میں اثر نہیں ۱۱
وہ کون دن کہ آہوں سے تیری نہیں ہے شام — وہ کون شب کہ نالوں سے روز حشر نہیں ۱۲
ہیہات ہاتھ ملتا ہی رہتا ہے رات دن — رسوائی کا تجھے میاں کچھ اپنی ڈر نہیں ۱۳
یہہ سن کے آہ بھر کے تب اُن نے پڑھا یہ شعر — جس سے غرض رہی مجھے تاب جگر نہیں ۱۴
ناموس و ننگ ہوش خرد جان و دین و دل — سب جاؤ اپنے پاس سے وہ ہی اگر نہیں ۱۵
لاچار ہوں جو عرض غم بے کراں کروں ۱۸۱ ہر چند شکوہ ہوتا ہے لے بد زباں زبوں ۱
دیوانگاں کی بات کے مت پڑ خیال میں — ہے اُس کی فہم ۲
کہتی ہو ناتوانی مری مثل نقش پا — ہر اک قدم پہ اب یہیں لے ہم رہاں رہوں ۳
اک دن فغاں اٹھے گا یہ سمجھے تھے ہم بھی — کرتے تھے پیارے عہد میں جب تم اغاں اغوں ۴
اب کہہ تو کیا کروں میں بہ قولِ حسن رضا — سن سن وہ میرا حال کہے ہو نہ ہاں نہ ہوں ۵
خواب میں صورت خیال آکر دکھاتا ہے ہمیں ۱۸۲ جاگتے ہیں بخت تب جب خواب آتا ہو ہمیں ۱
وہ جدا رہتا ہے تا مر جائیں ہم غم سے کہیں — اور ہمیں ہو یہہ خوشی یار آزماتا ہے ہمیں ۲
گر خفا اک بار ہو غیر اُس کے ہنسنے کے لیے — سو طرح کی ناخوشی کر کے رلاتا ہے ہمیں ۳
تو تو چھپ بیٹھا ہے ہم کیوں کر چھپائیں اپنے تئیں — نام تیرا جو کوئی لیتا ہے پاتا ہے ہمیں ۴
تیرے کوچے میں کبھی آکر جو ہو جاتے ہیں ہم — کعبے کے باشندوں پر افسوس آتا ہے ہمیں ۵
تجھ سے بے غیرت نہیں ہم لے رضا معذور رکھ — غیر سے ملنے کی اُس کے کیوں سناتا ہو ہمیں ۶
میں سوائے سوز دل جوں شمع کچھ کہتا نہیں ۱۸۳ قیس پہ بھی سر کاٹئے بن یار تو رہتا نہیں ۱
ناصحو کہتے جو ہو بن دیکھے اُس کے نک تو رہ — میں تو رہ بھی جاؤں لیکن آہ دل رہتا نہیں ۲
نت نیا فتنہ ہی مجھ پر ایک اٹھتا ہے فلک — کون دن جو جس میں اُس کا ستم سہتا نہیں ۳
بے خبر جلدی رضا سینے میں دل کو کیا ہوا — اشک سرخ آنکھوں سے تیری ان دنوں بہتا نہیں ۴
صبر کرنا دل اگر ہوئے تو مشکل بھی نہیں ۱۸۴ یہہ بڑی مشکل ہے اپنے پاس اب دل بھی نہیں ۱

۲ بے تعجب بوالہوس سو تم کرو ہو اختلاط — وہ کسی کے پاس بٹھلانے کے بھی قابل نہیں

۳ کون ہے یاں ہم سوا اب جو دل جلوں کا ساتھ دے — اس قدر سوز و تپش میں شمع محفل بھی نہیں

۴ کیا ہوا تیرا رضا ننگ اور گئی غیرت کدھر — کیوں خراب اُس پر ہے تو وہ تیرا مائل بھی نہیں

۱۸۵

۱ جام وہ اوروں کو بھر اس طرف، خالی بھی نہیں — غیر کو بوسہ ملے اور ہم کو گالی بھی نہیں

۲ کیا کہیں اپنی سیہ بختی ہی کا اندھیر ہے — ورنہ سب کی ہجر کی رات ایسی کالی بھی نہیں

۳ ہو چلا بسمل رضا آگے ہی تو تو اور ابھی — میان سے تروار قاتل نے نکالی بھی نہیں

۱۸۶

۱ کب تلک ہم حرم کے آنے جانے سے مضطر رہیں — اب یہی بہتر ہے اُس کے در ہی پر ہم مر رہیں

۲ ہم سوا سب چھوٹے اے صیاد کیا انصاف ہے — موسم گل میں بندھے اپنے ہی بال و پر رہیں

۳ آب خنجر ہی سے اُس کی یاں ہوئے سیراب ہم — بس اُدھر اے شیخ تیرے زمزم و کوثر رہیں

۴ ٹک تو آ جا امتحان پر خنجر بیداد کھینچ — بوالہوس سب جانتے ہیں عاشقوں سے دور رہیں

۵ دیکھی بس تاثیر تیری ہم نے اے گرمی عشق — اشک اپنے واں ہوں پانی اور یہاں اخگر رہیں

۶ قیس نے گھیرا ہے جنگل کوہ کن نے کوہ کو — ہم دوانے اے رضا اب کس طرف جا کر رہیں

۱۸۷

۱ ٹک بیٹھ تو اے شوخ دل آرام بغل میں — آئے ہیں اس دل کو بھی آرام بغل میں

۲ کیوں کر کے نہ گلخن کی طرح آہ جلیں ہم — اک آگ ہے یاں جس کا ہے دل نام بغل میں

۳ سر رکھ کے گریبان میں کر سیر جہاں کی — آئینہ ترے جیب میں ہے جام بغل میں

۴ کس طرح رضا تو نہ ہو رسوائے زمانہ — جب دل سا ترے بیٹھا ہو بدنام بغل میں

۱۸۸

۱ نہ کعبہ ہے یہاں میرے نہ ہے بت خانہ پہلو میں — لیا کس گھر بسے نے آہ آ کر خانہ پہلو میں

۲ فقط دل ہی نہ سمجھ کر عشق دل کو آگ مت دیجو — کسی کے غم کا بھی ظالم ہے یاں کاشانہ پہلو میں

۳ ترے اک جانے سو لے دل کہوں کیا آہ اب میرے — تپش اور درد اور بے تابی ہو گیا کیا نہ پہلو میں

۴ خبر کس کی سنی ہے کل یہاں سے آہ جانے کی — تڑپتا ہے مرا دل آج بے تابانہ پہلو میں

۵ کسی کے عشق کی باتیں رضا آہستہ ٹک کہنا — کہ دل سو دشمن جانی کا ہے گا خانہ پہلو میں

۱۸۹

۱ نہ تجھی بدگماں سے بگڑے ہیں — ہم تو سارے جہاں سے بگڑے ہیں

۲ آپ آئے بھی خواب میں میرے — کس لیے پاس باں سے بگڑے ہیں

۳ ہم سے بگڑا ہے گریہ میر رضا — ہم بھی اس آسماں سے بگڑے ہیں

مصرع اول	غزل	مصرع ثانی	شعر
ہم اتنا ہی سمجھے ہیں اپنی زندگی میں	۱۹۰	عجب صاحبی ہے تری بندگی میں	۱
کہ ہے یہی آمد و شد نفس کی		نہ دیکھا کسی کو بھی پایندگی میں	۲
رضا کو بھلا کیا خدائی ملے گی	—	بتوں کی جو ہے اس قدر بندگی میں	۳
کوئی کشمکش ہے زلف کی کیوں کر بچائے جان	۱۹۱	میرے کہاں سو پیچھے پڑی یہہ بلائے جان	۱
جامہ زیب اتنا ترا گلبدن نہ تھا		خلعت کسی کے دل کی ہو یا یہہ قبائے جان	۲
گر اس کو چاہتا ہو نہ رکھ زندگی عزیز		یہہ سینہ جائے یار ہو غافل نہ جائے جان	۳
مردے کو ہیں نکالتے بیگانے کی طرح		تن پروری نہ کر تو جو ہے آشنائے جان	۴
یاں آنا یار رفتہ کا عقلاً بعید ہے		ممکن نہیں گیا ہوا پھر تن میں آئے جان	۵
اس ہر گھڑی کے مرنے سے آیا ہو جی بہ تنگ		یا مجھ سے عشق ہاتھ اٹھائے کہ جائے جان	۶
کیا آرزو تھی دل میں رضا کے کہ وقت مرگ	—	روتا تھا اور کہتا یہی تھا کہ ہائے جان	۷
روز محشر کی مت کرو باتیں	۱۹۲	ہم نے دیکھی ہیں ہجر کی راتیں	۱
کسی کی خو کرنے اس کو چونکایا		برہمن بت کو مارے ہے لاتیں	۲
ہو گیا تھا دو چار چشم پر آہ		چلنے پائیں نہ وو دو سکھاتیں	۳
دل کو جب اُس سے مانگتا ہوں میں		کرتا ہے جھنک جھانک کی باتیں	۴
کیوں رضا چپکا ہو گیا ایسا	—	کیا ہوئیں یار تیری وہ باتیں	۵
ایسے خرام ناز سے جیدھر وہ ورود کریں	۱۹۳	مُردے بھی اُس جگہ کے حیات آرزو کریں	۱
دنیا میں ہوئے حشر سے آگے ہی رستخیز		تیری نگہ کے مست جہاں ہاؤ ہو کریں	۲
مانگیں ہیں دل کو زلف جدا انکھڑیاں جدا		حیراں ہیں ہم اسی میں کہ کس کس کا رد کریں	۳
جو دادخواہ نالونسے سے حشر کو اٹھا		کاش اُس کے یا الٰہی تجھے روبرو کریں	۴
دل جس سے تو ملا ہے تو ملا ہیں رضا	—	پھٹ جائے آسمان تو کیوں کر رفو کریں	۵
رونے کی ناصحا نہ خو ہے ہمیں	۱۹۴	کیا کریں اس میں آبرو ہے ہمیں	۱
نت ہیں جو مہر و ماہ سرگرداں		آیا یہہ کس کی جستجو ہے ہمیں	۲
دین و دنیا کی سب طلب مٹ گئی		کس کی یا رب یہہ آرزو ہے ہمیں	۳
دیدے خوب رویوں کی ناصح	—	ہم ہیں لاچار اس کی خو ہے ہمیں	۴

۱ سیرِ گلشن کی نہ دو تکلیف دیوانوں کے تئیں ۱۹۵ پھر کرے گا کون آباد آہ ویرانوں کے تئیں
۲ شمع اک صبحِ قیامت تجھ کو بھی درپیش ہے گو کہ آفت میں کٹے یہ اپنے پروانوں کے تئیں
۳ باغ میں ماتم ہے کس بلبل کا کچھ بے طرح کج چاک کر بیٹھے ہیں سارے گل گریبانوں کے تئیں
۴ پھر رضا ہے توڑتا توبہ کو کہہ دے ساقیا — رکھ بچوں سو کر رکھیں جا روبے خانوں کے تئیں
۱ کس گرم خو کے ہائے پڑا دل تو ہاتھ میں ۱۹۶ بھرتا ہے ٹھنڈی سانس جواب بات بات میں
۲ مت وعدہ صبح کا کر اب لے آفتاب رو جوں شمع یاں ہو کام تمام اپنا رات میں
۳ گر پا پیادہ راہ حرم میں چلا تو کیا جب تک نہیں کسی کا لیا دل یہ ہاتھ میں
۴ کیوں کر نگاہِ قہر کا اُس کی بیاں کروں ہے جس کی بوئے خوں نظرِ التفات میں
۵ اس دل کی ہم رہی نے مجھے بھی کیا خراب یارب کوئی نہ رہیو دوانے کے ساتھ میں
۶ یہ خوں فشاں غزل جو پڑھوں باغ میں رضا — بلبل کو فصلِ گل میں کروں بند بات میں
۱ اُس بن وہ کون دل ہے جو اکبار غم نہیں ۱۹۷ یاں صبحِ عید بھی شبِ ماتم سے کم نہیں
۲ اس کے دہن کی گالی ہی کے شوق میں رہے ہستی میں آہ پر ہیں بھولا عدم نہیں
۳ غیروں کے ساتھ پھرے ہے کہ اب گھر میں بیٹھیے یک ساں ہے اپنے آگے ہوئے جب کہ ہم نہیں
۴ شام ہی سے آہ بھرتا تھا دم لے کے رضا — دیکھا جو صبح آ کے تو یاں کچھ بھی دم نہیں
۱ سُن صاحبِ معنی سے دلِ زار کی باتیں ۱۹۸ استاد سے پڑھ مخزنِ اسرار کی باتیں
۲ فریاد ہے یارب نہ زباں محرم و نہ گوش اور جوشِ زباں دل میں ہے دلدار کی باتیں
۳ پھر خانہ خرابی بنا ڈالے ہے منعم تو سمجھے اگر صورتِ دیوار کی باتیں
۴ یہ آنکھ دکھانی تری کب مانتے ہیں ہم خاطر میں کوئی لاتا ہے بیمار کی باتیں
۵ ہر نالۂ خونیں سے کیا دل کو مرے خون بلبل سے جو پوچھی میں چمن زار کی باتیں
۶ سن میر رضا سے تو شبِ زلف کا قصہ — کافر سے بیاں جو نہ ہو زنار کی باتیں
۱ ہم جو اک آہ سرد کرتے ہیں ۱۹۹ دل جگر دونوں درد کرتے ہیں
۲ سرمہ آگیں چشم خوش نگاہوں کے ہم کو دنبالہ گرد کرتے ہیں
۳ کیا رضا کا تھا درد دل جو مرے — اب تلک کان درد کرتے ہیں
۱ اس طرح بزم میں صفِ رخِ جانانہ کروں ۲۰۰ آتشِ شوق سے تا شمع کو پروانہ کروں

عقل کا طعن نہ کر مجھ پہ ابھی اے ناصح — اک سخن عشق کا کہہ تجھ کو بھی دیوانہ کروں ۲
اشک حسرت کی اگر جوئے مدد اے زاہد — دل صد چاک کو میں سبحۂ صد دانہ کروں ۳
درد دل پوچھ نہ مجھ سے کہ وہ باتونی ہوں — حرف ہو ایک تو سو طرح سے افسانہ کروں ۴
اپنے سودا نے کیا شہر کا بازار تو گرم — اے رضا دل میں ہے آباد ہیں ویرانہ کروں ۵

۲۰۱ یہ ہوئی ہے زندگانی مجھے تو عذاب تجھ بن — نہ ہے دن کو چین تجھ بن نہ ہے شب کو خواب تجھ بن ۱
تو ہی کہہ تو اے ستم گر یہ کوئی بھی منصفی ہے — تجھے مجھ بغیر آرام مجھے اضطراب تجھ بن ۲
تو پھرا جو خانقہ سے کہا پیٹ سر کو زاہد — بھلا کیوں نہ عاشقوں کے رہیں گھر خراب تجھ بن ۳
نہ رضا کی پوچھ حالت کہ ہے کیونکے شب گزرتی — وہی درد و آہ و زاری وہی پیچ و تاب تجھ بن ۴

۲۰۲ دل میرا چک چکا ہے اک بوسے کے بدل میں — ورنہ یہ منہ پہ سن لو سودا پڑا خلل میں ۱
کل کا کیا تھا وعدہ کل تم نے میرے صاحب — کلمہ کون کہ کلّے دل ہوئے اپنا کل میں ۲
غمزوں کی یہ تعدی عشووں کی یہ جفائیں — ویراں ہو شہر دل کا اس حسن کے عمل میں ۳
جب دوستی حیدر ایماں نہیں ہے ثابت — پڑھتے ہیں اے عزیزو طوطے بھی ورنہ کلمے ۴
طفلوں کے سنگ نے پھر گل بوٹے وہ ہیں کترے — نخل جنوں ہمارا آیا جو کچھ بھی پھل میں ۵
سودا کے کیا ہے ایسا بتلا قصیدے ہیں تو — جو کچھ رضا ہماری ہوگا نہیں غزل میں ۶

۲۰۳ عشق کی بیماری ہے جن کو دل ہی دل میں گلتے ہیں — مُردے ہیں وہ حقیقت میں ظاہر میں پھرتے چلتے ہیں ۱
جب راہ میں مل گئے کہنے لگے تیرے ہی گھر میں جاتا تھا — جاؤ چلے لڑکا تو نہیں میں مجھ کو آپ مچلتے ہیں ۲
اوروں کے لگانے بجھانے آتنا جلاتے ہو مجھ کو — ذرے ہماری آہوں کو ہم لوگ بھی جلتے بتے ہیں ۳
سب کہتے ہیں اُن کے منہ میں تو آب حیات بھرا ہے اب — ہم سے جو کرتے ہیں باتیں پھر کیوں زہر اُگلتے ہیں ۴
کیسے ہی درد کا شعر پڑھیے یوں ابھی پوچھے کیا بکتے — جن کے دل پتھر ہیں سو کب اُن باتوں سے پگھلتے ہیں ۵
بس کر یہ چپ رہیے اب کھلوانا رازوں کا خوب نہیں — ملتے ہیں ہم ہاتھ بڑے کوئی اور کچھ اور ہی ملتے ہیں ۶
میرے اشک سُرخ سے تم یوں غافل ہو افسوس افسوس — دیکھو تو یہ لعل کے ٹکڑے کیسے خاک میں رُلتے ہیں ۷
شاید آتے جاتے پھر اُس خانہ جنگ سے بگڑی ہو — گھر سے بہت کم میر رضا جی اب ان روزوں نکلتے ہیں ۸

۲۰۴ عاشق ہیں تمہارے میر رضا صاحب کیسے غلام انھیں — اپنے قبلہ و کعبہ سب کہتے ہیں سید امام انھیں ۱
پیاری پیاری لگتی ہیں آغاز محبت کی باتیں — یارب اس کو حدیث کریں معلوم جو ہو انجام انھیں ۲

۳ ہم سائے مجھ ناکش کو شفقت سے لیے جاتے ہیں — ایسا نہ ہو ہو گئیں راتوں کو نیند حرام انھیں

۴ میں جس کے لیے بدنام ہوا مطعون زبان انام ہوا — سیتہ ہو ننگ آتا ہے لینے سے میرا نام انھیں

۵ حال تو ہے تقریر سے باہر کیوں کر اسے تحریر کریں — خط جو لکھیں کس طرح لکھیں ہم کیا کچھ بھیجیں پیغام انھیں

۶ مسجد میں یہ نمازی تو اسلام کا دعوی کرتے ہیں — گر وہ بت ایدھر کو آنکلا ہم جھک کے کریں گے سلام انھیں

۷ سن کر نام رضا کا پہلے تو گھبرایا کچھ — پھر سوچ کے بولا خوب ہوا آیا اب آرام انھیں

۲۰۵

۱ مجھ کو کیا جو کہتے ہو میاں تم ہو کہاں تم ہو کہاں — دل کہاں ہے پاس میرے میری جان تم ہو کہاں

۲ وہ گلی ہے یا پری خانہ ہے یا فردوس ہے — پیچ کھولے ہم دمو میں ہوں کہاں تم ہو کہاں

۳ لینے سے اپنا نہ ہو کام اور دوں سے رکھے امید — کیا وصیت کرتے ہو اے دوستاں تم ہو کہاں

۴ گل کھلیں گے بار بار اور آئے گی ہر پھر بہار — ہے ہمیشہ سیر گلزار جہاں تم ہو کہاں

۵ جب جوانی گئی، رہا کیا آنا جانا سب گیا — آؤ جانے دو دو باتیں اے میاں تم ہو کہاں

۶ دیکھنے کا چاؤ یہ عینک اترتی ہی نہیں — دیکھو تم اپنی طرف اے مہرباں تم ہو کہاں

۷ پوچھتے ہیں حال تو منہ دیکھ رہتے ہو رضا — دل کہیں اور ہی ہے سنتے ہو میاں تم ہو کہاں

۲۰۶

۱ وبال جان ہر اک بال ہے میاں — تعلق دل کا کیا جنجال ہے میاں

۲ طلب میں کون دنیا کی ہو پامال — یہ بیت المال کچھ بھی مال ہے میاں

۳ یہ کالا ہے جہاں کا منہ ہو کالا — اگر سمجھو تو جی کا کال ہے میاں

۴ سنا ہوگا جو کچھ مجنوں کا احوال — وہی اپنے بھی حسب حال ہے میاں

۵ تڑپ کر رو بہ رو ہم اُس کے مر گئے — نہ پوچھو کیا مرا احوال ہے میاں

۶ قدم رکھتے تمہارے دل تڑپ گئے — یہ کوئی چال ہے بھونچال ہے میاں

۷ نہیں جاتا ڈنالی پن کا سودا — جب سر پر مرے دھمال ہے میاں

۸ کھلا کب مولوی سے عقدۂ دل — بہت یہ مسئلہ اشکال ہے میاں

۹ اگر ہے قول تو معصوم کا ہے — سوا اس کے تو قیل و قال ہے میاں

۱۰ رضا کیا مل گئے اُس جنگجو سے — تمہارا آج چہرہ لال ہے میاں

۲۰۷

۱ دشمنوں کو نہیں میں چاہتا مسرور کروں — ورنہ میں عشق تو فرہاد کے دستور کروں

۲ نہ محبت نہ مروت نہ صفائی نہ وفا — کون سا اپنے جفا کار کا مذکور کروں

دل کے میں رد کئے پر عشق کے مجبور نہیں — کیا اُسے آئینہ دے ہاتھ میں مغرور کروں ۳
عشق میں ہوتی ہے ہر چیز کی الٹی تاثیر — آہ میں کیوں کے علاج دل رنجور کروں ۴
جذبہ حسن کے دل نے کیا کیا خوب ہوا — چاہتا تھا میں اس آداے کے تئیں دور کروں ۵
خشکی لب تری دیدہ پریشانی رنگ — کون سی چیز کو میں عشق کی مستور کروں ۶
اور اک تازہ تعلق کا گرفتار ہوا — جس نے چاہا کہ تعلق کے تئیں دور کروں ۷
اے رضا اپنا بڑا یار تھا تنہائی کا — کیوں کے ہر وقت نہ یاد دل مغفور کروں ۸

کیا ہو گر ایک تجھ پہ اے مہ پارہ کروں ۲۰۸ چارۂ کارکنانِ دل بے چارہ کروں ۱
دل سنگیں ترا فو دلا دینے اے ظالم — میں اگر شیشۂ دل اپنے کے تئیں خارہ کروں ۲
کیا گل و شمع سے تسکین ہو تجھ بن مجھ کو — رونا آتا ہے جو خورشید پہ نظارہ کروں ۳
تو کبھی قول پہ ثابت نہ رہا اپنے ہائے — کب تلک میں گلۂ ثابت و سیارہ کروں ۴
کچھ بہا اشک میں اور کچھ ہے سر مژگاں پر — اے رضا کیوں کے علاج دل صد پارہ کروں ۵

سوئے کعبہ و دیر اگر دیکھتا ہوں ۲۰۹ سبھوں میں تجھے جلوہ گر دیکھتا ہوں ۱
خدا یاد آتا ہے اس دم پیارے — تجھے جس گھڑی بھر نظر دیکھتا ہوں ۲
اٹھانا ستم اُس کا اور جیتے رہنا — رضا تیرا ہی یہ جگر دیکھتا ہوں ۳

جو ہستی کو اپنی عدم جانتے ہیں ۲۱۰ حیاتِ خضر کو بھی کم جانتے ہیں ۱
خوشی میں رہیں گے قیامت تلک وہ — جو دنیا کی شادی کو غم جانتے ہیں ۲
عبث وعدہ آنے کا ہم سے کرو ہو — تمھیں اے میاں خوب ہم جانتے ہیں ۳
نہ مسجد نہ بت خانہ نہ مدرسہ ہے ق نہ اس دل کو دیر و حرم جانتے ہیں ۴
پیارے تری خاک پا کی قسم ہے — یہ گھر تیرے رہنے کا ہم جانتے ہیں ۵
رضا ہم کو کیا کام جنت سے اب تو — گلی ہی کو اُس کی ارم جانتے ہیں ۶

ایک ہی سمجھے ہے وہ تو شکر و شکوہ کیا کریں ۲۱۱ نامہ بر تو بھیجیں پر حیراں ہیں کیا انشا کیا کریں ۱
سایۂ خورشید کا دیکھا سلوک اب دیکھیے — تیرہ روزی سے بتانِ مہر سیما کیا کریں ۲
زندگی اپنی تو ہے جوں شمع جلنے کے لیے — چشمۂ خضر و دم عیسیٰ تمنا کیا کریں ۳
نالے پر بلبل کے گل خنداں ہیں گلشن کے تمام — ہم کو رونا بھی نہیں آتا وہاں جا کیا کریں ۴

٥ خضرِ عمر جاوداں پر گھر نہیں رکھتا یہاں — اور ہم آتنی زندگی پر چاہیں جینا کیا کریں

٦ ہم نہیں آسودہ از بس چھت فلک کی پست ہے — آیا اونچی کر نہیں سکتے ہیں بالا کیا کریں

٧ کام سے اپنے جو کچھ نکلے تو کچھ کیجے نمود — مثل تیرے لے لساں لوں گرد سجا کیا کریں

٨ درد تیرا کم ہوا ظاہر ہمارا کیا قصور — بھر چکے جتنے تھے عضو اپنے سراپا کیا کریں

٩ جس گھڑی کر دیکھی ہے اُس کی نگاہ نے ہم نشیں — تیر سا رہتا ہے کچھ دل میں کھٹکا کیا کریں

١٠ اور ناداں زود رنج ہوتا ہے اپنے اے رضا — اُس ستم گر سے بیاں احوال اپنا کیا کریں

٢٢٢

١ نہ باغ ہی ہے یہاں نہ بہار رکھتے ہیں — یہ ایک دل ہے وہ بھی داغ دار رکھتے ہیں

٢ ہمارے مرنے میں اب غم سے کچھ نہیں باقی — مگر یہی کہ ترا انتظار رکھتے ہیں

٣ رہے ہیں ہم تو ہمیشہ سے عشق کے مجبور — وہ کون لوگ ہیں جو اختیار رکھتے ہیں

٤ ادا و ناز کی مت پوچھ ان بتوں کے ملے — ہر ایک طرح سے عاشق کو مار رکھتے ہیں

٥ وہ گل عذار یہ کہتا تھا ہم غلام اپنے — یہ ایک کیا ہے رضا سے ہزار رکھتے ہیں

٢٢٣

١ بتوں کو فائدہ کیا ہے جو ہم سے جنگ کرتے ہیں — خفا جو زندگی سے ہوں اُنھیں کیوں تنگ کرتے ہیں

٢ ادھر اودھر سے پھر تیری گلی میں دل لے آتا ہے — طرف دیر و حرم کے جب کبھی آہنگ کرتے ہیں

٣ کسی اور ہی کے گھر کو کیجیو صیاد تو تزئیں — ہم اپنے خون ہی سے اس قفس پر رنگ کرتے ہیں

٤ یہ تنگ آ کر کے عاشق نے گریباں چاک کر ڈالا — تباں پھر کس لیے جامے کو اپنے تنگ کرتے ہیں

٥ اسے تو تاب دم کی بھی نہیں جوں آئینہ خوباں — رضا کی طرف سے کیوں اپنے تنگ کرتے ہیں

٢٢٤

١ خستہ جگر ہیں غم زدہ ہیں دل فگار ہیں — جو یار تیرے واسطے آپس میں یار ہیں

٢ نہ لالہ ہیں نہ گل ہیں چمن میں زمانے کے — ٹکڑے ہوئے جگر ہیں دلِ داغ دار ہیں

٣ کس کو یہاں ہے شوق ترے باغ کا خلیل — آپ ہی جگر کے داغوں سے ہم لالہ زار ہیں

٤ اس عشق نے تمام ہنر عیب کر دیے — گل ہیں ولیک نظروں میں ہر اک کی خار ہیں

٥ صیاد کوئی گھات نہیں ہم پہ باندھتا — معلوم یہ نہیں ہے کہ کس کے شکار ہیں

٦ افلاک تجھ پہ گر نہیں ظالم فریفتہ — پھر کیا سبب جو میری طرح بے قرار ہیں

٧ پامالی پر نہ اپنی ہی نازاں ہو تو رضا — ہم بھی کسی کے در پہ میاں خاکسار ہیں

٢٢٥

١ نہ خاطر خوش نہ دل آرمیدہ ہوں — جان ستم کشیدہ و محنت رسیدہ ہوں

نہ آشنا رکھوں ہوں نہ کوئی میں اپنا ہائے — جب سے ملا ہوں تجھ سے سبھوں سے بریدہ ہوں ۲

ہو دست و جیب جب سے جنوں مجھ کو تب سے میں — دونوں جہاں کے عیش سے دامن کشیدہ ہوں ۳

ممکن نہیں کہ سی سکے تو اس کو ناصحا — دست جنوں سے جامہ رسیدہ دریدہ ہوں ۴

جانے کا میں تمہارے تو مانع نہیں ہوں جاؤ — پر جلد آئیو کہ جدائی نہ دیدہ ہوں ۵

مت جانیو رضا کہ بڑھاپے سے ہوں جھکا — میں بار غم سے آہ کسی کے خمیدہ ہوں ۶

۲۱۶

نالے کا ڈھونڈو راہ نہ دے لے آہ جگر میں — دل جس نے چرایا ہے سو ہے میری نظر میں ۱

میں آمد و شد میں کسی کوچے کے ہوا ہوں — اے یارو مری قبر کرو راہ گزر میں ۲

از خود شدگاں عشق کے جوں شمع جگر سے — جلتے نہیں کہنے کو پہ رہتے ہیں سفر میں ۳

تہمت نہ ہو راحت طلبی کی مجھے ڈر ہے — نہ اشک رہا آنکھوں میں نہ آہ جگر میں ۴

تو آئے کب آئے مگر وقت دعا کے — معلوم یہ ہوتا ہے کہ اختر تھا گذر میں ۵

رحم آیا اُسے چہرہ پہ میرے — پایا ہیں شکست اپنی میں جو تجھ نظر میں ۶

تو جب سے گیا پوچھ نہ بیمار کی اُس نے — اک بار کبھی آنکھ کھلی آٹھ پہر میں ۷

اب جا ہے جہاں تک یہ قیامت کرے برپا — سمجھیں گے شب ہجر سے ہم روز حشر میں ۸

احوال اسیروں میں رضا کا نہیں معلوم — پر ایک قفس خالی ہے صیاد کے گھر میں ۹

۲۱۷

مت رکھ رضا تو خوبوں سے صاحب سلامتیں — کھینچے گا ایسی باتوں سے آخر ندامتیں ۱

دل ہاتھ سے گیا نہیں آنے کا ناصحو — اب سبھی کیا کرو مجھ کو ملامتیں ۲

واعظ کسے ڈرائے ہے تو روز حشر سے — یاں ہر دنیں ہوتی ہیں سو سو قیامتیں ۳

ہم بات بھی نہ کہہ سکیں غیروں سے ربط ہو — تقصیر نہیں تمہاری یہ اپنی ہیں شامتیں ۴

کب برا چھلتے مریدوں کو ساتھ لے — بس شیخ جی کی دیکھ لیں ہم نے کرامتیں ۵

۲۱۸

دل میں اب خوں نظر آتا ہے نہ تم چشموں میں — آبرو کیوں کے رہے گی مری ہم چشموں میں ۱

بے گنہ قتل کرے گا کسے یہ ڈر ہے مجھے — آج ظالم تری سرخی ہے ستم چشموں میں ۲

جا پڑی جس پہ نظر پھر وہ دو میں لوٹ ہوا — ہے تجھ یا کہ بھرا ہے تری سم چشموں میں ۳

دوستو خاک ہو آرام کرو دو کافر ہائے — رام ہر چند ہوا ہے وہی رام چشموں میں ۴

کس کی پھر حسرت دیدار میں مرتا ہے رضا — اب تلک باقی رہا ہے تری دم چشموں میں ۵

۱ دل ہو یہ غم نہ رہیو تو اس میں ۲۱۹ کہ کسی کی ہے آرزو اس میں
۲ اشک تو پونچھیں لیکن اے ناصح اپنی جاتی ہے آبرو اس میں
۳ گل سے کیا کام تھا مجھے پر ہائے پاتا ہوں میں کسی کی بو اس میں
۴ ہم کو کچھ گالیوں کا ننگ نہیں پر بگڑتی ہے تیری خو اس میں
۵ مت خفا ہو رضا ہوا خاموش — کیا ہے اب اتنی گفتگو اس میں

۱ عشق کے جاں نثار جیتے ہیں ۲۲۰ بعد مرنے کے یار جیتے ہیں
۲ زہر حسرت چشیدگانِ فراق ہیں مُووں میں ہزار جیتے ہیں
۳ دشمنوں پر تو تیغ یار نہ کھینچ ابھی تو دوست دار جیتے ہیں
۴ تو جہاں جائے مثل آب حیات مرتے اب ایک بار جیتے ہیں
۵ ایک دن داؤ ہے ہمارا ابھی یہاں بازی تو یار جیتے ہیں
۶ بن اجل کوئی مر نہیں سکتا جی کو ہم مار مار جیتے ہیں
۷ غم ہجراں کی کچھ نہ پوچھ رضا — شکر پروردگار جیتے ہیں

۱ کون دم ہے ترا ملال نہیں ۲۲۱ پر تجھے کچھ مرا خیال نہیں
۲ اُس کی زلفیں ہیں جان کا سودا سر مو میرے تئیں خیال نہیں
۳ اُن لبوں کا تو ذکر آنے دو کس کے منہ سے بہتی رال نہیں
۴ کیا کہوں آہ سخت حیراں ہوں دل تو اپنا کبھی بحال نہیں
۵ عاشقوں کا وصال ہوتا ہے پر جسے کہتے ہیں وصال نہیں
۶ نازِ موسٰی یہ منّ و سلوا پر کسی کے منہ کا تو اُگال نہیں
۷ جان بوجھ آسمان کے نیچے ق رہنا غافل یہ اچھی چال نہیں
۸ اک زمانے سے یہ پُرانی چھت — جھک رہی ہو کچھ اس میں حال نہیں
۹ طبع موزوں سے ہوں رضا لاچار — شاعری اپنا کچھ کمال نہیں

۱ بے قراری وہاں منظور نہیں ۲۲۲ اور یہاں صبر کا دستور نہیں
۲ کار فرمائی کوہ عشق ولیک کوئی فرہاد سا مزدور نہیں
۳ مے کدہ بھی کیا ہی آئے پسند یہاں اٹھتا کوئی.... نہیں

بے قصور اپنی نگہہ کا ورنہ — وہ کسی پردے میں مستور نہیں ۴
اس قدر مت ہو آخر تم کو — چشم سب کہتے ہیں ناسور نہیں ۵
ماروں اپنے تئیں یا جاؤں نکل ق — میں ان حیروں میں مجبور نہیں ۶
پراسے کیا کروں لے وائے رضا — عشق میں اکنس کا دستور نہیں ۷
یہ کس کے غم میں یارب آنکھیں بھر آئیاں ہیں ۲۲۳ داماں وآستیں میں کل سے لڑائیاں ہیں ۱
مرجائے گر برہمن تو بھی یہ بت نہ بولیں — اللہ ری تیری قدرت کیا کبریائیاں ہیں ۲
کہتے ہو اک سخن پر ہم ماریں اور جلائیں — کیا کیا تمہارے جی میں باتیں سمانیاں ہیں ۳
دل کی ہم سے حیر دنیا میں کوئی ہوتی نہیں ۲۲۴ ہوئے ہر دریا سے جو حاصل سو یہ موتی نہیں ۱
. . . . احتیاج غسل بھی ہوتی نہیں ۲
. . . . آنسو نہ بہتے اگر روتی نہیں ۳
. . . . گرخیال اس کا نہ ہوتا زندگی ہوتی نہیں ۴
حسرت ہوا تھا دل تباہ — سیل اشک حسرت باراں اگر دھوتی نہیں ۵
نہیں بے وفا ہرگز چمن کے غنچہ وگل میں ۲۲۵ گرکچھ تھوڑی سی باتیں ہیں سو فریاد بلبل ہیں ۱
جوکچھ ہے رمز جز عشاق کے کیا کوئی سمجھے گا — جفا و ناز ہیں اس کے مرے صبر و تحمل ہیں ۲
رضا کس گل بدن کے عشق میں مارا گیا ہے ہائے — پھرے ہے خاک بھی اس کی دوانی موسم گل ہیں ۳
تو کرے ہو گا حجاب اور بے حجاب ہوتا ہوں میں ۲۲۶ گھر میں تو بیٹھے ہو اور در در خراب ہوتا ہوں میں ۱
. . . . . . مت ساتھ رے دریا میں جا — پائے چھینٹے غیر پر تو غم سے آب ہوتا ہوں میں ۲
غیر کے ساتھ اس کے مے پینے کی مت کہہ لے رضا — رشک کے یاں غصہ و غم سے کباب ہوتا ہوں میں ۳
میں تو گیا تھا کب کا ترے کوچے سے پر آہ ۲۲۷ اس دل کو جو قرار نہ آئے تو کیا کروں ۱
سو یار اب تو آپ سے جاتا رہا ہوں میں — آنے پہ بھی جو یار نہ آئے تو کیا کروں ۲
بے ہوش ہوں جس گھڑی پردے میں دیکھ کر — حیراں ہوں جب وہ پردہ اٹھائے تو کیا کروں ۳
سارے جہاں سے میں نے ہیں ٹھانی رو ائیاں — غیروں سے ۴
مرنے کا بھی بہانہ کیا میں نے لے رضا — اس کو جو اعتبار نہ آئے تو کیا کروں ۵
آرزوئے وصال میں سب ہیں ۲۲۸ جستجوئے محال میں سب ہیں ۱

۲ ہجر اپنی طرف سے ہے ورنہ — اُس طرف سے وصال میں سب ہیں
۳ وائے غفلت اُدھر کی کہتے نہیں — اپنی ہی قیل و قال میں سب ہیں
۴ اے رضا تجھ کو کچھ خیال نہیں — اپنے اپنے خیال میں سب ہیں

۲۲۹
۱ یہ تن بدن سے شمع زباں ہے تمام ہو — پروانے کی خموشی کہیں ہم کلام ہو
۲ یارب قدم نہ آئیو گل چیں کا باغ میں — جب تک نہ عندلیب گرفتار دام ہو
۳ یہ طعن بے ستوں کا ہے خسرو کے طاق پر — کب زر سے ہو جو زور محبت سے کام ہو
۴ ہم تیرے نالہ بھرنے کے مانع نہیں ہیں دل — پر یہ نہ ہو جو نیند کسی کی حرام ہو
۵ میں تا کجا خراب ہوں بدنام تو ہے — تروار ایک مار کہ قصہ تمام ہو
۶ کلمہ کون رضا تجھے استاد جانوں میں — جس دن ضیا کی وضع کا تیرا م کلام ہو

۲۳۰
۱ ہجر ایسی بد بلا کا کوئی مبتلا نہ ہو — دشمن بھی اپنے دوست سے یارب جدا نہ ہو
۲ ... ہے کون کاوشِ ناخن سے عشق کی — زخمہ لگے نہ تار پہ جب تک صدا نہ ہو
۳ .... ہے مجھے .. صدا — اس وقت دیکھے نامہ کوئی دوسرا نہ ہو
۴ .... ہو تمام تن — یک عرف بزم یار کا ہم سے ادا نہ ہو
۵ جانے اُس سے ملنے کا کیا شوق ہے مجھے — مانند برگ گل کبھی مجھ سے جدا نہ ہو
۶ اک چیخ نکلی بند قبا وا کیے جو تو — وہ خرقہ ہی نہ ہوئی کہ عالم قبا نہ ہو
۷ مجھ سے گرفتگی تری واقف ہو گر نسیم — بلبل کے مُنہ پہ بند قبا گل کا وا نہ ہو
۸ بالفرض تیرے لب میں ہو اعجاز عیسوی — کیا فائدہ جو درد کی میرے دوا نہ ہو
۹ کہتے ہیں اک ستم زدہ رو رو کے مر گیا — تو بھی تو چل کے دیکھتا پیارے رضا نہ ہو

۲۳۱
۱ دل گرفتار دیکھیے کیا ہو — وہ ستم گار دیکھیے کیا ہو
۲ قتل پر میرے پھر ہوئے ہیں بہم — یار و اغیار دیکھیے کیا ہو
۳ ہم نشیں آہ پھر مرے دل کی — بے ثمر بار دیکھیے کیا ہو
۴ اوّل عشق بے خودی آ گئی — آخر کار دیکھیے کیا ہو
۵ ابھی بوسے پر اتنی حجت ہے — آگے تکرار دیکھیے کیا ہو
۶ پھر رضا غیر اُس سے ملتے ہیں — اب کے اے یار دیکھیے کیا ہو

یہ جی پہ گوارا ہی کہ سر تن سے جدا ہو	۲۳۲	پر ہاتھ نہ میرا ترے دامن سے جدا ہو	۱
نت ہم سے جدا رہتا ہے وہ دست الٰہی		ایسا بھی کبھی ہوئے کہ دشمن سے جدا ہو	۲
کب میر رضا چھوڑتے ہیں اُس کی گلی کو	—	بلبل بھی کبھی آپ سے گلشن سے جدا ہو	۳
سوز دل پر ہے رشک گلخن کو	۲۳۳	آگ دی اُس نے میرے خرمن کو	۱
گر گریباں سے اپنا چھوٹتا ہاتھ		تو پکڑتا کسی کے دامن کو	۲
دوستوں سے یہ ہے تو پھر تجھ سے		کیا توقع رہے گی دشمن کو	۳
دیکھ کر میرے دل کا حال رضا	—	بھولے اپنے جگر کے شیون کو	۴
کیا عداوت تھی چشم تر تجھ کو	۲۳۴	دل ہی پر میرے ہے نظر تجھ کو	۱
رات تو کٹ گئی پتنگے کی		شمع در پیش ہے سحر تجھ کو	۲
ہم تو گھبرا گئے بس اب لے آہ		کیا یہیں کرنا تھا اثر تجھ کو	۳
اس طرح سے نہ ہم کو بے دل کر		دل سے نسبت ہے کچھ بھی گر تجھ کو	۴
نارسا آہ و ناتواں نالہ		کیوں کے پہنچے مری خبر تجھ کو	۵
راتوں کو اُس کے در پہ پھرتا ہے		دن لگے ہیں رضا مگر تجھ کو	۶
نہ کفر کی ہوس ہے نہ ایماں کی آرزو	۲۳۵	اس دل کو ہے محبت جاناں کی آرزو	۱
پھر پھر جو ہاتھ اپنا گریباں کرے ہے چاک		ہے اس کو کس کے گوشۂ داماں کی آرزو	۲
روتے ہی روتے عمر کٹی اپنی پر کبھی		حاصل ہوئی نہ دیدۂ گریاں کی آرزو	۳
صد شکر اُس کی تیغ کے لگتے ہی نکل گئی		جو کچھ کہ اپنے دل میں تھی ساماں کی آرزو	۴
خار و خس ہوس کو دی آگ عشق نے		باقی ہے تیری جنبش داماں کی آرزو	۵
اک بار بھی نہ پہنچا ہماری تو داد کو		ہم مر گئے لیے ہوئے درماں کی آرزو	۶
لگ جاؤ تک رضا کی بھی چھاتی سے میاں کبھی	—	اُس کے بھی نکلے سینۂ سوزاں کی آرزو	۷
بھولے سے تو وہ دیار آئے کبھو	۲۳۶	دل کو یارب قرار آئے کبھو	۱
داغ دل ہم دکھائیں گے، لالے		اس برس میں بہار آئے کبھو	۲
غیر آتے ہیں تیرے یہاں کبھو	—	یہ بھی اُمیدوار آئے کبھو	۳
آہ مت پوچھو آہ مت پوچھو	۲۳۷	بری ہوتی ہے چاہ مت پوچھو	۱

۲ واجب القتل ہر طرح ہیں گے — عاشقوں کا گناہ مت پوچھو
۳ دیکھو انجام کار مجنوں کو — دوستی کا نباہ مت پوچھو
۴ عشق بازی رضا نے پھر کی ہے — اُس کا حال تباہ مت پوچھو
۱ دیں شل اس رخ سے گل کو ریشہ اس میں جو نہ ہو ۲۳۸ کہہ سکیں غنچہ دہن کو بھی گر اس میں بو نہ ہو
۲ اُس کی ابرو کی محبت کیوں کے اپنے دل جائے — گوشت ناخن سے جدا ممکن ہے کوئی ہو نہ ہو
۳ ناز بے جا خشم بے موقع ترحم چشم لطف — تم جو کچھ چاہو سو ہو اور ہم جو چاہیں سو نہ ہو
۴ دیکھ وقت نزع مجھ کو ہنس کے یوں کہنے لگا — ہم جو سنتے تھے رضا عاشق یہی ہے ہو نہ ہو
۱ نسبت ہمارے دل سے ہے اس درجہ داغ کو ۲۳۹ دیتا ہے بوے لالہ طراوت دماغ کو
۲ منت کش مغاں نہیں ہونے کے مست عشق — بھرتے ہیں خون دل سے ہم اپنے ایاغ کو
۳ احسان مرمرا اپنی تو ہمت کا ننگ ہے — گل کر دے باد یاس ہمارے چراغ کو
۴ چہرہ کسی کا دیکھے سکندر جو زلف میں — اپنے چھپا رکھے کہیں شب بھر چراغ کو
۵ پہلے قدم میں اپنے تئیں بھول گئے رضا — ہم بھی کہیں گئے تھے کسی کے سراغ کو
۱ لازم ہے بلند آہ کی رایت نہ کرے تو ۲۴۰ تسخیر اگر دل کی ولایت نہ کرے تو
۲ آنکھوں کا ہے جانا سہا گریے پہ افسوس — اب بھی اگر اُس دل میں سرایت نہ کرے تو
۳ میں موڑوں نہ مُنہ اُس کی جفا سے یہ کروں کیا — اس وقت وفا پھر جو کفایت نہ کرے تو
۴ جمعیت اغیار سے ڈرتے نہیں عاشق — پر خوف یہ ہے اُن کی حمایت نہ کرے تو
۵ اے قاصد اگر نامہ مرا چاک کرے یار — بہتر ہے کہ مجھ سے بھی روایت نہ کرے تو
۶ پھر کہہ تو چپٹ کر نہ لیں ہم بوسہ سو کیوں کر — جب آپ سے گالی بھی عنایت نہ کرے تو
۷ اے میر رضا تجھ کو ابھی اُس سے ملا دیں — گر رشک کی پھر ہم سے شکایت نہ کرے تو
۱ نالہ شرر فشاں ہو یا آہ شعلہ در ہو ۲۴۱ بے فائدہ ہے اے دل جب تک نہ کچھ اثر ہو
۲ رحم اے فلک کہ کب تک یہ مشت خاک اپنی — رسوائے کوبہ کو ہو پامال در بہ در ہو
۳ شمشیر ہی کسی کی سایہ فگن ہو یارب — کب تک یہ زندگانی آنند میں بسر ہو
۴ شب وصل کی ہے کر بند دیوار و درکے روزن — گو صبح جلد آئے پر دیر کر خبر ہو
۱ جس میں دل خوش ہو ترا خوشی بار مجھ کو ۲۴۲ نہ غم درد ہے نہ خواہش درماں مجھ کو

شوخ چشمی تری لے گئی مرا جی سو آرام — ایک سا ہو گیا ہو شہر و بیاباں مجھ کو ۲
آئینہ ساں مری آنکھیں نہیں مندتی ہیں کبھی — کس کے بے رخ نے کیا آہ یہ حیراں مجھ کو ۳
کیا دیا ہو گل و شبنم کی طرح ہائے نصیب — لب خنداں اُسے اور دیدۂ گریاں مجھ کو ۴
رات و دن زور ہی طرح بائے ہیں قسمت تو نے — غیر روز وصال اور شب ہجراں مجھ کو ۵
عشق کی بھیڑ پڑی جب کہ ترے دل پہ رضا — اور مشکل ہوئی جو جو کہ تھی آساں مجھ کو ۶

تو نے رضا کیا کیا خانہ خراب اس کو ۲۴۳ جو نام ہو بھی تیرے اب بے حجاب اس کو ۱
بیمار ہجر تیرا کیوں کر رہے نہ مضطر — جائے نہ رات ہی اور آئے نہ خواب اس کو ۲
بے پردہ حال میرا اُس شوخ سے کہے ہے — پر دیکھیو نہ ہم دم آئے حجاب اُس کو ۳
اے دوستو چلو ٹک دیکھیں رضا کا احوال — کچھ رات بے طرح تھا کل اضطراب اُس کو ۴

بار ہے گردن کا سر گر ترا سودا نہ ہو ۲۴۴ آبلۂ دل ہو اگر تیری تمنا نہ ہو ۱
چہرے پر اپنے نشاں داغ کا پاتا ہوں میں — چشم کو منظور اگر دیکھنا تیرا نہ ہو ۲
کیوں کے دکھاؤں تجھے تجھ کو میں حیراں ہوں — آئینہ کا آئینہ عکس پذیرا نہ ہو ۳
اُس کو شہادت حلال معرکۂ عشق میں — سول کا تو ذکر کیا زخم لب وا نہ ہو ۴
زر یہ ہو لوہو سوا صورت دیبا طرح — گر نہیں قسمت میں تو حاصل دنیا نہ ہو ۵

بہت سے یاد تھے فریاد کے انداز عاشق کو ۲۴۵ تری چشم سیہ سے ہوئی سرمہ آواز عاشق کو ۱
تجھے ظاہر ہو یہ دامن چھڑانا ہاتھ سے میرے — جو پاس عشق اے ظالم نہ رکھے باز عاشق کو ۲
کرے گر مالک قسمت مجھے اللہ تو دوں میں — نیاز و عجز خوبوں کو غرور و ناز عاشق کو ۳
نہ طاقت ضبط کی دل کو نہ کوئی ہم زباں رضا — محبت ایک دن مارے گا تیر راز عاشق کو ۴
مرے نالے کے شعلے سے نیستاں میں لگی آتش — فغاں اے بے کسی نے [illegible] نہیں ہمساز عاشق کو ۵
رضا جی دینے بیٹھا تیری ابرو کے اشارے پر — کوئی کرتا ہے قتل اس طرح کے جانباز عاشق کو ۶

ابر کے بن دیکھے ہرگز خوش دل مستاں نہ ہو ۲۴۶ تیر باراں ہوئے مجھ پر جب تلک باراں نہ ہو ۱
میری رسوائی نے تیرے حسن کی کی دی نمود — جب تلک شبنم نہیں روئے تو گل خنداں نہ ہو ۲
طرز تیری گفتگو کی ہے گواہ مے کشی — بوئے گل اور نشۂ صہبا کبھی پنہاں نہ ہو ۳
شیخ کو وہ جہل ہے سو بار کعبے کے تئیں — جائے اور آئے و لیکن پھر کہ ہم انساں نہ ہو ۴

۵ ذکرِ ابروے بتاں سو کیوں بُرا مانے ہو شیخ　　کیا ہوا کافر تجھے قبلے سے رو گرداں ہو
۶ سچ بتا اے جانِ عشق و عشق بازاں کیا ہو تو　　بن ترے میں اُس بدن سا ہوں کہ جس میں جاں نہ ہو
۷ یاں سے جا شیطان زلفِ یار کو ہم دے چکے　　عاشقوں کا دین ہو یہہ شیخ کا ایماں نہ ہو
۸ ترک تازِ غمزہ کا اُس کی یہی ڈر ہے رضا —— یہہ غم آباد اپنا شہرِ دل کہیں ویراں نہ ہو
۱ صندل جبیں کا جس کی تری خاک کو نہ ہو ۲۴۷ یارب جہاں دو جائے اُسے آبرو نہ ہو
۲ کل سے رضا ہو نزع میں چل تو بھی دیکھ آ —— شاید کہ اُس کے جی میں تری آرزو نہ ہو
۱ خوشا وہ دن کہ میں تھا مستِ بیداد و مستِ صہبا تو ۲۴۸ تماشا دیکھتا تھا میں ترا میرا تماشا تو
۲ کسی کی ہو یہ قسمت میں کسی کا ہوگا دیوانہ　　خدا ایسا کرے دیوانہ میں ہوں نام تیرا تو
۳ جدا ہو کر بتاں کب عاشقوں کو یاد کرتے ہیں —— رضا حیراں ہوں میں کس بات پر ہو آشنا بھولا تو
۱ نہ ہوں شیخ و برہمن کیوں کے تجھ پر مبتلا دونوں ۲۴۹ کہ زلف و رخ ہیں کفر و دیں ترے لے دل رُبا دونوں
۲ گریباں پھاڑتا تھا یہہ وو سر پر خاک اڑاتا تھا　　ترے بن کرتے تھے ماتم چمن میں گل صبا دونوں
۳ خدا ہی جانے یہہ کس کو لگا تیرِ نگہ تیرا —— تڑپتے تھے گلی میں تیری کل دل اور رضا دونوں
۱ کہاں ایسا جنوں جو لے چلے راہِ بیاباں کو ۲۵۰ اُدھر ناصح ہے اور ہم اِدھر پھاڑیں گریباں کو
۲ تری عصمت کے پردے میں کہیں رخنہ نہ پڑ جائے　　زلیخا تنگ سمجھ کر کھینچیو یوسف کے داماں کو
۳ پھر اب اے آبلہ پاؤں سے ہو رہ دشتِ غربت کی　　یہ مژدہ ہم سے جا دینا کوئی خارِ مغیلاں کو
۴ یہی آوارگی پر دل کی ہو آتا مجھے رونا　　بغل میں میں نے کیوں دی ہو جگہ اس دشمنِ جاں کو
۵ ہماری خاک پر مت نام اُس قاتل کا لے ہمدم　　عبث تو جوش میں لاتا ہو کیوں خونِ شہیداں کو
۶ رضا تو اس غزل کو در غزل کہنا مرے مشفق —— تری ظاہر ہو خوبی طبع کی میر سخنداں کو
۱ دمِ خنجر کو رحمت آفریں ہو آبِ پیکاں کو ۲۵۱ اٹھایا خضر کی منت کو اور عیسیٰ کے احساں کو
۲ اکیلا میں اور اتنے کام سب کیا کیا کروں یارب　　دلِ بے تاب کو تھاموں کہ روؤں چشمِ گریاں کو
۳ محبت مفت میں ظاہر کی اور ناحق مجھے مارا —— میں رکھتا جی میں تھا ظالم ترے اس رازِ پنہاں کو
۱ یہہ نہیں کہتا ہوں میں بوسہ ہو یا دشنام ہو ۲۵۲ وہ دے لے پیالے مجھے جس میں کہ تیرا نام ہو
۲ حسرتوں سے دل تو سارا ہو چکا ہے داغ داغ　　دیکھیے اس عشق سے اب آگے کیا انعام ہو
۳ دل شکنجِ زلف میں بے تاب بے موجب نہیں　　کس طرح سے شست میں ماہی کے تئیں آرام ہو

خوب ہے تجھ کو رضا گر منہ نہیں دیتا ہے یار — کون مل کر ایسے رسوا سے بھلا بد نام ہو ۹

پڑا ہے دھکے سے اب کاروبار مت پوچھو ۲۵۳ ملال ہجر غم انتظار مت پوچھو ۱
جو ایک ہو تو نہ کہے یہاں ہیں لاکھوں بات کہے ہی جاؤں گا میں وہ ہزار مت پوچھو ۲
بگڑ تا رہتا تھا میں یار سے سو اب کیوں کر ہوا ہوں غیر سے صحبت بر آر مت پوچھو ۳
چراغ خانۂ مفلس نے صبح کب دیکھی ہم عاشقوں سے غم روزگار مت پوچھو ۴
یہ کیا ہے دوستوں اک بار مار ڈالو مجھے کسی کے جانے کی تم بار بار مت پوچھو ۵
کسی کی نرگس مخمور ہوئی ہے ساقی — رضا کا اب کوئی رنج خمار مت پوچھو ۶

عاشق پہ جو کہ کرتے ہیں ثابت گناہ کو ۲۵۴ کاش اس کی دیکھ لیں کہیں طرز نگاہ کو ۱
آتے جو دیکھا اُس کو تو بے خود ہو گر پڑے رکھتے تھے ہم ارادہ کہ روکیں گے راہ کو ۲
جو عشق کا بیان نہیں جانتے ہیں راست کر دویں اُن کے آگے مرے کج کلاہ کو ۳
بے وجہ دل مرا نہیں طالب ہے عشق کا شعلے سے نت معاملہ رہتا ہے کاہ کو ۴
مجھ روسیہ کا روز اسی سے سیاہ ہے مت رکھ لگا کے زانو پر چشم سیاہ کو ۵
یوسف کی چاہ سو دکے طالب کو چاہیے عاشق زباں کیے ڈھونڈیں ہیں رستم کے چاہ کو ۶
اندھا بھی اپنے گھر میں جلا بیٹھے ہے چراغ موقوف رکھ نہ عشق پہ بید اد آہ کو ۷
مجھ کو بلا میں ڈال دیا آپ چل بسے — کیا کہیے اے رضا دل غفران پناہ کو ۸

کہتا ہے مجھ سے وہ خبردار ہو ۲۵۵ زرد ہوئے جاتے ہو بیمار ہو ۱
رکھتے ہیں ہم سوختہ جاں کو عزیز لالہ ہمارا گل دستار ہو ۲
شکوے سے ہے پُر دل پُر حوصلہ آہ اگر طاقت گفتار ہو ۳
شرع محبت کے ہیں احکام اور نام وفا لے سو گنہگار ہو ۴
یار ہے سب چیز سے ظاہر رضا — دیدہ اگر قابل دیدار ہو ۵

اُس تند خو سے کیوں نہ مرا تلخ کام ہو ۲۵۶ اب زہر جسم بھی نہ ہے مجھ پہ حرام ہو ۱
سیر چمن سے جائے نہ خاطر گرفتگی کیا رنگ و بو سے آرزوے دل تمام ہو ۲
اب تک تو گل ہیں چاک جگر غنچے تنگ دل آئندہ دیکھیں باغ کا کیا انتظام ہو ۳
منزل پہ خاک پہنچے گا جس کو کہ ضعف ہو — جوں نقش پا ہر ایک قدم پر مقام ہو ۴

۱ کرتا ہے کج روی نئی ہر ایک آن تو ۔ ۲۵۷ ۔ پیوند ہو زمین کا الٰہی آسمان تو

۲ کینے سے میرے دشمنوں نے بھی اٹھایا ہاتھ ۔ اے بدگمان پر نہ ہوا مہربان تو

۳ جانے کی کہہ نہ اپنے، نہ مرنا کسی کا چاہ ۔ کیا جانتا نہیں ہے کہ ہے میری جان تو

۴ بوسہ لبوں کا مانگا ہے اور میں نے کیا کہا ۔ اتنی زباں درازی نہ کر کہنا مان تو

۵ دل گم ہوا کسی نے بھی پایا ہے اے رضا ــــ اب اس گلی کی بیٹھا ہوا خاک چھان تو

۱ موت بھی آتی نہیں ہجر کے بیماروں کو ۔ ۲۵۸ ۔ کیا مصیبت ہے ذرا دیکھنا بے چاروں کو

۲ نالۂ دل نے ہمارے تو اثر کم نہ کیا ۔ اور معذوری زیادہ ہوئی دل داروں کو

۳ گو ہیں جنت میں مزے لیک نہیں بھولنے کا ۔ ہونٹ کا چاٹنا تجھ لب کے نمک خواروں کو

۴ اس سے بہتر نہیں کوئی چیز سوا بوسے کے ۔ رونمائی میں جو دیویں ترے رخساروں کو

۵ کبھی رونا کبھی سر دھنا کبھی چپ رہنا ۔ کام کرنے ہیں بہت سے ترے بے کاروں کو

۶ میں نے کاغذ تری تصویر کا عیسیٰ کو دیا ۔ نسخہ جوں دیتے ہیں بیمار سب عطاروں کو

۷ پتھروں ہی پر جو تجلی ہو تو ہم غیرت سے ۔ آنکھوں ہی میں لیے مر جائیں گے نظاروں کو

۸ سب نمونہ ہے حقیقت کا جہاں تک ہے مجاز ۔ نقش جو کرتے ہیں گلزار کی دیواروں کو

۹ یہ غزل خدمت نواب کی ہے میر رضا ــــ اور ایک دوسری کہہ دیجیے ہم کاروں کو

۱ جس طرح خواب سے آرام ہے بیماروں کو ۔ ۲۵۹ ۔ رہنا غفلت ہی میں بہتر ہے گنہ گاروں کو

۲ گوشہ گیری میں ہے اک اور بھی عالم کی سیر ۔ دن کو جو اہل رصد دیکھتے ہیں تاروں کو

۳ رکھا نام اس کا مرے دل نے تمنائے محال ۔ کتنے اک جمع کیے عشق میں دشواروں کو

۴ دم عیسیٰ سے ہوں بیمار محبت کے ہلاک ۔ خضر گم راہ کرے عشق کے آواروں کو

۵ اشک محجوب کا ... نہیں جیب و دامن ۔ جانیں کیا لوگ کے یہ اشراف کے بازاروں کو

۶ اور ٹکڑا ہوا مانند کتاں دل اپنا ۔ جتنا پیوند کیا اس سے میں مہ پاروں کو

۷ اٹھ گیا ہو نہ مرا ہاتھ کہیں دل پر سے ۔ ہاتھ کیوں تھے میں کھو آئی ں پرستاروں کو

۸ کاش ہو وصف تری زلف کے .. کا مود ۔ نامہ دیں حشر میں جب ہم سے سیہ کاروں کو

۹ اب انھیں دیکھو تسلی تو مرے قتل کے بعد ۔ صبر یوں آئے مرے مرے غم خواروں کو

۱۰ دن گیا وعدے کا تو مر نہ گیا حیف رضا ــــ منہ دکھانا ہے پھر اے یار کے تو یاروں کو

مصرع اول	غزل	مصرع ثانی	شعر
اس گھڑی کچھ تھے اور اب کچھ ہو	۲۶۰	کیا تماشا ہو تم عجب کچھ ہو	۱
مجھ کو کچھ دل پر اختیار نہیں		تمھیں اس گھر کے اب تو سب کچھ ہو	۲
کچھ نہیں بات تس پہ یہہ باتیں		قہر کرتے ہو تم غضب کچھ ہو	۳
بہت کی شرم تھوڑی سی پی کر		اس کے رکھتا ہوں لب پہ لب کچھ ہو	۴
عشق بازی نہیں رضا بازی	—	پہلے جاں بازی کیجے جب کچھ ہو	۵
نہ خواہش فقر کی رکھتا ہوں نہ چاہوں ہوں دولت کو	۲۶۱	علی مولیٰ کی میرے دل میں دے یارب محبت کو	۱
نہیں پانے کا ہو تو راہ جنت میں کبھی ہرگز		کرے جب تک خوشنود اپنے تو خاتون جنت کو	۲
عجب کیا ہے اگر مشہور ہو خلق حسن جگ میں		کیا خلق محمد نے حسن کی پاک خلقت کو	۳
موالی ہوں میں تیرا حشر کے دن پھیر ایماں کو		تو اے شاہ شہید کربلا شہادت کو	۴
محبت عابد و باقر کی نہیں جس دل میں ہو کافر		نہ ہو جو جعفری مذہب نہیں پانے کا رحمت کو	۵
علو شان کاظم کا نہ ہو اے ناصبی منکر		تو پڑھ الکاظمین الغیظ کی قرآں میں آیت کو	۶
جہاں ظلم و فساد و فتنہ سے معمور ہے سارا		الٰہی دیر کیا ہے حضرت صاحب کی رجعت کو	۷
رضا کیوں کر نہ ہم سے سرد ہو آتش جہنم کی	—	محمد نے کیا جب گرم بازار شفاعت کو	۸
حسرت ہوئی دو دنی گئے جب پاس زیادہ	۲۶۲	دریا میں نہانے سے ہوئی پیاس زیادہ	۱
کچھ زہر جدائی سے فلک تھوڑا سا عالم		اور اس کے عوض میں تو کر الماس زیادہ	۲
سونگھو اپنا گریباں کہ میں خوب ہوں واقف		گل سے تو کہیں اس میں ہو بو باس زیادہ	۳
بدخوئی میں وہ کم نہیں بے درد و لیکن		بدگوئی دشمن کا ہے وسواس زیادہ	۴
بے رخصت بلبل نہ کروں سیر چمن کی		عاشق کا ہے عاشق کے تئیں پاس زیادہ	۵
کم چھوڑا ہے آمیزش دنیا نے کسی کو		شیطان سے بھی نکلی یہ خناس زیادہ	۶
بھرا ہے خون مرے ہاتھوں میں یا رنگ حنا سچ کہہ	۲۶۳	کیا ہو قتل تو نے کس کو اے ظالم بھلا سچ کہہ	۱
نسیم گل کہاں ایسی کہ جس سے دل تڑپ جائے		یہ کس کی بو لے آئی ہو تو اے باد صبا سچ کہہ	۲
ہوئے بیڑے بہتوں کے پار غم کے آہ دریا سے		کنارے ہم بھی پہنچیں گے کبھی اے ناخدا سچ کہہ	۳
علاج آتا ہے تجھ کو اے مسیحا سارے عالم کا		بھلا کچھ عشق کے بھی درد کی ہے گی دوا سچ کہہ	۴
تلطف سے صبا تیرے گلوں کی گر کھلیں کلیاں		کبھی ہوگا ہمارے دل کا بھی یہ عقدہ وا سچ کہہ	۵

۶ کھلے سر پا برہنہ جیب چاک آہ و فغاں کرتا — پھرے ہے در بدر اب عشق میں کس کے رضا یہ کہہ

۱ یہ نہیں کہتا ہوں حق صحبت دیرینہ دیکھ ۲۶۴ کر نظر تقصیر پر میری اور اپنا کینہ دیکھ

۲ رات بے رات آنے سے بدنام یوں مجھ کو نہ کر — چھلّے اے صاحب لعب اپنا سر گنجینہ دیکھ

۳ لالہ و گل ہی پر اتنے حوس مت کھا زنہار — زخم پر داغوں سے کسی کے آ ہمارا سینہ دیکھ

۴ گر رضا کی ہو نہ حیرانی کا تجھ کو اعتبار — رو بہ رو بلوا کے اپنے اُس کو تو آئینہ دیکھ

۱ کیا قتل ایک دم میں اپنے خنجر کا تماشا دیکھ ۲۶۵ نہ موڑا میں نے بھی مُنہ میرے جوہر کا تماشا دیکھ

۲ بھڑا ہے عشق سے جا کر نظر دلگی مرے دل پر — چڑھا خورشید کے مُنہ پر اس اخگر کا تماشا دیکھ

۳ اٹھا برقع کو مُنہ سے اور لگا دے آگ تختِ شب کو — نکل ٹک گھر سے باہر دین آذر کا تماشا دیکھ

۴ زمیں پر ناز سے چل زلزلہ عالم میں ہے پیدا اگر — نظر کر آسماں پر ماہ و اختر کا تماشا دیکھ

۵ ہمیں اک بوسہ دے تا ذوق مستی سے ہو کف جاری — پھرے حد بہشتی موج کوثر کا تماشا دیکھ

۱ ہر نفس آہ و ہر زماں نالہ ۲۶۶ شعلہ در آہ و خوں چکاں نالہ

۲ دیکھنا پرورش محبت کی — نالہ ہے آہ اور فغاں نالہ

۳ سانس لینا بھی اب تو مشکل ہے — وہ کہاں آہ اور کہاں نالہ

۴ کیوں کے پہنچے مری خبر تجھ کو — نارسا آہ و ناتواں نالہ

۱ اس رخ پہ نظر کر خطِ شب رنگ کا جلوہ ۲۶۷ کیا کھلتا ہے اس آئینے میں زنگ کا جلوہ

۲ لگتی ہے نگہ اپنی بہت بوقلموں آج — ہے سامنے ان آنکھوں کے کس رنگ کا جلوہ

۳ پھر بند ہو غنچے کی طرح وقت تبسم — گر دیکھے گل اُس کے دہن تنگ کا جلوہ

۴ اس آئینہ خانے میں جہاں جو نظر کی — آیا نظر اپنے ہی رضا رنگ کا جلوہ

۱ دل جا پڑا ہے اُس بت نا آشنا کے ہاتھ ۲۶۸ اے کافر اب تو پھرنا ترا ہے خدا کے ہاتھ

۲ کس طرح سے یہ لیتی ہے بوسہ چپٹ چپٹ — کیا اُس کا پاؤں مفت لگا ہے حنا کے ہاتھ

۳ برباد دے ہے خاک دریا رنت صبا — یا رب یہ تخت سلطنت آئے گدا کے ہاتھ

۴ بلبل یہ شاخ گل بڑی نازک سہی ولیک — جو ہم نے دیکھے ہیں سو کہاں اُس ادا کے ہاتھ

۵ اک بار بھی نہ دامن یار آیا ہاتھ میں — تھک کر کے رہ گئے مرے آخر دعا کے ہاتھ

۶ کچھ فکر میرے اس دل حیراں کا بھی کرے — جس نے دیا ہے آئینہ اُس خود نما کے ہاتھ

کرتا چمن کے تختے کو پامال عندلیب — گر اختیار باغ کا ہوتا رضا کے ہاتھ ۷
پھیرتے کیا ہو ہر دم میرے لب چشم خوں بار پہ ہاتھ ۲۶۹ کاش اک بار بھی شفقت سے تم رکھتے دل افگار پہ ہاتھ ۱
قطع امید نہ کیجیے کیوں کر برسوں کی وعدہ خلافی پر الٰہی جو قسم ملنے کے لیے تو اپنی رکھا تردار پہ ہاتھ ۲
روتے روتے آنکھیں بیٹھیں خوف سے تھراتے ہیں پاؤں اب آتے ہیں کسی کی گلی میں کھڑ رکھ ہم دیوار پہ ہاتھ ۳
مہندی ملنے کی مت پوچھو قہر کیا نزاکت نے — انگلیاں پانچوں اکھڑ آئیں لگتی ہی بس خسار پہ ہاتھ ۴
دل لگانے کا چاؤ ہوتا ہے ۲۷۰ پر کلیجے میں گھاؤ ہوتا ہے ۱
پہنچا قاصد پہ مثل شانے کے دل کے تئیں پیچ تاؤ ہوتا ہے ۲
ظلم یاں بے حساب ہے دیکھیں حشر میں کیا بناؤ ہوتا ہے ۳
اب تو ہم ہار بیٹھے ہیں لیکن جیت کا ایک داؤ ہوتا ہے ۴
شکوہ کرتے ہیں ان جدائی کا جہاں کچھ بھی لگاؤ ہوتا ہے ۵
بگڑی صورت تک اس کی دیکھ رضا — کس سے اُس کو بناؤ ہوتا ہے ۶
دل جو کھینے میں نہ ہو کیا حاصل اُسکے پاس سے ۲۷۱ زخم زخم اس کو کر اور ہر زخم بھر الماس سے ۱
اس کو نسبت اُس کی زلفوں سے سراسر ہو خطا ہوش کس کا اڑ گیا ہو مشک کی بو باس سے ۲
اب نمازوں میں جاتا ہی نہیں اُس کا خیال میں نہ ملتا تھا بتوں سے کم اسی سواس سے ۳
بوسہ لب کا غیر کو دیجے ہمیں ترسائیے — آب حیواں اُس کی قسمت ہو مریں ہم پیاس سے ۴
کیوں کہ وہ عاشق دل سوختے سے ساز کرے ۲۷۲ جس کا یہ حسن ہو جبریل نہ وہ ناز کرے ۱
نظر خاص رقیبوں کے تئیں ارزانی اس طرف کاش نگاہ غلط انداز کرے ۲
میرا جی دینا تو کیا مرتا تھا اس رخ پر میں ایک نظر جس کی جھمک خضر کو جاں باز کرے ۳
ہے عجب راہ محبت کا طریق اے یارو پہنچے منزل کو جو انجام کو آغاز کرے ۴
کیا تماشا ہے وہاں معرکہ آرا ہے عشق جس جگہ کام نہ کچھ سحر نہ اعجاز کرے ۵
جتنے شہباز ہیں اس صید ہوتے ہیں شکار جو پر تیر کو اپنا پر پرواز کرے ۶
رشک پروانے سے جلتا ہوں شب و روز رضا — کوئی مقراض اب اُس کا پر پرواز کرے ۷
دل شیخ و برہمن کا مرے ہاتھ گرد ہے ۲۷۳ نہ رہ مجھے کعبے میں نہ بت خانے میں لو ہے
یاں دیدۂ پرنم دل پرخوں ہے کس بن نہ جام نہ مینا ہے نہ خم ہے نہ سبو ہے ۲

۲ کیوں کر دل صد چاک کو اب سیجے رضا ہائے — نہ بخیہ ہی ہو سکتا ہے نہ جائے رفو ہے

۱ رضا کس طرح کا یہ دیوانہ پن ہے ۲۷۴ ترا چاک چاک آہ سب پیرہن ہے
۲ کرو مت تردد ہمارے کفن کا — فقیروں کی کفنی ہی اس کا کفن ہے
۳ شب ہی تک ہے یہ ماجرا دیکھیو کل — نہ یہ یار ہیں گے نہ یہ انجمن ہے
۴ رضا کو گلی سے نہ اپنی نکالو — یہ عاشق قدیمی ہے یار کہن ہے

۱ روتا پھرتا ہے نالہ بھرتا ہے ۲۷۵ کہہ رضا سچ تو کس پہ مرتا ہے
۲ کس نے پھر تیغ کی ہے آج علم — پھر لہو اپنا جوش کرتا ہے
۳ قتل کیجے رضا سے مخلص کو — کوئی بھی ایسا کام کرتا ہے

۱ گر چشم تری جام صہبا کے برابر ہے ۲۷۶ اپنا دل پرخوں بھی مینا کے برابر ہے
۲ کہہ دینا سکندر سے کیوں پھرتا ہے بیہودہ — اک گوشۂ دل ساری دنیا کے برابر ہے
۳ کیوں خضر سے جدا ہوں سے میں نہیں آتا — جب دل کو ہوئی وسعت صحرا کے برابر ہے
۴ کر سیر ذرا دل کی وادی مقدس کی — ہر ایک شباں یاں کا موسیٰ کے برابر ہے
۵ آ عشق کے مکتب میں سی پارۂ دل کو پڑھ — یاں طفل دبستانی ملّا کے برابر ہے
۶ حرماں زدگان عشق مستغنی ہیں جنت سے — یاں کا شجر بے بر طوبیٰ کے برابر ہے
۷ اے میر رضا شکوہ مت اس کی جفا کا کر — معشوق جفا پیشہ عنقا کے برابر ہے

۱ چشم و زلف اس کی کیا دل کو پسند آئی ہے ۲۷۷ مست زیبا ہے کبھی اور کبھی سودائی ہے
۲ اگلی باری کا گیا شور نہیں رہے ہائے — اب خدا خیر کرے پھر یہ بہار آئی ہے
۳ کعبہ و دیر جدھر دیکھا ادھر کثرت ہے — آہ کیا جانے کدھر گوشۂ تنہائی ہے
۴ شہر آباد ہے سودے سے رضا کے ورنہ — کوہ کن کوہی ہے اور قیس سو صحرائی ہے

۱ مجھ خاک سے جو لالہ اگا کیا عجب یہ ہے ۲۷۸ داغ جگر صعود میں ہے گا سبب یہ ہے
۲ گر میرا دردِ دل نہ سنا اس کا غم نہیں — باتیں لگا ہے غیر کی سننے غضب یہ ہے
۳ ظاہر ہیں سب پہ عشق کی خانہ خرابیاں — بتلادوں کیا کسے اب اپنے حسب یہ ہے
۴ دشمن کو کیا رہے گی تو تیغ بتا تو ہائے — تیرا سلوک دوستوں سے یار جب یہ ہے
۵ دیکھا جو وقت مرگ مجھے ہنس کے یہ کہا — سنتے جو تھے رضا کے تئیں جاں بلب یہ ہے

ہوئے گا محبت کا سرانجام ہمیں سے ۲۷۹ اوروں کو دعا ہوئے یہ دشنام ہمیں سے ۱
سمجھانے کو اک میر رضا ٹھہرے تھے اُس کے — وے بھی جو نظر آئے سو بدنام ہمیں سے ۲
کیا جانے کس کی صورت دل سے دوچار اب ہے ۲۸۰ بے خود بہ سان تصویر حیرت سے ہو رہا ہے ۱
انجم نہ سمجھو اس کو تیر نگہ کی اُس کے یہہ زرہ پوش گردوں ہیبت کے ہو رہا ہے ۲
کھینچو ہو تیغ کس پر کہنے سے غیر کے آہ آگے ہے دل یہ بسمل غیرت کے ہو رہا ہے ۳
گرچہ ہے صفائی وحدت گزیں ہوئے دل یہہ عکس آئینے میں کثرت سے ہو رہا ہے ۴
دیتا ہے دل سی شے بھی کوئی رضا کسی کو — اب تو خراب اپنی ہمت سے ہو رہا ہے ۵
غیر کے گھر دوڑے جاتا ہے ۲۸۱ کس طرح سر گڑائے جاتا ہے ۱
یار دیکھو تو میری خاک سے بھی دامن اپنا اٹھائے جاتا ہے ۲
خاک سے ہو گئے ہیں ہم یک ساں پر دو گھوڑا کدائے جاتا ہے ۳
رازداری کہاں تلک لے عشق غم ہی جاں کھلائے جاتا ہے ۴
آہ گور آ لگے ہیں تس پر بھی وہ ہمیں آزمائے جاتا ہے ۵
مجھ کو سیدھا سمجھ کے وہ کج باز اینڈی بینڈی سنائے جاتا ہے ۶
تیرے بازار حسن میں یوسف شرم سے مُنہ چھپائے جاتا ہے ۷
جاتا ہے اُس کے در سے جو کوئی راہ سے مُنہ بھرائے جاتا ہے ۸
کیا ہی دل کش ہے یہہ جہاں خراب بن موئے یاں سے جائے جاتا ہے ۹
ایک تو آپ ہی مرد وں ہوں میں ق درد جی کو کھپائے جاتا ہے ۱۰
پوچھنا تس پہ دوست داروں کا — اور بھی جان کھائے جاتا ہے ۱۱
میں ہوں اس سے بھی تیرہ روز رضا — وہ جو سرمہ لگائے جاتا ہے ۱۲
اٹھے ہیں گہہ زمیں سے گہہ آسمان سے ۲۸۲ عاشق کہاں ہوئے کہ گئے ہم جہان سے ۱
آئندہ دیکھیں کرتا ہے کیا کیا ادائیں عشق کی صرف میں نے زندگی اب تک توآں سے ۲
دیکھا نگاہ تیز سے کس شوخ چشم نے آتے نظر ہیں منہ پہ تمھارے نشان سے ۳
سچ کہنا بوالہوس سے خفا تو نہیں ہوئے کچھ ان دنوں ہو مجھ پہ بہت مہربان سے ۴
جس دن سے اُس نے اپنی سروہی کو باڑھ دی میں دم بہ دم گلے کو رگڑتا ہوں سان سے ۵

٦ ہر شے میں جلوہ گر ہے ولیکن یہ لطف ہے   باہر ہے وہم و فہم و قیاس و گماں سے

۷ جس دل میں داغ ہو رکھا اے جانِ عزیز   یوسف نہیں نکلتا ہے ہر کارواں سے

۸ قاصد چلا ہے چھوڑ اسیرانِ عشق کو   لے نام عاشقوں کا ہر اک دلستاں سے

۹ بہتر تو ہے گر اپنے گرفتار کے تئیں   کہہ دیجیے کچھ آپ بھی اپنی زباں سے

۱۰ اک عمر میں بھی شعر کی خدمت کی لے رضا —— پر حیف ہے ملا نہ کسی نکتہ داں سے

۱ اس خستہ جاں کو کون سی یا رب دوا لگے ۲۸۳ جس کو کہ سانس لینے میں اک تیر سا لگے

۲ تاثیر ہے وہاں سے زیادہ اس کے نام کو   بیمارِ عشق کی نہ کسی کو ہوا لگے

۳ سو عمر خضر سے ہو تری زندگی زیاد   گر ایک دن کی بھی مری تجھ کو دعا لگے

۴ جوں سایہ تیرے ساتھ لگا پھرتا ہے رقیب   اس بدبلا کو بخت کوئی بدبلا لگے

۵ مت منہ لگانا بوالہوس چاپلوس کو   جب لگ چلے زیادہ وہیں کہہ دو پا لگے

٦ یوں شعر میں تلاش بھی کرتے ہیں رضا —— اتنا تو ہو جو چوٹ بھی دل کو ذرا لگے

۱ ترے خیال میں کل زور خواب دیکھا ہے ۲۸۴ تمام سرو میں پھولا گلاب دیکھا ہے

۲ کمر کی زلف کی کاکل کی ہم سے مت پوچھ   تمام عمر یہی پیچ و تاب دیکھا ہے

۳ تو اور ہی کو ڈرا روزِ حشر سے واعظ   شبِ فراق میں ہم نے عذاب دیکھا ہے

۴ چلا ہے کعبے کو بت خانے سے رضا یارو —— کسی نے ایسا خدائی خراب دیکھا ہے

۱ میں ہی نہیں ہوں برہم اُس زلفِ کج ادا سے ۲۸۵ ٹک منہ ترا جو پائیں الجھیں ابھی ہوا سے

۲ تم نے نکالنے میں کچھ کم نہ کیں جفائیں   اب تک جو تھم رہے ہیں ہم اپنی ہی وفا سے

۳ پہلی نگہ میں دل پر برچھی سے لگ گئی ہے   پہنچے تھے انتہا کو ہم اس کی ابتدا سے

۴ رکھنا قدم زمیں پر ٹک دیکھ کر پیارے   دل راہ میں پڑے ہیں لاکھوں کے نقشِ پا سے

۵ جائے طبیب یاں سے اتنا نہیں سمجھتا   بیماری محبت کس کی گئی دوا سے

٦ میں عاشق بلا ہوں کرتا ہوں اُس کو سجدہ   خاکِ قدم کو اس کی جو آوے کربلا سے

۷ مشہور تھی بزرگی اُن کی سبھوں سے لیکن   ق   اپنے تئیں تعارف چنداں نہ تھا ضیا سے

۸ اکثر گلی سے اُس کی دیکھا تھا میں نے جاتے   ہو گئے تھے اس سبب سے کچھ صورت آشنا سے

۹ کل اُن کو میں نے دیکھا ننگے پا برہنہ   جامہ جو ہے گلے میں سو ٹکڑے جا بجا سے

در پردہ یوں میں اُن سے پوچھا کہ قبلۂ من		کیوں آج اس قدر ہیں آزردہ و خفا سے	۱۰
محجوب سے وہ ہو کر کہنے لگے نہ پوچھو		مر جائیں یا الٰہی چھوٹیں کہیں بلا سے	۱۱
یہ طرفہ ماجرا ہے اک جا پہ دل دیا ہے		پر قہر ہیں وہاں کے لونڈے زرا زرا سے	۱۲
اتنی سی عمر میں یہ عیاریاں ہیں کرتے		لیتے ہیں دل کو پہلے دے دے بہت دلاسے	۱۳
جب دیکھتے ہیں آیا اب اختیار میں دل		جو دیکھیو تو پھر پیش آتے ہیں اس ادا سے	۱۴
میں نے کہا کہ حضرت آپ اپنی طرف دیکھیں		جو ان بتوں سے ہوگا سو ہوگا وہ خدا سے	۱۵
بے اختیار ہو کر بولے کہ سچ ہے صاحب		واقف نہیں ہوئے ہو عشق ہوس فزا سے	۱۶
دریا کے رہنے والے کیا جانیں اس اثر کو —		پانی کی قدر پوچھو اُن سے جو ہیں پیاسے	۱۷
انسان ہے یہ یا ملک یا حور ہے یہ یا پری	۲۰۶	اعجاز عیسیٰ لب میں ہو آنکھوں میں سحر سامری	۱
صنعت نمائی تھی غرض یا قتل عالم مدعا		یہ کیا کیا حیراں ہوں میں تیری جو کی صورت گری	۲
گر تو نہیں مستور ہے کس نے مجھے رسوا کیا		دیوانہ ساں پھر کیوں ہوں میں گر تو نہیں شکل پری	۲
ہے حسن سے ایجاد عشق اور عشق سے اُس کی نمود		میں تجھ سے ہوں تو مجھ سے ہے اے راہ عشق و دلبری	۴
دیکھا رضا کو بعد مرگ اک عمر بھر جو خواب میں —		ہونٹوں میں خشکی ہے وہی آنکھوں میں وہی ہے تری	۵
محرومی کا کوئی مجھ سا گرفتار نہ ہوئے	۲۰۷	ملتا ہے اور لذت دیدار نہ ہوئے	۱
پوچھے ہے مرا حال وہ بے درد و لیکن		جس وقت مجھے طاقت گفتار نہ ہوئے	۲
اب جاتے تو ہو میر رضا اُس کی گلی میں —		ڈرتا ہوں یہ آنا تمھیں دشوار نہ ہوئے	۳
نہ ہم کو یاد کرتا ہے نہ تو یاں آپ آتا ہے	۲۰۸	خیال اپنے کو بلوائے عبث یہ کیوں ستاتا ہے	۱
نہ کہتے حال دل کو اپنے اس کہنے سے بہتر تھا		تمھیں تو نیند آتی ہے ہمیں تو رونا آتا ہے	۲
نہ سونے کا مرض ہے گا کہ جس سے یوں ہو دیوانہ		ذرا چپ بیٹھنا گھر میں مجھے در در پھراتا ہے	۳
رضا کے جان دینے پر دل اک عالم کا کڑھتا ہے —		تو جیتا رہیو تیرے بھی کبھی کچھ جی میں آتا ہے	۴
مری چشموں سے یوں سیلاب آنسو کا نکلتا ہے	۲۰۹	بھری بھادوں میں جیسے جوش سے دریا ابلتا ہے	۱
رضا اپنے پہ تجھ کو رحم کچھ آتا نہیں ظالم —		تری تو خستہ حالی دیکھ جی غیروں کا جلتا ہے	۲
جوں توں کے روز ہجر تو رو دھو کے کٹ گئے	۲۱۰	پر چھاتی پر پہاڑ سی یہ رات رہ گئی	۱
اک دم نہ اور بیٹھے کہ ہو چکتا میں تمام		جی ہی میں آہ جی کی مرے بات رہ گئی	۲

۲ وعدہ کیا تھا صبح کا سو وہ بھی آئے ہائے — اے پیارے دن گزر گیا پر بات رہ گئی
۳ واں دیر راہ کی ہوئی یاں جلدی کی اجل — ہوتے ہی ہوتے ایسی ملاقات رہ گئی

۱ قصورِ دوستی افشا ہوا کیا مہرباں ہم سے ۲۹۱ نہ ہو دشمن سے کوئی جیسے تم ہو بدگماں ہم سے
۲ غنیمت ہی سمجھ تو ہم کو اب اے عشقِ جاں فرسا — گئے فرہاد و مجنوں پر ترا نام و نشاں ہم سے
۳ رضا سے دل جلے کی سوزشیں سب کے بیاں کرنے — سمجھ کر جی میں ہونا شمعِ محفل ہم زباں ہم سے

۱ کہہ دل نہ اُسے عشق میں جو زار نہ ہووے ۲۹۲ وہ آنکھ نہیں غم سے جو خوں بار نہ ہووے
۲ وہ دوست جو کچھ میری اذیت میں ہو مصروف — دشمن کے بھی کوئی درپے آزار نہ ہووے
۳ کس کلم کا انداز نگہ سمت یہ تیرا — کیا وار ہے وہ سینے کے جو پار نہ ہووے

۱ ہو گئے ہم جو تھے نپٹ سیانے ۲۹۳ رخ ترا دیکھتے ہی دیوانے
۲ ہم تجھے چشمِ یار گھوریں گے — مست تو ہے تو ہم ہیں دیوانے
۳ .... تیشہ کوہ کن سے پوچھ — جس کے سر پر پڑے وہی جانے

۱ ہمیں مر جائیں اب کہ یار آئے ۲۹۴ دیکھیے کب تئیں قرار آئے
۲ ایک اُس سے کہی نہیں جاتی — بات جی میں اگر ہزار آئے
۳ جیتے جی گالی بھی نہ دی اے کاش — فاتحے کو سرِ مزار آئے
۴ میرے مرنے کی کہیو اے قاصد — جس طرح اُس کو اعتبار آئے
۵ یہہ وصیت ہے خاک پر میری — جو کوئی آئے اشک بار آئے
۶ تم تو لاؤ رضا کو گر یک بار — آپ سے پھر ہزار بار آئے

۱ کہاں کا پیغام اور نامہ غرض یہہ احوال نامہ بر ہے ۲۹۵ خبر کو بھیجا تھا اُس کی ہم نے سو آپ ہی آیا ڈھو خبر ہے
۲ نیاز نے ہم کو مار ڈالا یہ ناز بے جا بتا تو کب تک — بہانہ کرتا ہے نیند کا کیا ہمارا قصہ تو مختصر ہے
۳ جفا سے اُس کی وفا زیادہ یہ کس کی قدرت یہ کس کی طاقت — نہ بھائی ہم سے تو یہہ نہ ہوگا ترا تو بڑا ہی جگر ہے
۴ اگر نہیں صنم کیا کسی سے تو اس سے ہوتا ہو کیا بلائے — کسی کا جیرا ہو سرخ شاید کہ خون میرا کسی کے سر ہے
۵ دہن کسی کا مگر کسی کی نظر میں آئے کبو سو کیونکر — عدم کی ہیں گی یہ سب نشانی نہ کچھ دہن ہے نہ کچھ کمر ہے

۱ دلِ رنجور پر یہہ بارِ غم اے یار بھاری ہے ۲۹۶ بہت ہم نے اٹھایا پر بہت اس بار بھاری ہے
۲ نہ جا بالیں سے میرے تک ترحم کر کہتے ہیں — شبِ ہجراں ترے بیمار پر اے یار بھاری ہے

مصرعِ اول	غزل	مصرعِ ثانی	شعر
منڈائی اُس نے جب ابرو میں بولا کیا کیا ظالم		لگا کہنے مرے قبضے پہ یہ تلوار بھاری ہے	۳
رضا وحشت نہیں محشر کی حیدر کی محب کی	—	ہمارا پلۂ میزاں جنوں کہار بھاری ہے	۴
یوہیں مری جان لیا چاہیے	۲۹۷	یا ابھی کبھی دل ہی دیا چاہیے	۱
کیسی قیامت ہے وعدہ بنے کے		کتنے دن اب اور جیا چاہیے	۲
جامۂ مجنوں کا مرے بن سیے		چاک گریباں کا سیا چاہیے	۳
لے گیا لیلیٰ کو وہ مجنوں کے پاس		ناقے کے قدموں کو لیا چاہیے	۴
غیرِ مۓ ناب کے قابل نہیں		اُس کے تئیں زہر دیا چاہیے	۵
عشق کا بیمار اگر مر بھی جائے		تو بھی دوا اُس کی کیا چاہیے	۶
ساقیِ دوراں کے رضا ہاتھ سے	—	صاف ہو یا دُرد پیا چاہیے	۷
تجھ کو ہرجائی کوئی کیا چاہے	۲۹۸	موت عالم کی تا کجا چاہے	۱
اُس سے کیا دعویٰ کیجے جو ظالم		قتل کر آپ ہی خوں بہا چاہے	۲
اُس کو بے درد ماریو یارب		درد کی میرے جو دوا چاہے	۳
ترکِ عشقِ بتاں رضا ہم تو	—	چاہتے ہیں اگر خدا چاہے	۴
یا فقیری ہے یا کہ شاہی ہے	۲۹۹	عشق میں دونوں روسیاہی ہے	۱
اس طرح اُس کو موت دے یارب		زندگی میری جس نے چاہی ہے	۲
اپنا دکھلاوے گوشۂ دستار		گل کو دعوائے کج کلاہی ہے	۳
کیوں کے اس پر نہ لے رضا مریے	—	خوب صورت ہے اور سپاہی ہے	۴
گل عشاق رنگ باختہ ہے	۳۰۰	سرو اپنے چمن کا فاختہ ہے	۱
آتشِ غم سے آب سنگ ہوئے		اشکِ آئینۂ گداختہ ہے	۲
عشق بالا ہے حسنِ سرکش سے		سایۂ سرو بال فاختہ ہے	۳
کوئی کہتا اسیر ساغر کو		ہند میں بھی ہوا مراختہ ہے	۴
دیکھ سودا رضا کا دیوانے	—	تیرا مجنوں جنوں ساختہ ہے	۵
سب یار ملتے ہیں گے یہ کہہ کہہ کے عید ہے	۳۰۱	تو مجھ سے دور بھاگے نہایت بعید ہے	۱
مت دیکھ چشم سے یہ رویت کی ہلال		قفلِ درِ مراد کے حق میں کلید ہے	۲

۳ ہم جانتے ہیں اُس کے تئیں پیر ہے رضا — طفلی سے نوجوانوں کا جو کوئی مرید ہے

۳۰۲
۱ نہ ہو خوش وصل سے بھی خاطر اندوہ گیں اپنی — کرا دل دیکھنے میں ہے نگاہ واپسیں اپنی

۲ شبِ ہجراں میں نت لے اشک سوزاں تیری دوری سے — بہ سانِ شمع آتش در بغل ہے آستیں اپنی

۳ رضا گر مدعی کی فکر ہو سحر آفریں کیا غم — کہ ہے فضل خدا سے طبع اعجاز آفریں اپنی

۳۰۳
۱ درد کا مبتلا کیا تو نے — عشق بے درد کیا کیا تو نے

۲ کیا ہوا گل کھلے چمن کے نسیم — کسی کا دل بھی وا کیا تو نے

۳ دل دیا ایسے بے وفا کو رضا — کیا کیا تو نے کیا کیا تو نے

۳۰۴
۱ جب اٹھے تیرے آستانے سے — جانیو اُٹھ گئے زمانے سے

۲ دن کھلا انتظار میں گزرا — رات کاٹیں گے کس بہانے سے

۳ جان بھی تجھ پہ جو نہ کیجیے نثار — مر نہ جائیں گے اُس کے جانے سے

۴ ایک اس لطف سے اٹھایا ہاتھ — چھٹ گئے لاکھوں شاخسانے سے

۵ کوئی مر جاؤ کام ہے اُس کو — اپنی تروار آزمانے سے

۶ اُس کے تیرِ نگاہ کے آگے — کچھ ہمیں بن گئے نشانے سے

۷ ناتوانی تجھے غضب آ رہے — گئے اُس کی گلی کے جانے سے

۸ کہاں بنگالہ اور کہاں میں رضا — بس نہیں چلتا آب و دانے سے

۳۰۵
۱ کس طرح چھپائیں محبت ہم نالوں سے چاہ نکلتی ہے — جب ذکر کسی کا آجاتا ہے دل سے آہ نکلتی ہے

۲ یہہ کس کی آنکھوں کے سُرمے نے کیا گھر ہے میری آنکھوں میں — آنسو ہی نہیں نکلیں ہیں سیاہ نگہ بھی سیاہ نکلتی ہے

۳ کیا جانے کیسی آگ پڑی کیوں ہم سے آہ کو لاگ پڑی — جب جاتے ہیں اُس کی مجلس میں یہہ خواہ نخواہ نکلتی ہے

۴ راتوں کو شکوہ میں سوز نہیں چوری کی نمود نہیں — ہو صبح تو اس کو نکلنے دے تری شیخی ماہ نکلتی ہے

۵ رکھتے ہیں پاؤں پر میں ہیں کہیں جاتے ہیں کہ بے ہوش ہیں — ہر ایک قدم پر گرتے ہیں کس گھر کو یہ راہ نکلتی ہے

۶ جو شعر شناس یہاں رہے ہیں کیا جانے رضا یہ کہاں گئے — مذکور تو کیا ہے آہ کریں نہیں منہ سے واہ نکلتی ہے

۳۰۶
۱ خط آیا تس پر بھی اُس میں کیا ہی آن نکلتی ہے — بن ٹھن کر جب نکلے ہے وہ اپنی جان نکلتی ہے

۲ .... — منہ کے کھلنے کی ہو نشانی جب کہ کمان نکلتی ہے

۳ نفرت ہوئی گلو گیر اپنی یوں نکلے اس بزم سے ہم — جیسے پھانسی دینے میں گھبرا کے جان نکلتی ہے

تیر ہے یا یہ برچھی ہے جو دل کو چھید ڈالے ہے — سنتا زاہد مطرب کی کس ادا سے تان نکلتی ہو ۴
کج کل دارا کون سکندر کیسا خسرو ہم تو رضا — بندے ہیں اُن کے جن میں خدائی کی شان نکلتی ہے ۵

یعقوب خوش نہ ہوگا بوئے گل دشمن سے — ۲۰۷ آ اے صبا لپٹ کر یوسف کے پیرہن سے ۱
کس سے کہوں کرے گا کون اعتبار اس کو — ہے مجھ کو تلخ کامی اُس شکریں دہن سے ۲
کیا غم ہے تجھ کو اے دل کچھ کہہ تو اپنے جی کی — پرچے نہ انجمن سے خوش ہو نہ تو چمن سے ۳
کیوں لالہ بے ستوں کا کرتا ہے داغ دل کو — پانی اُسے دیا ہے کیا خون کوہکن سے ۴
ہوتا ہے کوئی پیوند اب آئنے شیشہ — کب زخم دل ہو بہتر ناصح ترے سخن سے ۵
یوں میرے گھر سے نکلا وہ شوخ شاد و خرم — جس طرح عارفوں کا نکلے ہے جان تن سے ۶
اس دشت پُر خطر میں جاتا ہوں میں اکیلا — ریگ رواں کو جس کے ہے خوف راہزن سے ۷
کھلتا ہی ہو ہوا سے اک جنبش مژہ کی — کیا برگِ گل کو نسبت اُس نازنیں بدن سے ۸
بیماری بوالہوس کی سن کر بہت کڑھا وہ — بیمار میں ہوا ہوں یارو اسی کڑھن سے ۹
سنتے تو تھے رضا ہیں سب میں بڑے مسلماں — پر کفر میں زیادہ نکلے وہ برہمن سے ۱۰

عاشق کو زندگی شب ہجراں نہ چاہیے — ۲۰۸ اے مرگ اتنی دیر مری جان نہ چاہیے ۱
دل کا مرے یہ حال ہو دشمن بھی رحم سے — کہتے ہیں اتنی دشمنی جاں نہ چاہیے ۲
سینے کا زخم مجھ کو چھپاتا ہے اور ہائے — بے چاک عاشقی میں گریباں نہ چاہیے ۳
نہ شمع ٹھہرے اور نہ اُگے سبزہ گور پر — اتنی بھی گرمی اے دل سوزاں نہ چاہیے ۴
جس زہر سے کہ ہوتے ہیں آسودگاں تمام — اُس سے ہلاک خستہ دروناں نہ چاہیے ۵
وقت وداع مانع نظارہ تو نہ ہو — ہر وقت جوش دیدۂ گریاں نہ چاہیے ۶
مرگ رقیب سننے کی مجھ کو خوشی ہے لیک — کہتا ہے رشک ذکر بھی یہ یاں نہ چاہیے ۷
آشفتہ کیوں ہو آئینہ خانے میں کیا گئے — یاروں کا راز یاروں سے پنہاں چاہیے ۸
جو دل کہ کوئے یار کے جانے سے وا نہ ہو — واشد کو اُس کی سیر گلستاں نہ چاہیے ۹
اے دل جو شرم گیں کبھی دیکھے تری طرف — یوں بے خودی سے کرنا پشیماں چاہیے ۱۰
خود عشق سر کے دینے کا سامان ہے رضا — کہتے ہیں عشق میں سر و ساماں چاہیے ۱۱

میں جان دیتا ہوں مژۂ یار کے لیے — ۲۰۹ گل سے کسی نے توڑا نہیں خار کے لیے ۱

۲ میرے لیے خدا نے دیا ہے تجھے یہ حسن — خلقت دوا کی ہوئے ہے بیمار کے لیے
۳ ہم کو دیا قضا نے ہی اک خوں گرفتہ دل — سو ہائے وہ بھی دیدۂ خوں بار کے لیے
۴ ہم کو ملی ہے عشق سے اک آہ سوز ناک — وہ بھی اُسی کی گرمیٔ بازار کے لیے
۵ حربا کی طرح تکتے ہیں خورشید کی طرف — ہم سے غریب سایۂ دیوار کے لیے
۶ لازم ہے خاک سے بھی کبھی کیجیے بسر — سر کو فقط نہ جانیے دستار کے لیے
۷ اے وائے خونِ دل سے ہے آسودہ میری آنکھ — اور چشم پاک چاہیے دیدار کے لیے
۸ دل کو گل بہشت کا داغی نہ کر رضا — یہ آئینہ بنا ہے رُخ یار کے لیے

۱ روئیے کس کے لیے اور کس کا ماتم کیجیے — ۲۱۰ عمر جاتی ہے چلی کچھ اپنا ہی غم کیجیے
۲ کم نہیں اپنی جمعیت پر بہت لاچار ہیں — درد کچھ بھی کم ہو تو نالہ بہت کم کیجیے
۳ اُس کے جلوے نے کیا طاقت تمام اے ہم نشیں — سخت حیرانی ہے کیوں کر چشم پُر نم کیجیے
۴ عشق سو محنت ہے کیا کہیے دل بے تاب کو — ایک دو ملزم نہیں کس طرح ملزم کیجیے
۵ قتل کا وعدہ تمھاری چشم دیتی ہے ولیک — مست ہیں وے آپ یہ پیمان محکم کیجیے
۶ خاک میں ہم راہ آخر لے گیا سب رازِ عشق — اپنی غیرت نے نہ چاہا کوئی محرم کیجیے
۷ چشم رکھنا ابر تر پر دوں ہم سے ہے رضا — روئیے اور کشت اپنا سبز خرم کیجیے

۱ کشش دل کی کوئی مرنے سے بے تاثیر ہوتی ہے — ۲۱۱ جو عاشق خاک ہو تو خاک دامن گیر ہوتی ہے
۲ کروں کیا کیوں کے لکھوں حال دل حیرانی ہے اس کا — جو کہنے میں نہ آئے بات سو تحریر ہوتی ہے
۳ دل بے تاب مرنے پر بھی خاک اپنے نہ کام آیا — غلط ہے کشتۂ سیماب کی اکسیر ہوتی ہے
۴ یہ طوق گردنِ دل ہے وہ ہے گر پاؤں کی بیڑی — مقابل اُس کی زلفوں کے کوئی زنجیر ہوتی ہے
۵ کبھی اک بوسہ مانگا تھا رہو یہ خفگیاں رکھنا ہیں — فرشتے ہم نہیں انسان سے تقصیر ہوتی ہے
۶ عمارت دیر و مسجد کی بنی ہے اینٹ پتھر سے — دل ویرانہ کی کس چیز سے تعمیر ہوتی ہے
۷ کہا ہنسنے کو میں سو بات ہی موقوف کی اُس نے — غرض تقصیر کی دونی یہاں تعزیر ہوتی ہے
۸ جوانی ہی میں دخت رز نہیں ہے اپنی مستانی — قیامت حالت پیری میں یہ بے پیر ہوتی ہے
۹ شبابی کی زلف دیکھی خواب میں اور صبح کیا دیکھا — مرے زنجیر کرنے کی رضا تدبیر ہوتی ہے

۱ نالہ نہ کیجیے اُس کو جو شعلہ ور نہ ہوئے — ۲۱۲ وہ اشک کیا ہے جس میں لخت جگر نہ ہوئے

لے آہ گرم تجھ کو کچھ بھی ہے شرم آتی ۔۔۔ یاں جل کے راکھ ہوں میں اں کچھ اثر نہ ہووے ۲
بے ہیچ زندگانی دشواری میں تو کاٹی ۔۔۔ آجا نظر کہ مرنا دشوار تر نہ ہووے ۳
ہردم شکستہ رنگی کرتی ہے بہار ن ۔۔۔ کیا غم اگر چمن میں مجھ کو گذر نہ ہووے ۴
تجھ بن اگر ہنر ہے ٹک دیکھ عیب اپنا ۔۔۔ دشمن کے عیب سے ہرگز ہنر نہ ہووے ۵
آئینہ ساں بنا ہے تو جسم تو سراپا ۔۔۔ پر دیکھنا تعین جائے نظر نہ ہووے ۶
اب کام تو رضا کا جی دینے سے بھی گزرا — بہتر ہے اس قدر عشق ہوئے نہ ہووے ۷

۲۱۳ کس لیے صحرا کے محتاج تماشا ہوجیے ۔۔۔ چاک کیجے سینے کو اور آپ ہی صحرا ہوجیے ۱
کشتۂ لب ہو کے کیجے جاوداں اب زندگی ۔۔۔ کیوں عبث منت کش خضر و مسیحا ہوجیے ۲
چشم احول سب کو دیکھے ہے زیادہ آپ سے ۔۔۔ عین بینائی ہے گر اس طرح بینا ہوجیے ۳
کب تلک سرگشتہ رہیے دن کو مثل گرد باد ۔۔۔ رات کو جوں شمع جلنے کو مہیا ہوجیے ۴
اس قدر ہم دل گرفتہ ہیں کہ مشکل ہے بہت ۔۔۔ اس کے بند جامہ وا ہونے پہ بھی وا ہوجیے ۵
مجھ سے یہ محجوبی اور دشمن سے ایسا اختلاط ۔۔۔ شرم کیجے بے وفائی میں نہ رسوا ہوجیے ۶
آنا یوں تیوری چڑھائے منہ بنائے فائدہ ۔۔۔ گر یہی صورت ہے مت تشریف فرما ہوجیے ۷
بوالہوس کا یوں ہدف کیجے نشانہ تیر کا ۔۔۔ غافل اپنی قدر سے بے درد آشنا ہوجیے ۸
جوں جرس بام و در ہر خانہ سے اٹھے گا شور ۔۔۔ مت سفر سے حشر برپا ساز سحا ہوجیے ۹
خانہ ویراں کرکے دلوانے بنے تس پر رضا — کچھ نہ ہوئے پھر بھلا کیا کیجیے کیا ہوجیے ۱۰

۲۱۴ ہر اک کا حوصلہ چاہے ہے بحر و بر لیوے ۔۔۔ پہ مردہ وہ جو لب خشک و چشم تر لیوے ۱
فلک عمارتوں کا اس پہ رکھے ہے احسان ۔۔۔ جو اس خرابے میں اک اینٹ زیر سر لیوے ۲
سوائے آہ شرر بار کوئی ایسا نہیں ۔۔۔ چراغ کی مرے بالیں پہ جو خبر لیوے ۳
سوائے نفس سے راہ زن نہیں بہتر ۔۔۔ جو راہ عشق میں چاہے کہ راہبر لیوے ۴
کہاں سے پائی جہنم نے اس قدر سوزش ۔۔۔ مگر وہ آہ گنہگاروں سے اثر لیوے ۵
یہ میری چشم کو ہے ذوق خوں فشانی کا ۔۔۔ جو دل تمام ہو خونابۂ جگر لیوے ۶
یہ کیا تماشا ہے قاصد مت آشنا ہو بے درد ۔۔۔ ٹھک جا کہتا ہوں ٹک دل مرا ٹھہر لیوے ۷
رضا نہ مانگ فلک سے کہ خو ہے سفلے کی — ذرا بھی دیوے ادھر پھر دیں ادھر لیوے ۸

۱ غرور حسن سے تم کب ہماری داد کو پہنچے ۲۱۵ پر اتنا تو کہو تیری خدا فریاد کو پہنچے
۲ نکلنا جان پُرحسرت کا میری سخت مشکل ہے اجل اے درد نومیدی مگر امداد کو پہنچے
۳ ملا شیریں سے گو خسرو پہ غیرت عشق کی دیکھو یہ کہتا تھا مبادا یہ خبر فرہاد کو پہنچے
۴ اجل کرتی ہے غم خواری سدا اپنی پرستاری ہم اس حالت کو کہنا اُس ستم ایجاد کو پہنچے
۵ نہ گفتار اور نہ رفتار اک نقطہ رضا کی قد پر ترا کب سرو اے قمری مرے شمشاد کو پہنچے
۶ رضا استاد ہے لیکن ضیا سے اُس کو کیا نسبت — خدا کو پہلے پہنچے تب مرے استاد کو پہنچے

۱ افسوس مرے درد کی تدبیر نہیں ہے ۲۱۶ فریاد کہ فریاد میں تاثیر نہیں ہے
۲ خاکستر پروانہ ابھی گرم ہے متغیر غفلت کو مری کیا ہوا تغیر نہیں ہے
۳ تقصیر میں افراط جو کی بندے نے کیا غم رحمت میں خداوند کی تقصیر نہیں ہے
۴ کیا دیکھا ہے معلوم نہیں کل سے رضا نے — حیرت زدہ ایسی کوئی تصویر نہیں ہے

۱ زخم جگر شگفتہ ہوں سینے کے داغ دیکھیے ۲۱۷ ہمنے پر آئی بہار اپنا ہی باغ دیکھیے
۲ دل کا نشاں زلف میں شانے سے تو نہ پایا ہائے باقی رہا ہے خط میں اب اس کا سراغ دیکھیے
۳ تیشے نے تیرا کوہ کن دور کیا ہے درد سر پاتے ہیں اس بلا سے یار ہم بھی فراغ دیکھیے
۴ ہوتا ہے یہ فروغ بزم تا کہ جلے مزار پر کرتے ہیں ہم بھی روشن اب اپنا چراغ دیکھیے
۵ تو تو چمن کی سیر کا وعدہ کرے ہے کل رضا — شام تلک رہے بحال اپنا دماغ دیکھیے

۱ یاد ہے اُن روز دن کی جب تم ہم سے محبت رکھتے تھے ۲۱۸ یار نہ تھے واں محرم کوئی ایسی خلوت رکھتے تھے
۲ غم کے مارے ضعف سے اب تو قدرت ملنے کی بھی نہیں کوچے میں تیرے آتے تھے جب پاؤں میں طاقت رکھتے تھے
۳ مت ہو خفا گر آپ کو مارا دیکھ کے غیر کو تیرے پاس اس میں ہم لاچار ہیں کیا کریں غیرت رکھتے تھے
۴ مجھ کو دیکھ جنھوں نے ظالم دل نہ دیا کیا خوب کیا ہم سے یوں نادان تھے وے لوگ کرامت رکھتے تھے
۵ اب جو تم تلوار بہت ان روز دن ہاتھ میں رکھتے ہو تیر نگہ اور خنجر مژگاں کیا کم آفت رکھتے تھے
۶ بھول نہ بیٹھو اُس غنچہ دہن کی بات پہ دشمن ہرگز خوار پھرے ہیں جیسے اب ہم ویسی عزت رکھتے تھے
۷ سیر چمن کی دید گلوں کا صحبت یاروں کی ہر وقت قید محبت تھی نہیں جب تک کیا ہی فراغت رکھتے تھے
۸ کیا کہیے اپنے تو جوشش شہر و بیاباں ایک کیا کوہ کن اور مجنوں اور وامق سے تو وحشت رکھتے تھے
۹ گر پڑا اس کے در پہ جب تابوت ہمارا بولے لوگ — میر رضا معلوم ہوا اب جی میں محبت رکھتے تھے

ہم کو یارب ایسے کہاں ہے چشم طوفاں بھرے ۲۱۹ دل کے ٹکڑے جو نکلے وہیں پُرنے جگر کے ان بھرے ۱
تیر لیا جب ہاتھ میں اُس نے خوفِ اذیت عشق سے کے سوکھ گیا وہیں لو ہوا اپنا ایسا نہ ہو پیکان بھرے ۲
کس کا ساتھ ملا ایسا جو بیٹھے میرے پاس نہیں اب جو مری کچھ سنتے نہیں تم کس نے تمھارے کان بھرے ۳
وائے قرینہ اس گلشن کا آہ نصیبہ عاشق کا کوئی گریباں گل سے بھرے کوئی حسرت سے داماں بھرے ۴
یہ ہو اگر تو اسکے در سے دشمن بے جائے بہرا — کیوں روٹھے ہو میر رضا ہم بھی چلے ارمان بھرے ۵
ہوں چشم تیری سے فروش اور عشوہ اوباشی کرے ۲۲۰ پھر اختیار اب دل مرا کیوں کر نہ قلّاشی نہ کرے ۱
جمعیت صبر و قرار اپنی گئی تھوڑی سی نہیں کہہ دے میاں دل کھول کر غم تیرا عیاشی کرے ۲
اتنی تو فرصت دے فلک بعد اپنے جو کوئی سُنے — میری وفا اُس کی جفا وہ تیری شاباشی کرے ۳
تری تو بوسے پیراہن نے یعقوبؑ گھر روشن کی ۲۲۱ زلیخا نے نہ پائی گرد بھی یوسف کے دامن کی ۱
میں وہ کافر ہوں اندھا دیر میں بوڑھا ہوا لیکن نہ دیکھی بت کی صورت اور نہ خدمت کی برہمن کی ۲
میں جو نکلا مکاں کو تو اس کے غل مچایا یہ صدا موتیٰ کے خانے میں اٹھے ہو جیسے شیون کی ۳
نہیں تیرا توجہ تیرا لطف محدب پہ روشن ہے کر ہے تا ہے چراغ آخر جو ہو افراط روغن کی ۴
خبر ہے جیکو درد عشق کی بلبل کی خاطر کو خزاں میں کرتے ہیں زینت گل کا غنچے گلشن کی ۵
ہوئے ہم دیر واقف حسن جاں افروز سے تیرے رہی جب رات باقی تھوڑی سی تب شمع روشن کی ۶
نصیبہ اُس کا سا اب لے رضا لاؤں کہاں سے میں — اگرچہ اور باتوں میں کروں تقلید دشمن کی ۷
کلمۃ الحق جو کیا عشق نے ارشاد مجھے ۲۲۲ نہ رہا سوا سورۂ اخلاص سوا یاد مجھے ۱
کیا تعلق ہی نکلی کا تعلق کم ہے یہ غلط فہم عبث کہتے ہیں آزاد مجھے ۲
تیز کرتا ہے مرے قتل پہ خنجر لے دا ے کچھ بھی لذت نہ رہے ذبح کی تا یاد مجھے ۳
یاں جگر کا دی ہو واں ہو گی اگر کوہ کنی چوم لے ہاتھ مرا دیکھے جو فرہاد مجھے ۴
کیوں کے ناموسوں میں لوگ ترے نام کو ہاے گو ملے حشر کے دن رخصتِ فریاد مجھے ۵
میں تو شاگرد کے قابل بھی نہیں میر رضا — خوبی یاروں کی ہو جو کہتے ہیں استاد مجھے ۶
گالی بھی تو جو دے اسے اسا نہ دے ۲۲۳ پھر کیا کرے کہ عاشق مسکیں دعا نہ دے ۱
بے دست و پا ہیں خوف سے ہم ہائے کیا کریں باد سحر کسی کا جو برقع اٹھا نہ دے ۲
تم ہر کسی کو اپنا تماشا دکھاتے ہو غیرت کہیں ہمارا تماشا دکھا نہ دے ۳

۴ اپنے لیے وفا اُسے سکھلاتا ہے رقیب — یارب جفا کہیں مرے حق کی بھلا نہ دے

۵ یاروں کو ہے امید مری آہ گرم پر — ہے مجھ کو ڈر اثر کہیں اپنا جلا نہ دے

۶ پہلو میں تیرے بیٹھیں سو ایسے کہاں نصیب — یہ بس ہے سامنے سے ہی مجھ کو اٹھا نہ دے

۷ لذت نہ لیو اُس کو شہادت کے جام کی — قاتل کو دیکھتے جو سر اپنا جھکا نہ دے

۸ دوزخ سے میں جو ڈرتا ہوں اتنے لیے رضا — ہم سایہ شیخ کا کہیں مجھ کو خدا نہ دے

۱ غیر ہی سے نہیں شاکی ہوں میں دل بر سے بھی ۳۲۴ یہی تنہا نہیں اپنے دل مضطر سے بھی

۲ آسماں ٹوٹ پڑے کاش ترے سر پر عشق — دل کے تو داغ زیادہ ہوئے اختر سے بھی

۳ اُس کی صورت کا کھلا گل کوئی ایسا بلبل — اب کے نالے ترے تر ہے موثر ہیں نیشتر سے بھی

۴ جام میں حسرں کو شربت دیدار بھریں — تشنگی عشق کی جاتی نہیں کوثر سے بھی

۵ ہائے تو بھی نہ مٹا اُس رخ گل فام کا داغ — دل کو پرچا یا بہت لالۂ احمر سے بھی

۶ جی میں تھا دل میں جگہ تیرے کریں گے سو ہائے — غیر کے ہاتھ سے اٹھنا پڑا اب در سے بھی

۷ گر یہی جلوہ ترا ہے تو میں اپنی داد — درد دل کہہ چکے ہم داور محشر سے بھی

۸ آپ کے وعدہ خلافی کی اور آزردہ ہوا — بات رنجش کی ہوئی کہہ کوئی ادھر سے بھی

۹ ڈر خدا سے نہ کرے شیخ رضا کی تکفیر — رہ گیا دل تو نہ کنعاں کے پیمبر سے بھی

۱ غرض ہے وقت سفر اُس ظالم بیداد سے ۳۲۵ اتر نے کا ثرہ کے ٹک بے طاقتوں کی یاد سے

۲ نقش شیریں کا مٹے پتھر سے پر اس کا خیال — یہ نہیں ممکن کہ جائے خاطر فرہاد سے

۳ کر دیا نالوں نے ٹکڑے ٹکڑے جس کو — کیوں جرس بیٹھا نہیں تیرا گلا فریاد سے

۴ شعلے نے خس سے نہ پانی نے کیا اخگر سے — آرزو نے جو کیا اپنے دل ناشاد سے

۵ مت صنوبر دلنے نمک پاشی کو رفتار دیر کر — اے رضا کیوں چمن میں طائر آزاد سے

۶ تیرے شعروں میں رضا استاد کی سی بات ہے — ہم بھی لیویں گے صلاح اب تیرے ہی استاد سے

۱ نہ تم سمجھے نہ طاقت دل میں درد رشک سہنے کی ۳۲۶ ہم اب لاچار کہتے ہیں نہیں جو بات کہنے کی

۲ نہ تنگ آیا ہے دل اپنا طبیب اس داغ ہجراں سے — دوا کوئی دے مجھے دل کے لہو ہو کر کے بہنے کی

۳ اُسے مجبوبی ہو وعدہ خلافی کی تماشا ہے — مجھے شرمندگی ہے اب تک اپنے جیتے رہنے کی

۴ سخن سازی میں سب قاصد کی جو ہو وصل کا مژدہ — دگر نہ اُس کے آگے کس کو طاقت بات کہنے کی

وہ جس دم یاد اک گار ہا ہر گز نہ جائے گا — رضا مٹ جا کہ یہ عزت ہے کی ۵

مت آہ لے زمانہ مجھ کو ستا رہا ہے ۳۲۷ کہتے ہیں یہ بلا ہی جو تیر بے صدا ہے ۱

ذکر اے صبا نہ کر تو میری گرفتگی کا — غنچوں کے تئیں نہایت اب کھلنے کی ہوا ہی ۲

چہرے سے میرے ظاہر ہوتا ہی عشق اُس کا — مجھ کو بھی ساتھ میں لے کر اب پوچھتا ہی ۳

یہ غم ہی بعد میرے دیکھے گا کون تجھ کو — مرنے سے جی چُرانا کیا بے سبب مرا ہی ۴

یوسف سے میں کہوں ہوں کیا ہی خواب میں نے — میری بغل میں شب کو تو آکے سو رہا ہی ۵

کس کو دکھائیں گے ہم یہ روئی صورت اپنی — روز جدائی جتنا تاریک ہو بجا ہی ۶

یوسف کو جس نے دیکھا وہ اور کس کو دیکھے — یعقوب اور زلیخا گر کور ہوں بجا ہی ۷

جس نے اُدھر کو دیکھا پھر آپ میں نہ آیا — کیا تیرا گوشہ بام و دیوار قہقہہ ہی ۸

تجھ کو نہ حیف آیا افسوس ہی رضا پر — احوال میرا سن کر غیروں نے رو دیا ہی ۹

بھری اک آہ ہم سے اُن نے پوچھی عمر کی سبکی ۳۲۸ بہت وقت پر کہیے اگر تھوڑی مطلب کی ۱

ہر اک سے دل کو میرے بے طرح کی اک لگاوٹ ہی — کہوں کس کس کی سینے کی بدن کی گات کی چھب کی ۲

کیا نا آشنا یک بار سارے آشناؤں سے — تجھے اے آشنا یہ آشنائی مجھ سے تھی کب کی ۳

نہیں حاصل ہوا اپنا کوئی مطلب زمانے میں — یہی اک ہوئی ہی گردش فلک کی اپنے مطلب کی ۴

اٹھا تو جس گھڑی سب تک شور و فغاں اٹھنے — قیامت ہی مگر قد کے ترے سائے میں کیا دبکی ۵

ستے سے جب کے پٹ منہ میں پانی بھر بھر آتا ہی — وہ ہی کون لے رضا اپنا یہ کس کی بات ہی کب کی ۶

مت شاد ہو جو تجھ کو سارا جہاں دیوے ۳۲۹ آخر کو چھین لیوے جو آسمان دیوے ۱

ہو جائے دم میں فیصل اس جان دہی کا قصہ — تلوار کو وہ اپنی گر درمیان دیوے ۲

تلخی نزع ہووے جوں شہد جاں گوارا — اک بوسہ گر مجھے وہ شکر دہان دیوے ۳

بسمل نہیں تڑپتا قاتل کا چاہتا ہے — قدموں پہ دیوے بوسہ ساتھ بلکہ دیوے ۴

دل میں بھری ہوئی ہیں باتیں بہت سی لیکن — بات اتنی ہے کہ کچھ بھی یاری زبان دیوے ۵

بلبل کے دل سے پوچھو کیا اُس پہ ہی گزرتی — اک برگ گل کسی کو گر باغبان دیوے ۶

دل اُس کا چاہتا ہی مجھ کو لگائے رکھیے — جو نام سن کے میرا خنجر کو سان دیوے ۷

پیری و عشق بازی یارو دعا کرو تم — اللہ میرے دل کو تاب و توان دیوے ۸

۹ ضامن نہ دیوے جب تک بن قمر رضا نہ مانوں ——— سو بار اپنے منہ سے گردہ زبان دیوے

۱ کیا کہئے ہوا اب یارو اس عشق کی رسوائی ۳۲۰ جس کے لیے سودا ہی ہو سو ہی کہے سودائی

۲ وہ چوٹ مرے دل نے اس عشق میں ہے کھائی جوں تیر نکل تن سے جاں اپنی نہ پھر آئی

۳ ہر شام بندھا دل میں اس مہ کا خیال ایسا جو صبح تلک میری آنکھوں میں نہ نیند آئی

۴ اک جانے سے یوسف کے یعقوب گئی ماری یاد توائی اور آنکھوں کی بینائی

غزل ا سے غزل ۳۸ تک ن اور ن ا دونوں میں ہے اس فرق کے ساتھ کہ بعض اشعار اور غزل ۳۸ کا آخری مصرع ن ا میں نہیں۔ ۳۹ سے ۲۲۶ تک صرف ن میں، ۲۲۷ سے ۳۱۱ تک دونوں میں اور ۳۱۲ سے ۳۳۰ تک صرف ن ا میں ہے۔

اُن تذکروں میں جو رضا کی زندگی میں مکمل ہوئے دیوان کے حسبِ ذیل اشعار ہیں: ۴۰/۲ (یعنی چالیسویں غزل کا دوسرا شعر) گلزار ابراہیم، ۱۵۳/۲ اور ۲۱۹/۱ تذکرہ شورش، ۲۷۵/۲ اور ۲۷۵/۳ گلزار، ۵۹۶/۳ گلزار اور گلشنِ ہند، ۳۳۰/۱ تذکرہ شورش۔

کبھی حنا کی طرح ہاتھ بھی نہ لال کیا ۳۳۱ عبث لہو مرا قاتل نے پائے مال کیا

ترا بیمار تو اک نئی طرح سے کل سکتا تھا ۳۳۲ ڈھلے تھا جوں جوں دن وعدے کا یاں تنکا ڈھلتا تھا

نہیں یہ داغ سے جلتا ہے دل جگر اپنا ۳۳۳ چراغ لے کے دکھاتے ہیں غم کو گھر اپنا

شکوہ کریں کسی سے ہم ہائے کیا کسی کا ۳۳۴ اپنا ہی دل ہوا ہے دشمن ہمارے جی کا

ملے اس شوق سے ہم اور تیری تلوار ہم ۳۳۵ جس طرح ملتے ہیں بچھڑے ہوئے دو یار ہم

ہم سے اگر ملول ہو غیر سے شادماں رہو ۳۳۶ اپنی بھی ہے خوشی یہی خوش رہو تم جہاں رہو

تیر بتاں کو کھا کر کہتا ہوں اے رضا میں ۳۳۷ شکر اُس خدا کا جس نے نعمت دی مجھ گدا کو

گر خوش نہ کیا مجھ کو نہیں اس کا تو غم ہائے ۳۳۸ ہوتے مرے غیروں پہ ستم ہائے ستم ہائے

تم وعدہ کرکے شام کا پیارے چلے گئے ۳۳۹ جب تک کہ دن ڈھلے یہاں آنسو ڈھلے گئے

سینہ مرا بہ رنگِ گل افگار رہ گیا ——— تم تو صبا کی طرح سے آئے چلے گئے

ہم سے نہ بولو اور سنو باتیں رقیب کی ۳۴۰ تم کیا کرو یہ خوبی ہے اپنے نصیب کی

بہ سان شمع جلاتی ہے اور رُلاتی ہے ۳۴۱ شبِ فراق عجب دن مجھے دکھاتی ہے

مجھے آگے گرفتاری ہوئی تھی ۲۴۲ نہ اتنی زندگی بھاری ہوئی تھی
رضا کا اب خدا حافظ ہے یارو — یہی مجنوں کو بیماری ہوئی تھی
بے ساقی و جام زندگانی ۲۴۳ ہے اپنی حرام زندگانی
آنکھوں میں کس کی زلفِ سیہ فام چھا گئی ۲۴۴ چاروں طرف جو دیکھوں ہوں اک شام چھا گئی
دیکھا جو تجھ کو ہم نے عالم کا دید بھولے ۲۴۵ دل بیچا یک نگہ پر ساری خرید بھولے
ساقی وہ بے جہبا دل لے مکر نہ جائے ایسا نہ ہو تو اُس کو دے کر رسید بھولے
نام علی ہے میرے مرنے تلک زباں پر — اسم اپنے پیر کا کب دل سے مرید بھولے
نالہ جب اپنی جان سے اٹھتا ہے ۴۴ تب دھواں آسماں سے اٹھتا ہے
دل کراہے ہے، مگر لب ہائے درد ایسا کہاں سے اٹھتا ہے
کس کے دل کا غبارِ حسرت ہے رُت جو یہ کارواں سے اٹھتا ہے
گل خبر لے شتاب بلبل کی پھر دھواں آسماں سے اٹھتا ہے
تو خفا ہو کے بزم سے مت جا — اب رضا ہی یہاں سے اٹھتا ہے
رضا خدا کرے تیری زباں درد کرے ۲۴۷ کہ حال سننے ترا اپنا کان درد کرے

۲۳۱ سے ۲۴۷ تک ن اور ن۱ میں نہیں، حسبِ تصریح ذیل تذکروں سے ماخوذ ہیں۔
۲۳۱ گلزار اور گلشنِ سخن (اس زمین میں دیوان میں غزل ہی) ۲۳۲ تا ۲۳۵ تذکرۂ عشقی ۲۳۶، ۲۳۷ تذکرۂ شورش ۲۳۸ تذکرۂ عشقی ۲۳۹ تذکرۂ عشقی و مجموعۂ نغز ۲۳۹/۲ مجموعۂ نغز ۲۴۰ ۲۴۱ تا ۲۴۲ تذکرۂ عشقی، ۲۴۳ گلزار، ۲۴۴ تا ۲۴۷ تذکرہ شورش۔ کی زمین میں ن یا ن۱ میں بھی اشعار یہ

ذیل کے دو شعر غلطی سے اپنے مقام پر درج نہ ہو سکے ۲/۴ ن اور ن۱ اور ۲۴۲/۲ ن میں ہے:
خوبی و یگانگی کی جس گھڑی خلقت بنی ۲/۴ مجھ کو تجھ سے آشنا کر کے بیگانہ کیا
کیا بخت سے خوش ہوں کہ مجھے بخت سے اپنے ۲۶۲/۲ امید کم اے رضا اور یاس زیادہ

ضمیمہ

• تذکرۂ شورش میں رضا کا حال اس طرح درج ہے : " رضا ، میر محمد رضا عرف میر محمدی المتخلص رضا۔ شاگرد میاں ضیا ، ولد میر جمال الدین حسین ابن نور اللہ خان مغفور ابن قاضی نور اللہ شوستری مؤلف احقاق الحق و مجالس المومنین نبیرۂ مختار علی خان مرحوم ، ساکن عظیم آباد۔ در محفل مشاعرہ ارادۂ فکر شعر نمودہ از فضل الٰہی خوب میگویند و طبیعت رسا دارند " نمونہ کے ۲۲ اشعار درج کیے ہیں ان میں سے ۲۰ اشعار تو اس دیوان میں شامل ہیں۔ لیکن مندرجہ ذیل دو شعر شامل نہیں ہیں :

چشم نے رونے سے میرا راز افشا کر دیا — دیدہ و دانستہ ہم چشموں میں رسوا کر دیا

کیا کہوں اب اے خجالت کیا کہوں اے اضطراب — وہ ہوا خانہ نشیں اور میں ہوا خانہ خراب

• تذکرۂ عشقی سے رضا کا جو احوال صفحہ ۲ پر نقل ہوا ہے اس میں سطر ۲۳ پر 'این فن از' اور 'نمودہ' کے درمیان یہ عبارت اضافہ ہوگی۔ "فیض صحبت میر ضیاء الدین ضیا تخلص " ۔ اور پھر اسی سطر میں 'شعر و سخن' اور 'داشت' کے درمیان یہ عبارت اضافہ ہوگی : کہ عبارت از غزل سرائی بزبان ریختہ باشد ذہن سلیم و طبع رسا " اس تذکرہ میں نمونہ کے ۲۰ اشعار درج ہیں۔ ان اشعار میں سے مندرجہ ذیل ایک شعر اس دیوان میں شامل نہیں ہے :

مرتے ہیں ہم تو تیرے لب آب دار پر — آب حیات ہوئے تو مارے ہیں دھار پر

مندرجہ ذیل ایک شعر جو اس دیوان کے صفحہ ۴۷ (نمبر ۳۲) کے تحت درج ہے ، تذکرۂ عشقی میں یہ شعر ایک لفظ ('غم' بجائے 'دن') کے اختلاف کے ساتھ اس طرح درج ہے :

شب فراق عجب غم مجھے دکھاتی ہے — بسان شمع جلاتی ہے اور رلاتی ہے

• تذکرۂ مسرت افزا : " محمد رضا تخلص ولد میر جمال الدین ابن قاضی نور اللہ شوستری صاحب مجالس المومنین است۔ سید عالی نژاد و جوان خوش اعتقاد شوخ طبع و ظریف از مدتی در نواحی بنگالہ بسر میبرد۔ شاگرد میر ضیاء الدین ضیا۔ میر رضا ، اشعار خوب خوب دارد لیکن فقیر از و باین یک بیت بسیار راضی شود :

امردوں کی مؤا ہوں حسرت میں — میں تو غلماں ہی لوں گا جنت میں

اس تذکرہ میں ۵ اشعار نمونہ کے طور پر پیش کیے گیے ہیں ان میں مذکورہ بالا شعر دیوان رضا کے موجودہ متن میں شامل نہیں ہے۔

• عیار الشعرا (از خوب چند ذکا) : میر محمد رضا شوستری المعروف بمیر محمدی پٹنوی رضا تخلص سید نسب ، ساکن زاد بوم ش عظیم آباد ، شاگرد میر ضیاء الدین ضیا۔ در فنون پہلوانی و شمشیر بازی خیلی واقفیت دارد۔ و عالم و فاضل و شاعر فارسی و ہندی و تحصیل علم عروض و قوافی بوجہ احسن نمودہ۔ و نایکا بھید را بزبان اہل ہند خواندہ آدم شناسات ،

چار شعر: ۳۳۹/۱،۲ ۳۲۵/۲،۱ - ۳۲۵/۱ 'یہ اس بُت' بجائے 'اس ظالم' ۳۳۵/۲ 'جاوے' بجائے 'جائے'۔
۳۲۹/۱ 'رات' بجائے 'شام' = ۳۲۹/۱ کا مصرع ثانی 'ٹک اتریگا پرے بیطاقتوں کی یاد سے'۔

● عمدۂ منتخبہ (تذکرۂ سرور) : رضا تخلص 'میر محمد' سید زادہ ایست 'باشندۂ لکھنؤ' مشہور بہ میر محمدی بٹنوی' شاگرد ضیاء الدین ضیا۔ در فن پہلوانی بسیار ماہر تحصیل علم عربی ہم نمودہ۔ اشعار ہندی و فارسی ہر دو میگوید۔ وہم در علم عروض و قوافی ماہر است۔ از علم نایکا بھید واقفیت دارد۔
اشعار ۳۳۹/۱ ۳۲۵/۲،۱ - ۳۲۵/۱ میں 'اس ظالم بیداد' کی جگہ 'یہ اس بُتِ جلاد'

شورش عشق اور مسرت افزا سے یہ نقول جناب سلیم الدین احمد صاحب اور جناب محمود عالم (اسسٹنٹ لائبریرین 'خدا بخش پٹنہ)' اور عیار الشعرا سے ترجمۂ رضا کی نقل جناب ایم حبیب خاں (لائبریرین انجمن ترقی اردو ہند دہلی) سے ملیں' جس کے لیے ان کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے۔

دیوان رضا

تصحیحات

عمومی • دیوان رضا کی پہلی اشاعت 'معاصر' (پٹنہ) میں قسط وار مضمون کی شکل میں ہوئی تھی۔ اشاعت ثانی، پیش نظر اشاعت میں ضمیمہ ان تذکروں سے احوال و اشعار رضا کا اضافہ کر دیا گیا ہے جو اشاعت اوّل کے وقت مرتب کو نہ مل سکے تھے۔

• پیش نظر اشاعت کے کاتب کی روش خط یہ ہے کہ وہ ایک 'ھ' کے بجائے دو لکھنا ضروری سمجھتا ہے مثلاً یہہ (= یہ)، کہہ (= کہ)، وجہہ (= وجہ)۔ آپ سے درخواست ہے کہ مطالعہ کے وقت دوسری فالتو 'ہ' کاتب کو واپس کرتے چلیں۔

• کاتبوں کی عام روش کے مطابق آئینہ بجائے آئنہ، ایک بجائے اک، تیری بجائے تری، اللہ بجائے الہ وغیرہ بھی جا بجا ملیں گے (جس سے شعر ناموزوں ہو جاتا ہے) سو یہ فالتو حصہ بھی نظر انداز کر دیا جائے۔

مقدمہ : صفحہ/سطر: ۲۱/۲ "رضا ۲۶/۴ نہ معلوم وہی تماشی کو ۱۱/۴ عشق کے جوشش ۱۳/۶ نمودہ ۱۹/۶ تذکرہ شورش کے لیے ضمیمہ دیکھیے ۲۷/۶ بنا پر لکھا ۱۳/۷ " علم ۱۷/۷ کا حال ۲۵/۸-۲۶ براؤن (ص ۹) کی عبارت یہ ہے: "THE DIWAN OF A HINDUSTANI POET NAMED "RIDA"" (سے مطلع ہوتا ہے) ۹/۲ دیوان جوشش سے مراد دیوان مرتبہ قاضی عبدالودود، انجمن ترقی اردو ہند ۱۹۴۱ء ۶/۹ مانوس ۱۸/۹ لرزنا ۳۰ (لرزنا چاہیے) ۲۱/۹ تغیر ۲/۱۰ ہے ۳/۱۰ صفت ۴/۱۰ ربط وغیرہ ۵/۱۰ مرتبے ۶/۱۰ شور پڑے ۱۰/۱۰ (کذا) ۱۳/۱۰ عنوان ۱۹/۱۰ آسا ۲۳/۱۰ حسن ۲۳/۱۰ صاحب ۲۴/۱۰ بات ۲۵/۱۰ ماشورہ ۳/۱۱ رندان تاک رات ۲۰/۱۱ واجب ۲۴/۱۱ منفردی ۲۵/۱۱ شفاعت ۲۶/۱۱ خناس۔ ۲۶/۱۱-۲۷ پیچ و تاب ۲۵/۱۲ چاؤ ۱۴/۱۵ فریب ۲۵/۱۵ گردن۔

متن : صفحہ/شعر: ۲/۱ فائدہ ۵/۱ لائق ۷/۱ نگاہ ۸/۱ ہے (وہ) محمود ۹/۱ اک ۱۰/۱ احمد ۱۴/۱ طالع ہیں ۱۸/۱ دشمن ۲۰/۱ رات ۲۰/۱ رشک ۱۰/۲ کہہ (= کہ) ۱/۳ یہہ (= یہ) ۱۱/۳ ڈھے بے ستون ۱۱/۳ قضیہ ۱۲/۳ (کذا) ۱۷/۳ جو نہیں ۱۹/۳ پھرا پھرا ۲۱/۳ گزارہ ۲/۴ (کذا) ۵/۴ کوچہ ۶/۴ جائے

۴/۱۱ چھایا ۴/۱۲ تری ۴/۲۰ غیر ۴/۲۳ نگہہ (=نگہ) ۴/۲۳ ہوا ۴/۲۴ سی ۵/۲ پیرہوں بتقاضا ۵/۵
رہ رودوں ۵/۹ انگلے ۵/۱۱ لے چلا ۵/۱۲ انگارے ۵/۱۴ ایک (=اک) ۵/۱۷ جگر کے ۵/۱۸ کسی کے
۵/۲۱ تھا ۵/۲۴ اُسی ۶/۹ (کذا) ۶/۱۵ (کذا) ۶/۱۴ در (سے) پہ ۶/۱۷ رو بیٹے ۷/۵ پڑے ۷/۹ (کذا)
۷/۲۰ مرے ایرا پھیری سے تیری گلی میں ۸/۱ غیر اور یعان پہ) پتھر تھا (!) ۸/۴ (کذا) ۸/۵ نوشتہ (ہے) کیا
۸/۱۲ (کذا) ۸/۱۴ کھینچا ۸/۱۷ رُخاں ۸/۱۹ اختیار ۸/۲۲ نہ ۸/۲۳ کچھ ۹/۵ گل کو ۹/۶ فرزاں ۹/۱۱ منہ
(کو!) چھپا ۹/۱۷ یاں (بھی) آتا ۹/۲۱ بچاڑا ۱۰/۹ پوچھ ۱۰/۱۷ ننگے، پا ۱۰/۲۰ پیشہ (!) ۱۰/۲۲ اُلٹی
۱۱/۳ چلنے کی ۱۱/۸ دیے ۱۱/۱۰ آئینہ (= آینہ) ۱۱/۱۱ ڈھونڈو ۱۱/۱۳ ذکر ۱۱/۱۳ شاید ۱۱/۱۴ معزز
۱۱/۱۴ عمل ۱۱/۲۲ باز ۱۱/۲۴ ہم ۱۱/۲۵ صرف ۱۲/۱۲ ہے سے ۱۲/۴ ایسا بھی (!) ۱۲/۵ (کذا) ۱۲/۲۰
بدلے ہوا ۱۲/۲۴ تقاضا ہے ۱۲/۲۴ نہ ۱۳/۱ (کذا) ۱۳/۳ افزونی ۱۳/۹ راہ (جنوں:) میں ۱۳/۱۰
شمع ۱۳/۱۸ بودردا ۱۳/۱۹ (کذا) ۱۴/۳ صورت ۱۴/۴ اُدھر (مت دیکھنا تو جو) مرا ۱۴/۱۱ مجھ ۱۴/۱۲
دوہا ہے ۱۴/۱۵ جائے ۱۴/۱۶ زہر ۱۴/۱۷ الے ۱۴/۲۱ (کذا) ۱۴/۲۱ پاس ۱۵/۱ (کذا) ۱۵/۴ گر
۱۵/۵ ایک کی ۱۵/۵ کوہ کن ۱۵/۶ خنجر ۱۵/۱۱ (کذا) ۱۵/۲۳ دری ۱۶/۲ بھروسا ہیں ۱۶/۴ آئی (نہ)

نظر میں مگر اس کی ۱۶/۵ طوطیوں ۱۶/۸ غم کو دور ۱۶/۱۲ روز (و!) شب ۱۶/۱۹ (کذا) ۱۶/۱۹ بدن ۱۷/۱
کباب ۱۷/۱ (کذا) ۱۷/۱۱ برق (حسن!) ۱۷/۱۶ دلی ۱۷/۱۷ گے ۱۷/۲۱ کوئی ۱۷/۲۴ مُردے ۱۸/۱ (کذا)
۱۸/۸ اس طرح (تو) گلخن ۱۸/۱۲ آیا (رضا!) ۱۸/۱۵ (کذا) ۱۹/۵ مجھ کو ۱۹/۷-۱۷ تشدید فعول
۱۹/۱۳ اگر ۱۹/۲۳ ہیا (اے رضا!) ۲۰/۲۱ اُس کا دیکھا ۲۰/۲۲ بھر بھر ۲۰/۲۳ کوئی ۲۱/۱ ان (میں) اُن
۲۱/۲ ہاں ۲۱/۲ ہوا ۲۱/۹ پیچھے ۲۱/۹ گلی ۲۱/۱۰ طوق ۲۱/۱۱ دشت (کو) جانا ۲۱/۱۲ تھا (جو) آیا
۲۱/۱۵ تمام لیا ۲۱/۱۹ ماتم (= تاتم!) ۲۱/۲۴ سبب ۲۲/۱ ۲۲/۵ (کذا) ۲۲/۱۶ (کذا) ۲۲/۱۸ شاعراں ۲۲/۱۹
(کذا) ۲۳/۸ سکھائی ۲۳/۱۳ بنائی ۲۳/۱۸ سبھی (=سبھی!) ۲۴/۱۱ کون (ہے) اب ۲۴/۱۳ (کذا) ۲۴/۱۵
پر پیار سے جھگڑی سنو بات ۲۵/۴ ساتھ = سات ۲۵/۸ کس کی ۲۵/۸ ٹھاٹ ۲۵/۹ ہوگئے ہوگا ۲۵/۱۴
(کذا) ۲۶/۹ کھیل کرے ۲۶/۱۰ آپ ۲۷/۱ (کذا) ۲۷/۴ (کذا) ۲۷/۱۳ آہ ۲۸/۱ (کذا) ۲۸/۲ قفس (کذا)
۲۸/۱۵ (کذا) ۲۸/۱۸ (کذا) ۲۸/۲۱ ذرا آبیٹھ ۲۹/۶ (کذا) ۲۹/۹ (کذا) ۲۹/۱۲ (کذا) ۲۹/۲۴ (کذا)
۳۰/۶ شکرا = بیکرا) ۳۱/۲-۷ (کذا) ۳۱/۱۳ وہاں ۳۲/۱۶ ہوئی (ہے) سحر ۳۲/۱۹ دیے ۳۳/۱۲ پلکیں پہ
۳۴/۲ رے ۳۴/۵ خوشی ۳۴/۲۰ یار ۳۴/۲۳ سول ۳۴/۲۴ جمشید ۳۴/۲۴ تاب ۳۴/۲۴ بھی نہیں ہے کدے
۳۵/۱۴ تمام ۳۵/۲۱ رشتہ ۳۵/۲۳ یاد ۳۶/۹ اب (آپ) کیا ۳۶/۱۸ (کذا) ۳۶/۲۱ ہیں ۳۶/۲۴ گری

۳۷/۲۰ پڑ بر ۳۸/۵ گردیدہ ۳۹/۶ ڈرہئیں ۳۹/۸ ہوشش (ق) خرد ۳۹/۲۰ سولے ۳۹/۲۲ بجو ہے
۳۹/۲۴ نہیں ۴۰/۱۳ کہیں ۴۰/۲۲، ۲۳ بگڑے ۴۱/۴-۷ جان ۴۱/۱۹ کریں ۴۱/۲۰ (کذا) ۴۱/۲۳
آرزو (ی) ہیں ۴۲/۲ یہ بات ۴۲/۱۱ وہ ۴۲/۱۱ (کذا) ۴۲/۱۶ اور جوشِ زناں دل میں ہیں ۴۲/۲۳ درد دل
۴۳/۱۰ (کذا) ۴۳/۲ سینہ ۴۳/۳ کیا ۴۴/۱۰ دو دو ۴۵/۱ آئینہ ۴۵/۳ (کذا) ۴۵/۲۳ خنجر و دم
۴۵/۲۳ کریں ۴۵/۲۴ نالے ۴۶/۱ کریں ۴۶/۲-۳ (کذا) ۴۶/۱۶ کیوں (دل کو) ایسے ۴۶/۲۲ خاکسار
۴۷/۱ نہ ۴۷/۲ مجھ ۴۷/۳ (کذا) ۴۷/۴ آئیو ۴۷/۸ شدگاں ۴۷/۱ گزند ۴۷/۱۱-۱۲ (کذا) ۴۷/۱۶
اب (تم) بھی ۴۷/۱۷-۱۹ (کذا) ۴۷/۲۰ تم چشموں ۴۷/۲۲ (کذا) ۴۷/۲۳ وہی دم ۴۸/۲۴ (کذا) ۴۹/۳
(کذا) ۴۹/۶ اشتر ۴۹/۸ (کذا) ۴۹/۲۱ بجو دن جس ۴۹/۶ طعن ۵۰/۹ (کذا) ۵۱/۱ (کیا) جانے ۵۱/۱۷
...(=کٹ!) ۵۱/۱۸ کو (تو) دی ۵۱/۲۱ وو یار ۵۱/۲۳ (کذا) ۵۱/۲۴ پوچھو ۵۲/۲۴ ترا (ہی) خوش
۵۳/۲ آئنہ ساں ۵۳/۱۲ آئنہ کا آئنہ ۵۳/۱۳ (کذا) ۵۳/۱۵ چشم سیہ ۵۴/۱ برا مانے ۵۴/۱۵ اب کے
آبلے پاؤں کے ہیں ۵۴/۲۲ بچو یا ۵۵/۳ کہیے ۵۵/۱۲ پڑ پہ ۵۵/۲۰ قابل ۵۵/۲۲ رنگ و بو
۵۶/۱۲ پتھروں (بھی) پہ ۵۶/۱۳ نقش جو ۵۶/۱۹ یہہ (=یہ) ۵۶/۲۱ مہہ (=مہ) ۵۶/۲۳ (کذا)
۵۷/۹ (کذا) ۵۷/۲۰-۲۴ کہہ (=کہ) ۵۷/۲۳ علاج ۵۸/۳ (کذا) ۵۸/۴ جوشش ۵۸/۲۰ کبھی ہے
۵۹/۳ کھائی جو ۵۹/۵ کیا (ہی) نزاکت ۵۹/۵ رکھتے ۵۹/۹ داؤ ۵۹/۱۴ میں (بھی) جاتا ۵۹/۱۷، ۲۰ (کذا)
۶۱/۱۱ بجی (!) ۶۱/۱۳ بینڈی ۶۱/۲۴ سردی ۶۲/۷ تاثیر ہے وبا سے ۶۲/۱۶ الجھیں ۶۳/۱۹ ابھرتا
۶۴/۱ سو (ق) بھی ۶۴/۵ سوزشیں ۶۴/۲۰ (کذا) ۶۴/۲۱ کیا پیار سے ۶۵/۲ محبت ۶۵/۳-۲۴ (کذا)
۶۷/۱ اسنا ۶۷/۲۰ (کذا) ۶۸/۱۹ (کذا) ۶۸/۲۳ خواب ۶۹/۳، ۴، ۶، ۹ (کذا) ۶۹/۱۵ بچارا
۷۰/۱ حسن ۷۰/۸، ۱۱، ۲۱ (کذا) ۷۱/۵، ۱۲، ۲۲ (کذا) ۷۱/۷ صبر ۷۱/۱۶ رہا (بھلا) ۷۱/۱۷ نعلی کلغی
۷۱/۲۲ جو ۷۲/۸، ۹، ۱۲، ۱۵، ۱۷ (کذا) ۷۲/۱۹ گرفتاروں پہ کر ۷۲/۲۲ بہ تنگ ۷۲/۱ ساری ہر
۷۳/۱ یاد آئے گا ۷۳/۱ (کذا) ۷۳/۲ آہ بے زبانہ ۷۳/۴ (کذا) ۷۳/۸ جس ۷۳/۹ جس ۷۲/۱۰ ترا
۷۳/۱۲ (کذا) ۷۳/۱۶ غنچہ سے ۷۳/۱۹ اک ۷۳/۲۰ تڑپتا ۷۳/۲۰ ساتھ (اس کے) جان
۷۴/۲ سودا (ی) بجو - ۷۴/۴ بہہ (=بہ) ۷۴/۴ میں ۷۴/۵ (کذا) ۷۴/۱۳ ڈھلکتا ڈھلکتا ۷۵/۶ (کذا)
۷۵/۶ بسید ۷۵/۱۳ غنچے سنتے۔

••

جناب سید شاہ محمد اسمٰعیل
خدا بخش لائبریری، پٹنہ

مُلّا شاہ ــــ تفسیر قرآن اور عربی کلام

مُلّا شاہ بدخشانی کا شمار عہد شاہجہانی کی نامور ہستیوں میں ہوتا ہے۔ دارا شکوہ (م ۱۰۶۹ھ/۱۶۵۹ء) اور جہاں آرا بیگم (م ۱۰۹۲ھ/۱۶۸۱ء) کو مُلّا شاہ سے گہری عقیدت تھی، اسی بنا پر دونوں ان کے حلقۂ ارادت سے وابستہ ہوگئے تھے، ان کا ذکر تقریباً تمام تذکروں میں پایا جاتا ہے۔ لیکن تفصیلی اور ترتیبی معلومات کے لئے مندرجہ ذیل دو ذرائع بڑی اہمیت رکھتے ہیں۔

(۱) پہلا ذریعہ جہاں آرا بیگم کا رسالہ "صاحبیہ" ہے۔ اس کا ایک قلمی نسخہ پروفیسر محمد ابراہیم ڈار کو آپا راؤ بھولا ناتھ لائبریری احمد آباد میں ملا تھا، اس مخطوطہ کا تذکرہ اسٹوری (Storey) نے بھی کیا ہے (Storey V.1.PT I.P.1001) اس رسالہ سے متعلق پروفیسر ڈار نے ایک مقالہ سپرد قلم کیا تھا، جو ۱۹۲۷ء کے اورینٹل کالج میگزین لاہور میں شائع ہوا تھا۔

پروفیسر محمد اسلم، پنجاب یونیورسٹی، لاہور نے، اس رسالہ کے حصول کے لئے ۱۹۶۸ء، پھر ۱۹۶۹ء میں احمد آباد کا سفر کیا اور کسی طرح اس کی نقل حاصل کی، یہ رسالہ پہلی بار ۱۹۷۹ء میں شائع ہوا (معارف صاحبیہ)۔

(۲) دوسرا ذریعہ معلومات دارا شکوہ کی تصنیف "سکینۃ الاولیاء" ہے، جو ملّا شاہ کے پیر حضرت میاں میر لاہوری اور ان کے خلفا و وابستگان کے حالات پر مبنی ہے۔ اس کتاب کا اُردو ترجمہ ۱۹۲۰ء میں لاہور سے شائع ہوا، ڈاکٹر تارا چند، سابق سفیر ہند متعینہ ایران اور سید محمد رضا جلالی نے چار خطی نسخوں سے مقابلہ کرکے اسے مدوّن کیا۔ ان نسخوں میں ایک نسخہ خدا بخش لائبریری کا بھی شامل ہے۔ یہ تدوین شدہ نسخہ موسسہ مطبوعاتی علمی ایران سے ۱۹۶۵ء میں شائع ہوگیا ہے۔

نیز تماشیر معنوی ایران و پاکستان، شائع کردہ ادارۂ اوقاف پنجاب لاہور، میں ڈاکٹر محمد معین لاہوری کا ایک سیر حاصل مقالہ ملّا شاہ سے متعلق چھپا ہوا ہے۔

مختصر حالات:۔ دارا شکوہ نے ملّا شاہ کا نام "شاہ محمد" لکھا ہے، حضرت میاں میر انہیں محمد شاہ کہتے تھے۔ احباب و وابستگان حضرت آخوند کے نام سے یاد کرتے تھے۔ لقب ان کا

لسان اللہ تھا۔ (سکینۃ الاولیاء ص ۱۵۲)

سلسلۂ نسب یہ ہے، ملا شاہ بن مولانا عبدی بن مولانا سلطان علی بن حضرت قاضی فتح اللہ، مولد و وطن موضع ارکسا ہے، جو بلدۂ رستاق کا ایک گاؤں ہے اور رستاق مملکت بدخشاں میں ہے، جیسا کہ خود ملا شاہ کا بیان ہے:

ملک بن الملکیا، ملک بدخشان آمدہ — از بلاد از روستاق واز قرا، از ارکسا

تاریخ ولادت کے سلسلہ میں تذکرے خاموش ہیں، ڈاکٹر یمین خاں لاہوری کی تحقیق یہ ہے:

"جہاں آرا بیگم نے ملا صاحب کے وارد ہند ہونے کے وقت کی عمر ۲۵ سال قرار دی ہے۔ (صاحبیہ) اور عمل صالح میں ملا صاحب کے وارد ہندوستان ہونے کا سال ۱۰۲۳ھ بیان کیا گیا ہے، اس بنا پر سال ولادت ۹۹۸ قرار پاتا ہے۔ (تاثیر معنوی ... ص ۳۹)

یہ بات متفق علیہ ہے کہ ملا صاحب کی ولادت بدخشاں کے گاؤں 'ارکسا' میں ہوئی، حصول علم کا سلسلہ وطن میں جاری رہا، ۲۳ سال کی عمر میں گھر سے نکلے اور مزید تحصیل علم کے لئے بلخ پہنچے، تکمیل علوم کے بعد ۲۵ سال کی عمر میں وارد ہندوستان ہوئے، پہلے کشمیر میں اقامت اختیار کی، پھر لاہور آئے، مرشد کی تلاش تھی میاں میر کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے، ریاضت شاقہ میں مشغول رہے، اور مرشد کی توجہ خاص سے فیضیاب ہوئے۔ ۱۹ سال تک پیر و مرشد کی خدمت میں رہے۔ موسم سرما لاہور میں گزرتا اور موسم گرما میں پیر کی اجازت سے کشمیر چلے جاتے۔

پیر و مرشد کی وفات کے بعد مستقل طور پر کشمیر میں اقامت گزین ہوئے، بشیر خاں کا بیان ہے:

"در آنجا دولت ظاہری نیز روی نمود و اسباب جمعیت صوری دست داد" (مرآۃ الخیال ۱۳۸)

"۱۰۷۲ھ میں لاہور میں وفات پائی۔" (ریاض الشعراء ق ۲۱۴)

"ان کا مزار آج بھی لاہور میں موچی دروازہ کے باہر موجود ہے" (تاثیر معنوی ... ص ۴۵)

عمر بھر قید تاہل سے آزاد رہے، جیسا کہ شاہجہاں نامہ میں مرقوم ہے:

"او نیز بسان پیر خود بقید از دواج در نیامد" (شاہجہاں نامہ ق ۲۱۶ (ب)

خود ملا صاحب نے اپنی تفسیر میں ایک جگہ اس کا اظہار کیا ہے، "وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ" کے ذیل میں لکھتے ہیں:- "عند اهل الظاهر الا يمان الظاهر و عند اهل الباطن الايمان

الباطن: پھر لکھتے ہیں: ۔ "انظروا الینا و الی تجدیدنا، لان فی حالۃ الشباب لو تحصل لنا الزوجۃ المؤمنۃ بالایمان المعرفتی و فی حالتہ الشیبۃ زالت القوۃ، و فیہ حکمۃ"۔

داراشکوہ اور جہاں آرا بیگم کو ملا شاہ سے والہانہ عقیدت تھی، یہ دونوں سلسلۂ قادریہ میں ان سے مُرید بھی تھے، داراشکوہ نے خود لکھا ہے:

"نسبت ارادت و بندگی و حلقہ بگوشی و فقر این فقیر بخدمت حضرت ایشان است" (سکینۃ الاولیاء[۱۵۲])۔

نیز جہاں آرا بیگم کا بیان ہے: "چنیں سعادتی کہ بہ برادر عارف کامل روزی شدہ و از یمن توجہ آن برادر باین ضعیفہ رسیدہ، ہیچ کس از نسل تیمور صاحبقران نشدہ" (صاحبیہ ص۱۰)

"خود شاہجہاں بھی ملا صاحب کا معتقد تھا" (ریاض الشعراء ق ۲۱۴ (الف)، مرآۃ الخیال ص۱۲۸)

شاہجہاں کے انتقال کے بعد جب اورنگ زیب باضابطہ تخت نشیں ہوا، تو ملا شاہ کو دہلی بلا بھیجا، وہ کشمیر چھوڑنے پر آمادہ نہ ہوئے۔ حاکم کشمیر نے سختی کی تو دہلی کے لئے روانہ ہوئے۔ اثنائی راہ میں اورنگ نشینیٔ عالمگیر کی تاریخ پر مشتمل ایک رباعی لکھی اور راستہ ہی سے پادشاہ کی خدمت میں روانگی، رباعی یہ ہے:

صبحی دل من چو گل خورشید شگفت ۔۔۔ حق ظاہر شد غبار ظلمت ہمہ رفت
تاریخ جلوس شاہ اورنگ مرا ۔۔۔ ظل الحق گفت، الحق این را حق گفت

بادشاہ نے رباعی پڑھنے کے بعد، انہیں دہلی کی حاضری سے معاف کر دیا اور لاہور میں قیام کا حکم دیا، وہیں انہوں نے وفات پائی۔ (ریاض الشعراء ق ۴۱۳ (ب)، مرآۃ الخیال ص۱۲۹، مخزن الغرائب ج ۲، ص۱۰۲۵)

ملا شاہ کی شاعری:۔ ملا شاہ نے مختلف اصناف سخن میں طبع آزمائی کی ہے۔ انکی کلیات میں مثنوی، غزل اور رباعی کی خاصی تعداد موجود ہے۔ خدا بخش لائبریری میں کلیات کی تین جلدیں موجود ہیں۔ دوسری جلد کے دیباچہ میں انھوں نے اپنی مثنویوں کی تعداد درج کی ہے، کہتے ہیں:

"میں نے نظامی کی مخزن الاسرار کی بحر میں بہت کچھ کاغذ سیاہ کئے ہیں لیکن مقصود تتبع ہے، نہ کہ ترفع"۔

"ابتدا میں ۱۰۰ ابیات اجمالا بسم اللہ کی تعریف میں لکھی ہیں، پھر بسم اللہ کے ہر حرف کی تعریف میں ۱۰۰-۱۰۰ ابیات، اس کے بعد ۳۰۰ ابیات خلوت کی تعریف میں اور ۳۱۲ ابیات محبت کی

تعریف میں، پھر ۱۰۰ ابیات خاتمہ کے عنوان سے لکھی ہیں۔ ان ابیات کی مجموعی تعداد ۳۰۱۲ ہوئی۔ اس رسالہ کا نام رسالہ بسم اللہ رکھا اور اپنی مثنویات کے لئے اس کو ابتدا بسم اللہ رکھا، پھر شاہنامہ کی بحر میں ۳۶۵۴ ابیات لکھیں جو حمد و نعت اور منقبت پر مشتمل ہیں۔

"اس کے بعد نظامی کی خسرو شیریں کی بحر میں ۷۰۰۵ ابیات لکھیں اس طرح یوسف زلیخا اور رسالہ دیوانہ نام کے دو رسالے ترتیب پائے" اس کے بعد تحفۃ الواقفین کی بحر میں رسالہ دلولہ ۱۵۰۶ ابیات پر مشتمل مکمل ہوا۔ بعد ازاں سبحۃ الامرار کے وزن پر رسالہ جوش اور رسالہ تعریف باغات تکمیل پذیر ہوا جس میں ۲۸۶۲ ابیات ہیں۔ پھر ثنائی کے حدیقہ کے وزن پر ۱۰۳۴۷ ابیات پر مشتمل رسالہ نسبت اور رسالہ شاہیہ کی تکمیل ہوئی" قصاید، غزلیات، رباعیات، شرح رباعیات اور مکتوبات ان کے علاوہ ہیں۔"

(مخطوطہ کلیات ملا شاہ ص ۲۷ ق ۱ (ب)

رسالہ بسم اللہ کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم — خال و خط و زلف و قد مستقیم
سلسلہ مویش ز آتش بلند — کردہ نگاہش دل آتش سپند

پھر بسم اللہ کی تعریف کا سلسلہ شروع ہوتا ہے، چند اشعار یہ ہیں:

بسملہ در خانۂ دل یک چراغ — راہنما گم شدہ را بر سراغ
بسملہ بر فرق کتابت سر — می فتد اوّل بر رخ او نظر
اوّل ہر سورۂ قرآن بود — ابروی بر دیدہ نمایان بود
آن کلماتند کہ چار اند یار — ہر یکی زایشان بزند بر صد ہزار
روی بہارش ہمگی پر گل است — پر ز گلشن دامن جز و کل است
باغ ازو تازہ ز روی بہار — سبز تر از سر و لب جوئبار

بسم اللہ کی با سے رحیم کی میم تک ہر حرف پر خامہ فرسائی کی ہے۔ بسم میں جو الف مفقود ہے، اس سے متعلق چند شعر نقل کئے جاتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم — می خوم از آن الف گم کلیم

این ہمہ قند بہر چہ پنہان شدی — باش نمایان چہ شکر از جان شدی

ستر تو بی ستر کند راز ما — پارہ شود پردۂ آواز ما

خاتمہ کا اتمام ان اشعار پر ہوتا ہے:

حرف من این نیست کہ سنجیدہ نیست — یک کسی را برخش دیدہ نیست

سال ہزار و پنجاہ است و ہشت — ہفت دگر از ان ہشت رفت

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مثنوی کا یہ حصہ ۷ محرم ۱۰۵۸ھ کو مکمل ہوا۔ (مخطوطات کلیات ج ۲، ق ۲۴ (ب))

صاحب ریحانۃ الادب نے ملا شاہ کے اشعار کی تعداد ۵۰ ہزار لکھی ہے: "اشعار ملا شاہ بسیار و شمارۂ آنہا بالغ بہ پنجاہ ہزار بودہ، لاکن اصول بحر و قافیہ را چنداں رعایت نمی کرد" (ریحانۃ الادب ج ۵ ص ۳۴۴)

والہ داغستانی ان کی مثنوی کے متعلق لکھتے ہیں: "مولانا را چند مثنویست مشتمل بر حقایق و بیان معارف بہ اتمام نرسیدہ ولکن در ہر چند ورق انتقال بہ بحری فرمودہ و بعد از چند ورق باز بہ بحر دیگر توجہ نمودہ اند و در رعایت قافیہ نیز چنداں مبالغہ ندارند" (ریاض الشعرا ق ۲۱۵)

ایسی کمزوری کہیں کہیں نظر آجاتی ہے۔ پھر بھی بہتیرے اشعار ابدار اور جاندار ہیں۔ جیسا کہ محمد صالح رقمطراز ہیں: "اغلب اوقات از آں عرفان مآب اشعار آبدار سر زدہ ابداع انواع معانی و انشاء اقسام سخن از مثنوی و قصیدہ و غزل و رباعی نمودہ" (عمل صالح ق ۷۲۴)

مجھے اس مضمون میں صرف ملا شاہ کی تفسیر قرآن اور کلام عربی پر روشنی ڈالنی ہے۔ اس لئے ان کے حالات اور ان کے کلام پر تفصیلی گفتگو سے صرف نظر کرتے ہوئے ان کی شاعری کے مختلف نمونے پیش کرنے پر اکتفا کر رہا ہوں۔

کہتے ہیں کہ انسان کے لئے عشق ہی آبحیات ہے؛ اسے ظلمات میں کیوں ڈھونڈھ رہا ہے:

ہمہ را سینہ سوز آبحیات — جستہ آبحیات در ظلمات

بلکہ آن آب روشنی بدہد — چشمہ روشن کہ نیست کس چہ کند

آب در سینہ تو حاصل تست — چونکہ نزدیک دیدۂ دل تست

ہست آبحیات عالمگیر — خیرہ گشت است چشم عالم پیر

قصیدہ کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں:۔

لفظ معنی گردد و معنی بلفظ آید ترا | چشم معنی بین شود، هر گاه با لفظ آشنا
سلطنت خواهی بعرفان آ که از عشق دلی | کار نگشاید اگر با عشق آری التجا
آتش ما سوخت عالم را و خاکستر نشد | آتش ما را نباشد، هیچ گه روی فنا

غزل کے چند اشعار ملاحظہ ہوں:

چراغ نیست درین خانۂ ویرانۂ ما | روشن از آتش عشق تو شده خانۂ ما
آری این راست کہ مرغیم ولی سیمرغیم | دام ما تا چه بود، تا چه بود دانۂ ما
درپی خانہ، جانانۂ ما شد چه عمر | بود خود خانۂ ما، خانۂ جانانۂ ما

عارف مدان اگر ز ملامت سلامت است | یعنی علامتِ رهِ عرفان ملامت است
راهِ طلب بصبر بسر میرود همه | این دانه را ثمر شدن از استقامت است
رفتن بروی آب و هوا هیچ نیست شاه | از خود خلاص یافتن اینجا کرامت است

دل اگر دریا شود، یک قطره دریا شود | قطرۂ دریای دل، دریای بی همتا شود

اہلِ دل را ز دو عالم چه تمتع باشد | دل کہ پیشش دو جہان قطرۂ دریا باشد

مست می نیست کہ گر مست شود گہی مخمور است | مست خود مست مدام ست بهر جا باشد

شود ز یک دل روشن، هزار دل زنده | ز یک چراغ توان صد چراغ روشن کرد

چند رباعیات: ز نہار بپرده تخم اسرار مباش | تر سم کہ شود مزرع اسرار تو فاش
خواہی ز شریعت بحقیقت افتی | با شرع مباش و بستۂ شرع مباش

ساقی اگرم می ندہی می میرم | در ساغرش از گم بنہی می میرم
پیمانہ ہر کہ پر شود می میرد | پیمانۂ من چو شد تہی می میرم

صوفیست کہ محرم است در خانۂ شہ | صوفیست کہ دارد خبر از منزل و رہ
صوفیست ہفتاد و دو ملت آگہہ | خود گفت کہ: الصوفی لا مذہب لہ

تصانیف: ملا شاہ کی تصانیف جواب تک معلوم ہو سکی ہیں اور مخطوطات کی صورت میں موجود ہیں، ان کی فہرست ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

۱۔ کلیات ملا شاہ، مشتمل بر سہ جلد، خدا بخش لائبریری میں موجود ہے۔ جلد اول تفسیر قرآن۔

جلددوم - مثنویات ، جلد سوم مثنویات ، غزلیات ، قصاید ، رباعیات اور کلام عربی پر مشتمل ہے -

۲- ' دیوان شاہ ' ۲۲۳ اوراق پر مشتمل برٹش میوزیم میں موجود ہے - یہ دیوان مثنوی ' قصیدہ ' رباعی اور غزل پر مشتمل ہے - ابتداء : " درشرح آمد چار عنصر ظاہر ؛ تا تافت بر آن چہار نور باہر
فہرست نگار نے لکھا ہے کہ : " ہمیں اس مخطوطے سے اس کا علم ہوا کہ صاحب تذکرہ نے ششش گنج نامی کتاب ۱۰۵۵ھ میں اور سورۂ یوسف کی تفسیر ۱۰۵۷ھ میں لکھی تھی (Br. Mus. II P. 690)

۳- ' مثنویات ملّا شاہ ' ۲۷۳ اوراق پر مشتمل انڈیا آفس کے کتب خانہ میں موجود ہے - اس مخطوطہ میں دس مثنویاں ہیں - (انڈیا آفس لائبریری کیٹلاگ ج ۲ ، ص ۸۶۲ ، نمبر ۱۵۸۰)

۴- ' دیوان ملّا شاہ ' کا ایک نسخہ برلن لائبریری میں موجود ہے - جس میں غزلیات و رباعیات کے علاوہ مکتوبات بھی شامل ہیں -

غزلیات کی ابتدا : حمد آں را کہ مرادیدن روشن دادا ؛ در توفیق بریں بستہ خود بکشادا

رباعیات " : دانی کہ شد او ز قدس اصلی نازل ؛ و ز عالم اطلاق بمقید مائل

مکتوبات " : " انسان موفق بطلب و ریاضت راہوں گذرگاہ عرش رب العالمین میسر شد " (برلن نمبر ۹۳۶)

۵- رباعیات و شرح رباعیات ملّا شاہ کے نام سے ایک مخطوطہ پنجاب یونیورسٹی لاہور کے کتبخانہ میں موجود ہے ' یہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے غیر معمولی نسخہ ہے ، شاعر نے ہر رباعی کے ذیل میں اس کی شرح منظوم قطعہ کی صورت میں درج کی ہے ' ابتداء کے ۳۲ اوراق تک نثر میں بھی شرح لکھی ہے - پہلی رباعی یہ ہے :

درشرح آمد چہار عنصر ظاہر — تا تافت بر آن چہار نور باہر
در معرفت ظہور آن نور چہار — شد شرح رباعی العناصر ناصر

(پنجاب یونیورسٹی لائبریری کیٹلاگ ج ۱ ، ص ۲۵۰ ، نمبر ۵۰۴ (تاثیر معنوی ایران در پاکستان ص ۴۹)

۶- ' مثنویات ملّا شاہ ' کا بھی ایک نسخہ پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانہ میں موجود ہے - یہ مخطوطہ ۶ ہزار ابیات پر مشتمل ہے ، اس میں ۳۴۵ اوراق ہیں -

(پنجاب یونیورسٹی کیٹلاگ ج ۱ ، ص ۲۵۸ نمبر ۵۰۵ نیز تاثیر معنوی ... ص ۵۵)

خدابخش لائبریری میں موجود ہر جلد کی تفصیلات:

کلیات ملا شاہ کے عنوان سے تین جلدیں لائبریری میں محفوظ ہیں، تینوں جلدیں ایک ہی کاتب کا تحریر کردہ ہیں، کتابت خوشخط نستعلیق میں ہے، عبارت زریں جدول کے مابین ہے، ابتدائی صفحات مزین و منقش ہیں۔ پیمانہ یہ ہے: ۱۰ ۸ ½ ، ۶ ۷ ½ × ۴ انچ۔

جلد اول قرآن مجید کی چند سورتوں کی تفسیر و ترجمہ پر مشتمل ہے، دیباچہ میں مصنف نے اس کے دو نام لکھے ہیں۔ تفسیر شاہ اور شاہ تفاسیر، یہ دونوں مادہ ہائے تاریخ ہیں، انہیں اس طرح ذیل رباعی میں پیش کیا ہے:

میگفت مرا کسی کہ تاریخ بگو   تفسیر شاہ را و گفتم کہ بجو
تفسیر شاہ یک عدد کم آمد   گفت این دل من شاہ تفاسیر بگو

اس طرح اس تفسیر کا سال تکمیل ۱۰۵۷ھ قرار پاتا ہے۔

مختلف تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ملا شاہ نے تفسیر قرآن کی ابتدا کی تھی، مگر حیات نے وفا نہ کی اور صرف ایک پارہ کی تفسیر مکمل ہو سکی، ہمارے اس مخطوطہ سے اس کی نفی ہوتی ہے، یوں تفسیر تو ناتمام رہی، لیکن سورۂ یوسف کے علاوہ ابتدائی تین پاروں سے زیادہ کی تفسیر اس مخطوطہ میں موجود ہے، افسوس ہے کہ درمیان سے اوراق غائب ہونے کے سبب یہ حصہ بھی ناقص حالت میں موجود ہے، تفصیل درج ذیل ہے: (اس جلد میں اوراق کی مجموعی تعداد ۷۶ ہے)

تفسیر/ترجمہ/نکات کا موجود حصہ	ان آیات کی تفصیل پر مشتمل اوراق غائب ہیں
ق ۱ (ب) - ۲ (الف) دیباچہ بزبان عربی	
ق ۲ (ب) - ۳ (الف) تفسیر بسم اللہ	
ق ۳ (الف) - ۵ (ب) تفسیر سورۂ فاتحہ	
ق ۶ (ب) - ۵۲ (الف) تفسیر سورۂ بقرہ	۶-۱۳، ۳۶-۳۷، ۱۱۴-۱۲۸
ق ۵۲ (الف) - ۶۷ (الف) تفسیر سورۂ آل عمران	۱۵۴، ۱۸۳
ق ۶۸ (ب) - ۷۶ (ب) تفسیر سورۂ یوسف	۳۱، ۱۱۰

تفسیر میں عربی اور فارسی دونوں کا استعمال ہوا ہے، بعض حصوں کی تفسیر صرف عربی میں ہے اور بعض کی صرف فارسی میں، اسی طرح بعض جگہ عربی اور فارسی دونوں سے کام لیا گیا ہے، شرح و تفسیر

کا انہیں بھی مختلف انتیار کیا گیا ہے، کہیں ترجمہ و تفسیر کے ساتھ نکات بھی بیان کئے ہیں، کہیں ان میں سے دو اور کہیں صرف ایک پر اکتفا کی ہے۔

دوسری اور تیسری جلد کی تفصیلات کے لئے لائبریری کا توضیحی کیٹلاگ ج ۳، ص ۱۶ - ۱۱۴ ملاحظہ کریں۔

جلد اول کا دیباچہ مختصر ہے اور عربی میں ہے۔ ابتدا یہ ہے:

" الحمد للہ الذی لہ کلمات لطیفۃ وفیہا نکات نفیسۃ ... اما بعد فہذا العاجز العامی العاری یعنی شاہ محمد بن عبد[ی] محمد بن سلطان علی بن فتح اللہ الاکسائی الوستاقی البدخشی یتمسک بالنکات القرآنیۃ ... اما ھذا فبحکم العشق والمحبۃ فلا علاج لہ درکا ودا ملہما"

" یعنی شاہ محمد ... نکات قرآنیہ کو مختلف انداز سے پیش کر رہا ہے، یہ تفسیر عشق و محبت کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے، اس لئے یہ نکات ملاحت و حلاوت سے خالی نہیں ہیں، جس کا ادراک وہی کر سکتا ہے، جسے غور و فکر کے ساتھ ذوق و شوق کا حصہ بھی نصیب ہوا ہو"

بسم اللہ کی تفسیر: اسم، اللہ، اور الرحمٰن کی لغوی تشریح متداول تفاسیر کے مطابق چند الفاظ میں کی ہے، مثلاً: الرحمٰن کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: " الرحمٰن من الرحمۃ لفظ خاص للہ تعالیٰ لا یطلق علی الغیر معناہ عام یعنی وھبہ تعالیٰ عام فی الدنیا ورزقہ تعالیٰ عام فیہا للمومن وللکافر"

پھر الرحیم کی تفسیر میں یوں رقمطراز ہیں: " رحیم بھی رحمت ہی سے مشتق ہے، خصوصیت عمومیت میں یہ الرحمٰن کا عکس ہے۔ الرحمٰن کا تقدم الرحیم پر خاص کا تقدم عام پر ہے، دنیا کا تقدم آخرت پر، گویا لفظ کا تقدم معنی پر ہے"

بسم اللہ کے ضمن میں کم و بیش ۲۰ نکات پیش کئے ہیں، ان میں سے چند نقل کئے جاتے ہیں:

مشہور فعل مقدر ابتدأ لکھنے کے بعد لکھتے ہیں: - المبتدا بہ ای شئ، اس کے متعدد افعال مقدرہ بیان کئے ہیں، مثلاً: " او اتمسک بہ کتمسک العشق بالحسن او اصاحب بہ کمصاحبۃ العبد لصاحبہ، او آنس بہ کموانسۃ الجسد بالروح، او الصق بہ کلصوق الباء بالاسم، او امحو بہ کمحویۃ الھمزۃ بالبسم ای فی البسم"

بسم اللہ کی تفسیر اور اس سے متعلق نکات عربی میں ہیں، پھر لکھتے ہیں کہ بسم اللہ کے سلسلہ میں ہماری ایک کتاب ہے، جو بسم اللہ اور اس کے حروف کی تعریف پر مبنی ہے اور تین ہزار ابیات پر مشتمل ہے۔ ہم نے اس کا نام رسالہ بسم اللہ رکھا ہے اور اس کی ابتدا یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　　خال و خط و زلف و قد مستقیم

[یہ رسالہ کلیات کی دوسری جلد میں شامل ہے]

اس کے بعد بسم اللہ کے جزو قرآن ہونے سے متعلق فقہاء کے مذاہب پر روشنی ڈالی ہے۔

تفسیر سورۂ فاتحہ: آیات کا ترجمہ فارسی میں ہے۔ پھر مختصر تفسیر، اس کے بعد نکات ہیں، چند نکات عربی میں ہیں۔ ترجمہ کا انداز یہ ہے: "الحمد للہ ستودن و نیکی دریا کی خاص مر ذاتی را است کہ مستجمع صفات کاملہ است، مالک یوم الدین، یعنی متصرف روز جزا است، ایاک نعبد، یعنی ترا می پرستیم، و ایاک نستعین، خاص از تو یاری می خواہیم۔

چند نکات بطور نمونہ: رب العلمین کے ذیل میں:

نکتہ، تربیت او عام است شریعت، یا خاص است طریقت، یا اخص است حقیقت نکتہ، یا عام است علما، یا خاص است عملا، یا اخص است بتر کہما محویتہ فی الذات۔

صراط الذین انعمت علیہم کے ضمن میں رقمطراز ہیں: نکتہ، یعنی سیما ریعنی اہل شریعت وسلکا ریعنی اہل طریقت، و عرفا یعنی اہل حقیقت یعنی عاما و خاصا و اخصا،

یہ تین مدارج اکثر آیات کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔

تفسیر سورۂ بقرہ: پارۂ اول میں فارسی ترجمہ کے ساتھ نکات کا سلسلہ جاری ہے۔ ترجمہ کا انداز یہ ہے: ھدی للمتقین الذین یؤمنون بالغیب یعنی این کتاب ہدی است مر متقیان را، آنچنان متقیانی کہ ایمان می آرند لغیب۔

نکتہ، ضمن متقین، یعنی پرہیزگاران، پرہیز از گناہ، چنانچہ در شریعت است، یا پرہیز از مراد خود، چنانچہ در طریقت است، یا پرہیز از خود چنانچہ نزد اہل حقیقت است۔

پارہ اول کے اختتام پر نکات کا سلسلہ ختم کر دیا ہے، ترجمہ اور مختصر تفسیر کا سلسلہ جاری ہے،

زبان فارسی ہے، کہیں کہیں عربی کا بھی استعمال ہے۔ لکھتے ہیں:

"ولقد غیرنا الاسلوب فی تفسیر ھذا الجزء من القرآن تنشیطا للاذھان" پھر آیت نمبر ۲۰۲ کے بعد طوالت کے خیال سے ترجمہ کا سلسلہ ترک کر دیا ہے، بلکہ نکات پیش کئے ہیں، لیکن نکتہ کا لفظ مذکور نہیں ہے۔ لکھتے ہیں:

"ولقد ترکت الترجمة لوضوحھا عند اولی الالباب وبملاحظة الاطناب فی النصف الاخر من ھذا الجزء الثانی من کلامه تعالیٰ واکتفیت فی ھذا البقرة کما ھو المرقوم، ثم التفت الی النکات، بترک لفظ النکتة"

سورۂ بقرہ کے خاتمہ پر یہ تحریر ہے: "ولا تغفل عما قلنا من نکات ھذا التفسیر فان فیه النفع الکثیر، خصوصا لطالب الله الکبیر"

تفسیر سورۂ آل عمران: مختصر تفسیر کے ساتھ کہیں کہیں نکات پیش کئے ہیں، زبان عربی ہے۔ فارسی اشعار بھی استعمال کئے ہیں۔

تفسیر سورۂ یوسف: ترجمہ و تفسیر کی زبان فارسی ہے۔ رکوع اول کا بیشتر حصہ منظوم ہے، مابعد کا ترجمہ و تفسیر نثر میں ہے، بعض آیتوں کا آزاد ترجمہ ایک بیت یا ایک مصرع میں دیا ہے، ابتدا:

بنام آنکہ یوسف مرغ رو زدوست | کہ رعنائی زن از ان روست
رسولان را بسوی خود کشیدہ | ہمہ یک تن، محمد بہت دیدہ
دلم بر سورۂ یوسف چو بشگفت | خدایش بہترین قصہ ہا گفت

ترجمہ کی شان: قال قائل منھم لا تقتلوا یوسف والقوہ فی غیابة الجب یلتقطه بعض السیارة = گفت گویندۂ از ایشاں مکشید یوسف را و اندازید در قعر چاہ تا برگیرند اورا بعضی از سائران راہ گذر۔

بیشتر نکات تصوف کے رنگ میں ہیں، کہیں ادیبانہ و شاعرانہ انداز فکر سے بھی کام لیا ہے، مثلاً وجاءت سیارة کے ضمن میں لکھتے ہیں،

نکتہ: "السیارة کنایة عن الکواکب التی فی حوالی ھالة القمر، ھالہ

یعنی چاہ، قمر یعنی یوسف، سیارہ صاحب توفیقان وکذا یعنی قافلہ، ولہذا قال سیارۃ ولم یقل قافلۃ اورراحلۃ اورفقۃ "

نثر میں ترجمہ الفاظ کی رعایت کے باوجود سلیس ہے، البتہ منظوم ترجمہ الفاظ کی رعایت سے کہیں کہیں آزاد ہوجاتا ہے۔ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

وراودتہ التی ھو فی بیتھا عن نفسہ = ع دگر مقصود خود را خواست آن زن، نثر: درخواست یوسف را آن زنی کہ یوسف درخانہ او بود، از نفسش یعنی از کامش۔

وشھد شاھد من اھلھا = ع گواہی داد یک طفل خدادوست، نثر: گواہی داد گواہی دہندہ از کسان آن زن۔

شاہ تفاسیر پر ایک نظر: قرآن کریم ایک ذوجہات کتاب ہے، جو اپنے ظاہر و باطن کے ہر پہلو سے معجزہ ہے، یہ معانی کا ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، جس کے عجائب و غرائب کا شمار حیطۂ انسانی سے باہر ہے۔ امام بوصیری فرماتے ہیں:

لہا معان کموج البحر فی مدد | وفوق جوھرہ فی الحسن والقیم
فما تعد ولا تحصی عجائبھا | ولا تسام علی الاکثار بالسأم

اس بحر بیکراں کے غواص کبھی نہیں تھکتے اور اس گلستان ہمیشہ بہار کو خزاں کے جھونکے کبھی چھو نہیں سکتے، تفسیروں پر تفسیریں لکھے جاؤ، اس کے معانی کا سیلاب رکنے نہ پائے گا، کسی نے الفاظ و تراکیب پر نظر ڈالی، کسی نے معانی و بلاغت کے پھول چنے، کسی کو منطق و فلسفہ کے حقائق کی تلاش رہی، تو کسی کو معرفت و سلوک کے انوار کی طلب ہی۔

علامہ ابن عربی (م ۶۳۸ھ = ۱۲۴۰ء) اپنی تفسیر قرآن کے مقدمہ میں رقمطراز ہیں:

" ایک عرصہ تک میں نے تلاوت قرآن کو اپنا معمول بنالیا اور معانی و مفاہیم کے تدبر میں مشغول رہا، لیکن شرح قلب کی نعمت میسر نہ ہوئی۔ ایک وقت آیا کہ میں قرآن سے مانوس ہوگیا اور اس کی حلاوت سے آشنا ہوا، اس طرح میں انبساط قلبی اور نشاط روحانی کی اس منزل کو پہنچ گیا کہ ایک ایک آیت کے تحت، اتنے معانی مجھ پر منکشف ہونے لگے کہ ان کے بیان سے نطق انسانی عاجز ہے اور ان کے ضبط و احاطہ سے قوت بیانی تاصر ہے،

تو مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یاد آیا:

مانزل القرآن اٰیۃ الا ولھا ظھر وبطن ولکل حرف حد ولکل حد مطلع۔	قرآن کی جو آیت بھی اتاری گئی ہے، اس کا ایک ظاہر اور ایک باطن ہے، ہر کلمہ کی ایک حد ہے اور ہر حد کے لئے ایک مطلع ہے۔

"تو میں نے سمجھ لیا کہ ظاہر سے مراد تفسیر ہے، باطن سے تاویل، اور حد کے معنی یہ ہیں کہ جہاں تک فہم کی رسائی ہو، جو مشاہدہ کی منزل تک پہنچا دے۔" (تفسیر ابن عربی ج ۱، ص ۳)

صاحب تفسیر عرائس البیان اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے امام جعفر صادق کا یہ قول نقل کرتے ہیں:

کتاب اللہ علی اربعۃ اشیاء العبارۃ والاشارۃ واللطائف والحقائق فالعبارۃ للعوام، والاشارۃ للخواص واللطائف للاولیاء والحقائق للانبیاء	کتاب اللہ کے چار پہلو ہیں، عبارت، اشارت، لطائف اور حقائق، تو عبارت عوام کے لئے ہے، اشارت خواص کے لئے، لطائف اولیاء کے لئے اور حقائق انبیاء کے لئے۔

پھر ظاہر، باطن، حد اور مطلع کی توضیح حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشاد سے کرتے ہیں:

فالظاھر تلاوۃ والباطن فھم والحد ھو احکام الحلال والحرام۔ المطلع ھو مراد اللہ من العبد	ظاہر تلاوت ہے اور باطن فہم تک رسائی۔ حد سے مقصود حلال و حرام کے احکام ہیں اور مطلع کا مطلب یہ ہے کہ جو بات اللہ تعالیٰ بندے سے چاہتا ہے۔ (عرائس البیان ص ۳)

صاحب روح المعانی متذکرۃ الصدر حدیث کے ضمن میں لکھتے ہیں:

ان ظاھرھا ماظھر من معانیھا لاھل العلم بالظاھر و باطنھا ماتضمنہ من الاسرار التی اطلع علیھا ارباب الحقائق ومعنی قولہ ولکل حرف حد ان لکل حرف منتھی فیما اراد اللہ تعالیٰ من معناہ ومعنی قولہ ولکل حد مطلع ان لکل غامض من المعانی	آیات کے ظاہر سے مراد وہ معانی ہیں، جو علم ظاہر والوں پر ظاہر ہوتے ہیں۔ باطن سے مقصود وہ اسرار ہیں، جو معنی ظاہری کے ضمن میں ارباب حقائق پر منکشف ہوتے ہیں۔ لکل حرف حد کا مطلب یہ ہے کہ ہر لفظ کی ایک انتہا ہے، جو اللہ تعالیٰ اس کے معنی سے مراد لیتا ہے۔ اور لکل حد مطلع کے معنی یہ ہیں کہ ہر غامض

والاحکام مطلعا یتوصل بہ الٰی معرفتہ ویوقف علی مرادہ بہ

یعنی اور حکم کے لئے' ایک مطلع ہے جس کے ذریعہ اس کی معرفت حاصل ہوتی ہے اور اس کے مراد سے واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ (روح المعانی ج ۱ ص ۷)

اسی بنا پر اہل علم کی مختلف النوع تفاسیر کے ساتھ ارباب تصوف نے بھی اپنے رنگ میں تفسیریں لکھی ہیں۔ اس نوع کی تفسیروں میں علامہ ابن عربی کی تفسیر قرآن اور فتوحات مکیہ' علامہ آلوسی کی روح المعانی وغیرہ شامل ہیں' تفسیر حسینی' تفسیر مظہری' عرائس البیان اور دوسری متعدد تفسیروں میں بھی یہ رنگ نمایاں ہے۔ تصوف کے حقائق و مشاہدات کے پیش نظر لکھی جانے والی تفاسیر ہیں۔ چند قابل ذکر تفسیریں اور بھی ہیں:

ایک قدیم تفسیر ابو عبد الرحمن محمد بن الحسین بن موسیٰ السلمی الازدی النیشاپوری الصوفی (م ۴۱۲ھ۔ ۱۰۲۱ء) کی بنام "الحقائق فی التفسیر" موجود ہے' بعد کے مصنفین نے اس سے استفادہ کیا ہے۔ اس کا ایک مخطوط لائبریری کا میں موجود ہے' جو ۸۲۳ھ کا نوشتہ ہے۔

شیخ کمال الدین ابو الغنائم عبد الرزاق بن جمال الدین بن احمد الکاشی السمرقندی (م ۷۳۶ھ۔ ۱۳۳۶ء) نے دو تفسیریں اسی طرز پر لکھی ہیں۔ ایک کا نام حقائق التاویل فی دقائق التنزیل ہے اور دوسری کا نام تاویلات القرآن ہے' موخر الذکر کا مخطوط لائبریری میں ہے۔

علامہ آلوسی اس سلسلہ میں لکھتے ہیں:

واما کلام السادۃ الصوفیۃ فی القرآن فھو من باب الاشارات الٰی دقایق تنکشف علی ارباب السلوک ویمکن التطبیق بینھا وبین الظواھر المراد ۃ و ذلک من کمال الایمان ومحض العرفان۔

حضرات صوفیہ کے اقوال قرآن کے بارے میں' ان اشارات سے تعلق رکھتے ہیں جن سے ارباب سلوک پر حقائق کا انکشاف ہو' نیز ان دقایق کی تطبیق ظاہر معنی سے بھی ممکن ہو اور یہ بات اسی وقت ممکن ہے' جب ایمان کامل اور عرفان خالص نصیب ہو۔

پھر لکھتے ہیں کہ ایسی بات ہرگز نہیں ہے کہ صوفیہ کا یہ اعتقاد ہو کہ ظاہر معنی سرے سے مراد نہیں ہیں اور محض باطنی معنی مراد ہیں' یہ تو ملاحدہ باطنیہ کا خیال ہے اور اس طرح وہ لوگ شریعت کی بالکلیہ نفی کرتے ہیں۔

بھلا صوفیائے کرام کو اس سے کیا واسطہ، وہ تو ظاہرِ معنی کی حفاظت کی تلقین کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ظاہرِ معنی کو اولیت حاصل ہے۔ کیونکہ احکام ظاہری سے واقفیت حاصل کئے بغیر باطنِ معنی تک رسائی کا خیال بھی جہل ہے:

من ادعی فہم اسرار القرآن قبل احکام التفسیر الظاهر فهو کمن ادعی البلوغ الی صدر البیت قبل ان یجاوز الباب۔

جو شخص تفسیر ظاہری کے احکام کی واقفیت سے قبل اسرار قرآنی کو سمجھنے کا دعویٰ کرے۔ اس کی مثال اس شخص جیسی ہے، جو دروازے سے گزرنے کے قبل گھر میں پہنچ جانے کا دعویٰ کرتا ہو۔

ظاہر معنی کی اہمیت بیان کرنے کے بعد باطن معنی کے متعلق یوں رقمطراز ہیں:

فلا ینبغی لمن له ادنیٰ مسکۃ من عقل بل ادنیٰ ذرۃ من ایمان ان ینکر اشتمال القرآن علی بواطن یفیضها المبدأ الفیاض علی بواطن من شاء من عبادہ

جس شخص کو عقل کا ادنیٰ حصہ ملا ہو، بلکہ ایمان کا ادنیٰ ذرہ نصیب ہو، اس کے لئے مناسب نہیں ہے کہ قرآن کے باطن معانی پر مشتمل ہونے کا منکر ہو۔ مبدأ فیاض ان معانی کو اپنے بندوں میں سے جس کے باطن پر چاہتا ہے، افاضہ فرماتا ہے۔

شاہ تفاسیر: ملا شاہ کی تفسیر اگرچہ نامکمل ہے اور مختصر ہے، لیکن علامہ آلوسی کے بیان کردہ حدود کا فی الجملہ لحاظ رکھا گیا ہے۔ جہاں تک ترجمہ کا تعلق ہے، اس میں ظاہر معنی سے کام لیا ہے۔ تفسیری مضامین خال خال ہیں۔ زیادہ حصہ نکات پر مشتمل ہے جن کا تعلق ظاہر معنی اور باطن معنی دونوں سے ہے۔ مثلاً ایاك نعبدُ کے ضمن میں لکھتے ہیں:

"یعنی بعد از فراغ انواع حمد... وبعد از توصیف ذات تعالیٰ بالالوهیة والربوبیة والرحمة والمالکیة نشتغل بالعبادة۔"

پھر کہتے ہیں کہ ہر چند تحمید و توصیف بھی عبادت ہے، لیکن عبادت مخصوصہ جس کا ظہور نماز میں ہوتا ہے، اس کی نوعیت جداگانہ ہے، نمازی سب سے پہلے انی وجهت پڑھتا ہے۔ پھر اللہ اکبر کہہ کر متوجہ الی اللہ ہوتا ہے اور ماسوی اللہ سے صرف نظر کر لیتا ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں:

"پس نماز این است، یعنی اول تهیه بعد از ان غراء بالنفس الکاملة و وسوسۃ الشیطان

فانہ لا یرضیٰ بخطاب ایاک نعبد بطریق الشہود' یعنی باز میدارد آن توجہ خاص را بجناب تعالیٰ "

زاہد، سالک اور عارف کی توجہ الی اللہ میں کیا فرق ہے' بیان کرتے ہیں:

" اگر زاہد است متوجہ بحض یاد حق است' دران وقت اگر یاد رفت' نماز رفت' اگر سالک است توجہ او صرف محبت است' اگر دران وقت آن توجہ رفت محبت رفت' محبت رفت نماز رفت - اگر عارف است توجہ او بدیدن آن رو است کہ خود ہم در میان نیست ... پس اگر این نیست' عارف عارف نیست یعنی نمازی نیست "

متصوفانہ نکات بالعموم ظاہر معنیٰ سے مربوط رہتے ہیں' اور پہلے ظاہری احکام بیان کرنے کے بعد سالکانہ و عارفانہ نکات پر خامہ فرسائی کرتے ہیں' لیکن بعض مقام ایسے بھی ہیں کہ رطب و نکات تاویلات باردہ بن جاتے ہیں - ایسا ہی ایک مقام ختم اللہ علیٰ قلوبہم کی تفسیر میں آتا ہے - اتفاق یہ ہے کہ ہمارے اس مخطوط میں وہ حصہ موجود نہیں ہے - رشید خاں لودھی' مرآۃ الخیال' میں لکھتے ہیں:

" ملا در زمان اقامت کشمیر تفسیر بزبان اہل تصوف شروع نمودہ بود و مدار را مطلقا بر تاویل گذاشتہ ... از انجملہ شرح یک آیہ از عجائبات توان گفت بر سبیل نقل درین اوقات ثبت میگردد "

پھر ختم اللہ علیٰ قلوبہم الیٰ عذاب عظیم کے ظاہر معنی جو جمہور مفسرین نے بیان کئے ہیں' اسے نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

" این آیہ میباید در شان اولیاء اللہ باشد و معنیش چنین بود کہ ختم اللہ علیٰ قلوبہم' مہر نہاد خدای تعالیٰ بر دلہای اولیای خود تا ساخت آن فضای باصفا کہ بحکم قلب المومن عرش اللہ تعالیٰ ... وعلیٰ سمعہم و بر گوشہای ایشان کہ دریچہ ہای شہرستان قلعۂ تنند تا از دخل کلمات لاطائل مسدود می مانند' وعلیٰ ابصارہم غشاوۃ و بر بصرہای ایشان پردہ است از سرادق عظمت و جلال و جلباب حسن لایزال کہ در تماشای آن بجمال ناسوت و ملکوت نظر نمی گمارند - ولہم عذاب عظیم و مر ایشان را ست شربتہای بزرگ در مزہ و حلاوت' انتہیٰ کلامہ' درین مقام ملا شاہ عذاب را

از عذب گرفتہ کہ بمعنی آب صاف شیریں آید" (مرآۃ الخیال ص ۱۲۰، نزہتہ الخواطر ص ۹، مجمع الغرائب، ج ۲، ص ۱۰۲۳)

طلاق، عدت، نکاح ثانی اور رضاعت سے متعلق آیات کی تفسیر میں ظاہر معنی کے ساتھ، اس کے باطن معنی جو بیان کئے ہیں، وہ بھی دلچسپی سے خالی نہیں۔ یعنی زوجین سے متعلق احکام کو ظاہر معنی کے طور پر بیان کیا ہے اور مرشد و مسترشد کے تعلقات کو باطن قرار دیا ہے، اور ہر آیت کے ضمن میں دونوں پہلوؤں سے وضاحت کا سلسلہ جاری رکھا ہے۔

قرآن کریم کے فارسی تراجم جو اس وقت ہمارے پاس موجود ہیں۔ ان کو سامنے رکھتے ہوئے ملا شاہ کے ترجمہ کا جائزہ لینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ہمارے سامنے اس وقت پہلا ترجمہ وہ ہے جو شیخ سعدی شیرازی (م ۶۹۱ھ - ۱۲۹۲ء) کی طرف منسوب ہے۔ دوسرا وہ ہے جو ملا حسین واعظ کاشفی (م ۹۱۰ھ - ۱۵۰۰ء) کی تفسیر حسینی سے ماخوذ ہے، اور تیسرا ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی (م ۱۱۷۶ھ - ۱۷۶۲ء) کا ہے۔

واذ قال ربك للملئكة اني جاعل في الارض خليفه ط قالوا اتجعل فيها من يفسد فيها ويسفك الدماء، ونحن نسبح بحمدك ونقدس لك ط قال اني اعلم مالا تعلمون ۞ ترجمہ منسوب بہ شیخ سعدی:

" ویاد کن چون گفت پروردگار تو، مر فرشتگان را کہ بدرستی من آفرینندہ ام، در زمین جانشینی را گفتند آیا می آفرینی در زمین کسی را کہ فساد کند در آن، و بریزد خونہا، و ما تسبیح می کنیم ترا بستایش و بپاکی یاد می کنیم ترا، گفت بدرستی من میدانم آنچہ شما نمی دانید" (پانچ ترجمہ والا قرآن مجید، اقبال پرنٹنگ ورکس دہلی)

ترجمہ ملا حسین واعظ کاشفی:

" ویاد کن چون گفت پروردگار تو، مر تمام فرشتگان را، بدرستی کہ من آفرینندہ ام، در زمین، بدلی، گفتند، آیا می آفرینی، در زمین، کسی را کہ فساد کند در زمین، و بریزد خون، و حال آنکہ ما بپاکی یاد کنیم ترا بامر تو، و ذکر می کنیم ترا بہ پاکیزگی، گفت خدای بدرستی کہ من می دانم، آنچہ شما نمی دانید

(تفسیر حسینی، مطبع احمدی)

ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی :-

"ویاد کن چون گفت پروردگار تو، بفرشتگان کہ من آفرینندہ ام در زمین خلیفہ، گفتند آیا می آفرینی در زمین کسی را کہ تباہی کند در وی، وخون ریزی کند، وما تسبیح می کنیم بحمد تو، وبپاکی اقرار می کنیم برای تو، فرمود ہر آئینہ میدانم آنچہ شما نمی دانید۔"

(پانچ ترجمہ والا قرآن مجید)

ترجمہ ملّا شاہ :-

"وقتی کہ گفت پروردگار تو، مر ملائکہ را بدرستی کہ من میگردانم در زمین بدلی، گفتند فرشتہا آیا خلق میکنی در زمین کسی را کہ فساد می کند در زمین و می ریزد خونہا، وحالانکہ ما بپاکی یاد می کنیم ترا بامر تو و ذکر می کنیم ترا بپاکیزگی، گفت خدای تعالیٰ بدرستی کہ من می دانم، آن چیزی را کہ نمی دانید شما آنرا۔"

ان میں سے دو ترجمے ملّا شاہ کے عہد سے قبل کے ہیں اور ایک ترجمہ ان کے بعد کا ہے۔ لیکن سلاست و روانی میں ان کا ترجمہ بھی دیگر تراجم کے ہم پلّہ ہے۔

نکات کے سلسلہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ مصطلحات سے بالعموم کام نہیں لیا ہے اور نہ فنی مسائل سے بحث کی ہے، بلکہ زبان سلیس اور اندازِ بیان سادہ ہے۔

بحیثیت مجموعی یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ اگر اس عام فہم تفسیر کے ساتھ یہ ترجمہ مکمل ہو جاتا تو قرآن مجید کے فارسی تراجم و تفاسیر میں ایک مفید اضافہ ہوتا۔

ملّا شاہ کا عربی کلام : کلیات ملّا شاہ کی تیسری جلد کے آخر میں "دیوان عربی" کے عنوان سے ملّا شاہ کا عربی کلام بھی شامل ہے۔ یہ دیوان ق ۲۶۸ (ب) تا ۲۷۷ (ب) یعنی ۱۰ اوراق پر مشتمل ہے، ابیات کی تعداد کم وبیش ۹۰۰ ہے۔

ملّا شاہ کا فارسی کلام جس معیار کا ہے، وہ بات عربی کلام میں نہیں۔ عربی شاعری میں بالعموم قصیدہ کی ہیئت استعمال ہوتی ہے، حماسہ و مراثی کا مضمون ہو یا ادب و نسیب کا موضوع ہر ایک کے لئے قصیدہ کا قالب کام آتا ہے۔ مثنوی، مثلث، مخمس یا ہیئت کے اعتبار سے کوئی دوسری صنف کم استعمال ہوتی ہے۔

ملا شاہ نے جدت طرازی سے کام لیا ہے کہ فارسی اصناف سخن کا تتبع کرتے ہوئے، قصیدہ، غزل، مثنوی اور رباعی کی ہیئت کا استعمال کیا ہے۔

ابتدا قصائد سے کی ہے۔ ۲۷ قصیدے تقریباً ۴ اوراق پر مشتمل ہیں۔ ہر قصیدہ کا پہلا شعر درج کیا جاتا ہے:

۱- اعتبارا تلک فی الکل لذادت دعها — عدمات تتجلی لک قمر فاد فعها
۲- ان قلت ما الخلاص عن حالة الخراب — فالذب بدل تحقق کالطین والتراب
۳- وجود القید فی الحب نجاة — ثبوت الموت فی العشق حیواة
۴- لیس للحرف حاصل الحادث — یحرق الحاصل هو الماکث
۵- قلت للناصح رفقا لم انت الرائث — انا فی عالم خیر بشهود الوارث
۶- بارک الله لمن کان له المعراج — وهو المیل الی حضرتنا الا قراج
۷- لون المریض عشقا دال علیه حالا — الحال ما تبین لو یکتم الصریح
۸- مضی زمانک مامن مقید التشیخ — لقی عنانک فی قبض من له التوبیخ
۹- صدیق خضر فی ایت الوضوء بالتجدید — تواضعا فخذ الاسم حضرة التوحید
۱۰- عرفت ربی من ربی اننی التلمیذ — له تعالی خاصا اخص بالتاخید
۱۱- ورأی العین ما رئی الاغیار — ثانی اثنین اذ هما فی الغار
۱۲- الاترون بالاسفار یا اولی الاقطار — قطارکم کقطار الحمار فی الاسفار
۱۳- قلبنا الیوم انجلی من جلوة شمس الشموس — ایها العقال لا تغفلن من عکس العکوس
۱۴- ارتیب فی طلب الله بالطریق الخاص — طریق خاص الی الله ما سوی الاخلاص
۱۵- ولا تقول لکا تدع لنا التفویض — لعل انک لا تلتقی لنا بنقیض
۱۶- وما سعیت بفرط الجهاد والتفریط — هما التمام حرامان فاسع بالتسقیط
۱۷- عینا عن طرف المشرق طار الطالع — عالم الغیب به صار علینا اللامع
۱۸- یقنیکا لک یجعل عن للطلب فارغ — صلوٰة اهل یقین عکس شرع للبالغ
۱۹- تجی لنا بطریق الکلام نفس حرف — ولا تجی لنا و انت آدم مالوف

۲۰- نقوم مسجد ھی ونسجد فی الطاق | بہ العلیم علیم بعالم الاطلاق
۲۱- ولاسواک بین التراب والافلاک | ظہورکا ھو فی الکل ولا الہ سواک
۲۲- بوصول لمطلب نحن لک الدلال | نحن دلائل لکاقانت لہ الملال
۲۳- لو تلدا مک الک نفسک مالم یعلم | نفسک الحق لک العلم بہ وقع تندم
۲۴- نور اللہ بنورکا ھو اتی بالنون | قلبنا بالقلم لفظا ھو موزون
۲۵- غفلۃ مسجد ھم للصلواۃ قاموا | لقیام الغفلۃ لیس لھم اصل وضو
۲۶- رأیت اللہ فی الکل لا الہ سواہ | بحق اشھد ان لا الہ الا اللہ
۲۷- حکایۃ ھی موقوفۃ بفہم زکی | وفی الزکی نظر ما الطمع لطبع الدنی

اس کے بعد غزلیات کا عنوان ہے مشتمل برق ۲۷۱ (ب) ــ ۲۷۳ (ب):-

پہلا شعر :- حمدت حمد اللہ کان منیارا | صدور ادم فیھا القلوب طیارا

آخری " :- شکرت للہ یا شاہ صاحب العالم | وتمت الغزلیات کانت العربی

غزلیات کے بعد رباعی کا عنوان ہے (ق ۲۷۳ (ب) ــ ۲۷۵ (الف)

پہلی رباعی فی الحمد: الحمد لمن علینا طلبا | اعطی طلبا رأیت حالا عجبا
آتی بسلوکہ لنا بعد طلب | من بعد سلوکہ وجد ناطربا

ہر رباعی کا ایک عنوان مقرر کیا ہے، جیسے: فی النعت ، فی التقویٰ، فی تعریف العارف، وغیرہ ، آخری رباعی یہ ہے :

لا مادۃ فی العلم العربی | علم العربی یاتینی فی طلبی
لا اعلم بل اعلم لوکان العلم | قد کان حجاب فیضنا بو العجبی

سب سے آخر میں " دیوانچۂ مثنوی " ہے۔ پہلی مثنوی کا ابتدائی شعر یہ ہے :

بسم اللہ النور والضیاء | الحمد اللہ الکبریاء
المدح لاحمد امی لقب | منقبتی صحبۃ اہل الطرب

مثنویاں فارسی مثنویوں کی بحر پر لکھی گئی ہیں، سرنامہ پر اس کی نشاندہی کرتے گئے ہیں۔ دوسری

مثنوی" فی بحر الحدیقه" کا پہلا شعر:

فیک مطلوب منک فتح الباب   فی ید الله مطلب الطلاب

تیسری مثنوی" فی بحر المثنوی المعنوی" پہلا شعر:

قلت لک یا صاحبی یا صاحبا   ھل تقول فی جوابی عبد منا

چوتھی مثنوی" فی بحر شاھنامہ" پہلا شعر:

لنا منک داء و منک الدواء   بحق الدوا طالنا عمرنا

پانچواں مثنوی" فی بحر یوسف زلیخا" پہلا شعر:

الٰھی انت مختار علینا   و ما من اختیارات لدینا

چھٹی مثنوی" فی بحر سبحۃ الابرار" پہلا شعر:

لله الحمد اتینا بلقا   یلقاؤ ھولنا عین بقا

آخری مثنوی "خاتمہ" کے عنوان سے ہے، پہلا شعر:

شاھنا لیس مکانہ بالله   لیس لہ صوت و قلنا یا شاہ

آخری شعر یہ ہے:

اقرأہ کل صباح و مساء   اقلہ و اجعل رأس الرد ساہ

مُلّا شاہ کے عربی کلام کی زبان تو عربی ہے، لیکن اسلوب بیان اور تراکیب بالکلیہ فارسی ہیں۔ بحریں بھی وہی استعمال کی ہیں، جو فارسی میں مستعمل ہیں، اشعار کا موضوع بیشتر تصوف ہے۔ لیکن بعض اشعار عروضی اور نحوی قواعد سے آزاد ہیں اور بعض اشعار کے مفہوم تک پہنچنا دشوار ہے۔ چند اشعار نقل کیے جاتے ہیں:۔

یقینکا لک یجعل عن الطلب فالغ   صلوٰۃ اھل یقین عکس شرع للبالغ

اس شعر میں عکس شرع سے مراد عرش ہے، یعنی اہل یقین کی نماز عرش پر پہنچ کر ہوتی ہے۔

اسی غزل" کا دوسرا شعر بھی فارسی لہجہ میں پڑھا جائے گا:

صفاء قلب عن اللون اولًا لابد   و فی الاخیر تعریفہ کن الصائغ

مزید چند شعر پیش خدمت ہیں:

دواء عشقک لو کان فی بساط الارض   لکنت فی طلبہ کالسماء دیّار

عم هم یتسئلون متفقون عن بناهم وفیه مختلفون
ورأی العین ما رأی الاغیار ثانی اثنین اذ هما فی الغار

قصائد، غزلیات، رباعیات کی تقسیم کے باوجود مضمون اور انداز بیان میں یکسانیت ہے، تقریباً سارا کلام ان کے صوفیانہ خیالات اور نصائح پر مشتمل ہے۔

دیوان عربی کا کوئی دوسرا نسخہ سامنے نہیں ہے، اس لیے متن کی صحیح قرأت دشوار ہے، اور یہ فیصلہ کرنا ممکن نہیں کہ اغلاط میں ناقل کی عنایتوں کا کتنا دخل ہے اور نقل مطابق اصل کس قدر ہے، اسی بنا پر متن کی تصحیح سے صرف نظر کرتے ہوئے، اشعار اصل کے مطابق نقل کر دیے گئے ہیں۔

کلیات ملا شاہ کی ہر سہ مجلدات کے مضامین کی تفصیلات کے لئے دیکھیں:

(۱) لائبریری کیٹلاگ ج ۳ ص ۱۲-۱۴ (۲) تاثیر معنوی ایران در پاکستان حالات و تصنیفات کے لئے مزید حوالے: (۳) صاحبیہ (۴) سکینۃ الاولیاء ص ۱۵۲ (۵) عمل صالح ج ۳ ص ۳۶۶ (۶) بادشاہ نامہ ج ۱، ص ۳۳۱ (۷) ریاض الشعرا ق ۱۱۴ (۸) مرآۃ الخیال ص ۱۲۹ (۹) دبستان ج ۲، ص ۲۸۴ (۱۰) خزینۃ الاصفیاء ص ۱۷۲ (۱۱) نگارستان سخن ص ۴۴ (۱۲) صبح گلشن ص ۴۴۴ (۱۳) روز روشن ص ۴۰۷ (۱۴) مخزن الغرائب ج ۲، ص ۱۰۲۵ (۱۵) تذکرہ حسینی ق ۱۰۶-۱۰۷ (۱۶) اسپرنگر اودھ کیٹلاگ ص ۱۲۸ (۱۷) سی اے اسٹوری ج ۱، حصہ ۲، ص ۹۹۸-۱۰۰۹ (۱۸) برلن کیٹلاگ نمبر ۹۴۶ (۱۹) برٹش میوزیم کیٹلاگ ج ۲، ص ۶۹۰ (۲۰) انڈیا آفس کیٹلاگ نمبر ۱۵۸۰ (۲۱) ریحانۃ الادب ج ۵، ص ۳۸۲-۳۸۳ (۲۲) پنجاب یونیورسٹی کیٹلاگ ج ۱، حصہ ۲، ص ۳۵۷-۳۵۸ (۲۳) نزہۃ الخواطر ج ۵، ص ۱۶۴-۱۶۵

●●

حکیم سید ظل الرحمٰن
صدر شعبۂ علم الادویہ اجمل خاں طبیہ کالج مسلم یونیورسٹی

مطبوعات ابن سینا

مختلف موضوعات سے متعلق ابن سینا کی تصانیف مشرق و مغرب میں کثرت سے طبع ہوئی ہیں۔ اصل متن کے علاوہ ان کے تراجم کی اشاعتوں کی تعداد بھی کم نہیں ہے۔ ان میں سے بعض ترجموں کا تعلق مکمل کتاب یا جزوی حصوں سے ہے۔ تراجم یا شروح و حواشی سے قطع نظر یہاں صرف اس کی مطبوعہ تصانیف سے واقفیت د آگاہی مقصود ہے:

(الف) فلسفہ و طبیعیات سے متعلق ابن سینا کے رسائل کا ایک مجموعہ ۱۲۹۸ھ/۱۸۸۰ء میں قسطنطنیہ سے طبع ہوا۔ اس میں درج ذیل ۹ رسائل شامل ہیں:

(۱) الطبیعیات من عیون الحکمۃ (۲) رسالۃ فی اجرام العلویۃ (۳) رسالۃ فی القوی الانسانیۃ و ادراکاتہا۔ (۴) رسالۃ فی الحدود (۵) رسالۃ فی اقسام العلوم العقلیۃ (۶) رسالۃ فی اثبات النبوۃ و تاویل رموزہم و امثالہم (۷) رسالۃ النیروزیۃ فی معانی الحروف الہجائیۃ (۸) رسالۃ فی العہد (۹) رسالۃ فی علم الاخلاق۔

اس کے آخر میں قصہ سلامان و ابسال جسے حنین بن اسحاق نے یونانی سے عربی میں ترجمہ کیا تھا شائع ہوا ہے۔ یہ مجموعہ ۱۳۱۸ھ/۱۹۰۰ء میں بمبئی سے اور ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں قاہرہ سے بھی طبع ہوا ہے لیکن ان اشاعتوں کے آخر میں قصہ سلامان و ابسال شامل نہیں ہے۔

(ب) دائرۃ المعارف حیدرآباد سے "مجموعہ رسائل الشیخ الرئیس" کے نام سے ۱۳۵۴ھ/۱۹۳۵ء میں ایک مجموعہ طبع ہوا ہے جو سات رسائل پر مشتمل ہے: (۱) رسالۃ الفعل والانفعال فی تاثیر القوی الجسمانیۃ (۲) رسالۃ فی ذکر اسباب الرعد۔ (۳) رسالۃ فی سر القدر (۴) رسالۃ العرشیۃ فی التوحید (۵) رسالۃ فی السعادۃ (۶) رسالۃ فی البحث علی الذکر رسالۃ الذکرہ (۷) رسالۃ فی الموسیقی۔

(ج) سات رسائل کا ایک مجموعہ بعنوان "مجموعۃ الرسائل" ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں قاہرہ سے طبع ہوا: (۱) علم الاخلاق (۲) رسالۃ العہد (۳) القوی الانسانیۃ و ادراکاتہا (۴) اقسام العلوم العقلیۃ (۵) رسالۃ فی السر القدر (۶) رسالۃ المبدأ والمعاد (۷) بیان الجواہر النفیس۔

(د) ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں قاہرہ سے "جامع البدائع" کے نام سے ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس میں ابن سینا کے بارہ[12] رسالے حسب ذیل ہیں: (۱) رسالۃ الصلوٰۃ (۲) رسالۃ فی تفسیر الصمدیۃ (۳) رسالۃ فی تفسیر المعوذۃ الاولیٰ (۴) رسالۃ فی تفسیر المعوذۃ الثانیۃ (۵) رسالۃ تتضمن سوال الشیخ ابی سعید بن ابی الخیر من الشیخ الرئیس ابن سینا۔ (ان سوالات کا تعلق اجابت دعا، کیفیت زیارت اور اس کی حقیقت و تاثیر سے ہے جن کا شیخ الرئیس نے جواب دیا ہے) (۶) رسالۃ فی الشفاء من خوف الموت

(۷) رسالۃ فی القضا والقدر (۸) رسالۃ فی العشق - (۹) رسالۃ حی بن یقظان (۱۰) رسالۃ الطیر (۱۱) رسالۃ اجوبۃ الشیخ الرئیس عن مسائل ابی الریحان البیرونی (ستۃ عشر مسألۃ) (۱۲) رسالۃ جواب الشیخ الرئیس علی سوال ابی الحسین احمد السہلی عن علۃ قیام الارض فی وسط السماء -

(ھ) ابن سینا کے رسائل تصوف پر مشتمل لیڈن سے چار جلدوں میں ایک مجموعہ شائع ہوا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے:
جلد اوّل :- رسالۃ حی بن یقظان لیڈن ۱۸۸۹ء - جلد دوم : الانماط الثلاث الآخرۃ من الاشارات و التنبیہات مع شرح مختار من کتاب حل مشکلات الاشارات والتنبیہات لنصیر الدین طوسی وتتلوھا رسالۃ الطیر - لیڈن ۱۸۹۱ء
جلد سوم : رسالۃ فی العشق - رسالۃ فی ماہیۃ الصلوٰۃ - کتاب فی معنی الزیارۃ وکیفیۃ تاثیرہا - رسالۃ فی دفع الغم من الموت - لیڈن ۱۸۹۴ء - جلد چہارم : رسالۃ فی القدر، لیڈن ۱۸۹۹ء

(و) حاشیہ شرح ہدایۃ اثیریہ ملا صدرا مطبوعہ تہران ۱۳۱۳ھ میں ابن سینا کے درج ذیل ۱۳ رسالے طبع ہوئے ہیں : (۱) اسئلۃ الشیخ ابی سعید بن ابی الخیر عن الشیخ الرئیس مع اجوبتھا (۲) تفسیر آیۃ الدخان (۳) تفسیر سورۃ التوحید (۴) تفسیر سورۃ الفلق (۵) تفسیر سورۃ الناس (۶) اسئلۃ بہمن یار عن الشیخ مع اجوبتھا (۷) رسالۃ فی معرفۃ الاشیاء (۸) رسالۃ فی سر القدر فی جواب سوال بعض الناس (۹) رسالۃ فی الاخلاق (۱۰) رسالۃ فی العہد (۱۱) رسالۃ فی القوی الانسانیۃ (۱۲) رسالۃ فی السحر والطلسمات وغیرہا وبیان حقیقۃ کل واحد منہا (۱۳) مسائل اربعۃ من تصانیف الشیخ الرئیس فی امر المعاد -

(ز) کتاب کنوز الفوائد، مؤلفہ ملا عباس علی قزوینی مطبوعہ تہران ۱۳۰۸ شمسی میں ابن سینا کے تین رسالے طبع ہوئے ہیں : (۱) تفسیر فواتح السور (۲) کلام فی الخلو والحث علی تصفیۃ الباطن (۳) سوالات عشر -

(ح) استنبول سے ۱۹۳۷ء میں لاطینی خط میں ایک مجموعہ "بیوک ترک فیلوزوف وطب استادی ابن سینا تحقیقی واثر بری حقدہ تدقیق لر" کے نام سے عربی متن و ترکی ترجمہ کے ساتھ طبع ہوا ہے۔ اس میں ۳ رسالے ہیں : (۱) رسالۃ حی بن یقظان (۲) کتب الشیخ الرئیس ابو علی بن سینا الی الشریف ابی الحسین علی بن ابی الحسین (مقالۃ تشتمل علی احکام الادویۃ القلبیۃ)، (۳) رسالۃ فی ماہیۃ الحزن واسبابہ -

(ط) کتاب "ارسطو عند العرب" مؤلفہ عبدالرحمٰن بدوی، مطبوعہ قاہرہ ۱۹۴۷ء حصہ اوّل) میں ابن سینا کے درج ذیل رسالے چھپے ہیں : (۱) شرح حرف اللام (۲) شرح کتاب اثولوجیا المنسوب الی ارسطو (۳) تعلیقات علی حواشی کتاب النفس لارسطو (۴) کتاب المباحثات (۵) رسائل خاصۃ لابن سینا (۶) رسالۃ العہد، لنفسہ — ان مجموعوں کے علاوہ علٰحدہ طبع ہونے والی کتابوں کی تفصیل یہ ہے :

۱ - الاشارات والتنبیہات ، - پہلی مرتبہ ۱۸۹۱ء میں میخائیل بن یحییٰ کی سعی سے لندن سے اور دوسری

مرتبہ تین جلدوں میں ۱۹۴۸ء میں قاہرہ سے طبع ہوئی۔ ڈاکٹر احسان یار شاطر نے ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء میں تہران سے اس کا فارسی ترجمہ شائع کیا۔ اس سے پہلے اشارات کا ایک فارسی ترجمہ تہران سے ۱۳۱۶ شمسی میں چھپ چکا تھا۔

(۲) **الشفا** : الفن الاوّل من الطبیعیات، الفن الثالث عشر من الالٰہیات درحاشیہ ملا صدرا و جمال خوانساری مطبوعہ تہران ۱۳۰۳ھ/۱۸۸۵ء۔ الشفا۔ المدخل۔ الاب قنواتی، محمود الخضیری مطبوعہ قاہرہ ۱۹۵۲ء

(۳) **النجاۃ** : (مختصر الشفا) پہلی مرتبہ قانون کے ذیل میں ۱۵۹۳ء میں روم سے طبع ہوئی۔ اشاعت قاہرہ ۱۳۳۱ھ/۱۹۱۳ء و ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء۔ لاطینی ترجمہ مطبوعہ ۱۹۲۶ء۔ تتمہ النجاۃ کا فارسی ترجمہ حسین احمد تربیت، محمد عاصمی، کمال علینی مطبوعہ روس ۱۹۸۰ء۔ (۴) **اسباب حدوث الحروف** : محی الدین خطیب مطبع مؤیّد قاہرہ ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء و ڈاکٹر پرویز ناتل خانلری دانش گاہ تہران ۱۳۳۳ شمسی۔ (۵) **الحکمۃ المشرقیہ** : ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء میں منطق المشرقیین والقصیدۃ المزدوجۃ فی المنطق کے ساتھ مصر سے طبع ہوئی۔ (۶) **الارجوزۃ فی الطب یا الارجوزۃ السینائیۃ باشرح ابن رشد** : مطبوعہ لکھنؤ ۱۲۶۱ھ/۱۸۴۵ء۔ اس سے قبل کلکتہ سے یہ ۱۸۲۹ء میں طبع ہوا ہے۔ حکیم عبدالعزیز بٹالوی نے جواہر النفیس فی شرح ارجوزۃ الشیخ الرئیس کے نام سے اس کا اردو ترجمہ مع شرح کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ (۷) **الارجوزۃ فی المنطق یا الزر المنطقی یا میزان النظر یا القصیدۃ المزدوجۃ یا القصیدۃ المعرفۃ** : مطبوعہ بون ۱۸۳۶ء و در ضمیمہ منطق المشرقیۃ مطبوعہ مصر ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء۔

(۸) **ابطال احکام النجوم** : مطبوعہ بلجیم ۱۸۵۵ء۔ (۹) **الادویۃ القلبیۃ** : مطبوعہ استنبول ۱۹۳۷ء۔ مطبوعہ تاشقند ۱۹۶۶ء مع متن عربی و ترجمہ ازبکستانی۔ اردو ترجمہ شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی مطبوعہ ایران سوسائٹی کلکتہ ۱۹۵۶ء، انگریزی ترجمہ ہمدرد فاؤنڈیشن کراچی ۱۹۸۲ء۔ (۱۰) **اسرار الصلوٰۃ** : مطبوعہ تہران ۱۳۰۵ھ/۱۸۸۷ء درحاشیہ شرح اشارات نصیر الدین طوسی۔ (۱۱) **السیاسۃ** معلوف الیسوعی بیروت ۱۹۰۶ء باردوم ۱۹۱۱ء۔ (۱۲) **اقسام الحکمۃ** : لکھنؤ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۱ء، دہلی ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء۔ (۱۳) **پنج رسالہ** فارسی و عربی مرتبہ ڈاکٹر احسان یار شاطر، مطبوعہ تہران ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء (۱۴) **ترجمہ رسائل ابن سینا** فارسی : ضیاء الدین مطبوعہ تہران ۱۳۱۸ شمسی۔ (۱۵) **تدابیر المنزل والسیاسات الاہلیۃ** : مطبوعہ بغداد ۱۳۴۷ھ/۱۹۲۹ء؛ جلد ۹ مجلہ مشرق بیروت ۱۹۰۶ء۔ باردوم بیروت ۱۹۱۱ء با شرح فرانسیسی تحت عنوان فلاسفۃ العرب القدماء (۱۶) **تفسیر سورۃ اخلاص والفلق** : مطبوعہ قاہرہ (در جامع البدائع) و مطبوعہ دہلی ۱۳۱۱ھ/۱۸۹۴ء۔ (۱۷) **تفسیر سورۃ توحید**، در مجموعہ جامع البدائع قاہرہ ۱۹۱۷ء و درحاشیہ شرح ہدایۃ اثیریۃ مطبوعہ تہران۔ (۱۸) **تفسیر سبّح اسم** : در مجموعہ جامع البدائع قاہرہ و درحاشیہ شرح ہدایۃ اثیریۃ تہران ۱۳۱۳ھ/۱۸۹۵ء و دہلی ۱۸۹۴ء۔ (۱۹) **تفسیر ثم استوی الی السماء** : مطبوعہ تہران ۱۳۱۳ھ۔ درحاشیہ شرح ہدایۃ اثیریۃ۔ (۲۰) **دانش نامہ علائی منطق**، ڈاکٹر محمد معین و سید محمد مشکوٰۃ، انجمن آثار ملی تہران ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۱ء (۲۱) **دانش علائی طبیعیات** : سید محمد مشکوٰۃ

۱۳۳۱ ہجری شمسی / ۱۳۷۱ھ ہجری قمری۔ (۲۲) دانش نامہ علائی ریاضیات: مجتبیٰ مینوی ۱۳۳۱ شمسی / ۱۳۷۱ھ۔
(۲۳) دانش نامہ علائی "الٰہیات": ڈاکٹر محمد معین مطبوعہ تہران۔ دانشنامہ علائی تصحیح و حاشیہ احمد خراسانی تہران
۱۳۱۵ شمسی۔ فارسی ترجمہ مایۂ دانش علائی مشہور بحکمت علائی (دو جلد) مطبوعہ حیدرآباد ۱۳۰۹ھ / ۱۸۹۱ء۔ (۲۴)
دفع المضار الکلیۃ عن الابدان الانسانیۃ (کتاب التدارک لانواع خطاء التدبیر) مطبع بولاق قاہرہ سے ۱۳۰۵ھ /
۱۸۸۷ء میں محمد بن زکریا رازی کی کتاب "منافع الاغذیہ و دفع مضارہا" کے حاشیہ پر طبع ہوئی ہے۔ ترجمہ فارسی بنام
موجز عظیم النفع ترجمہ تدارک الخطا شیخ حسین انصاری المخاطب بہ حاذق خان مطبع مجتبائی دہلی ۱۳۱۰ھ / ۱۸۹۲ء۔
ترجمہ لاطینی (Alpagus) ۱۵۴۷ء۔ (۲۵) دفع الہم عند وقوع الموت یا الشفاء من خوف الموت: مطبوعہ
لیڈن ۱۸۹۹ء۔ مطبوعہ قاہرہ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۶ء مطبوعہ بیروت ۱۹۱۱ء باشرح فرانسیسی۔ (۲۶) رسالۃ الانجویۃ:
شیخ سلیمان دنیا قاہرہ ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء۔ اس کا ایک عمدہ تنقیدی متن اکبر باغبان فردوسی اور کمال عینی کی کوشش سے
۱۹۸۰ء میں روس سے طبع ہوا۔ (۲۷) رسالۃ الصلوٰۃ وماہیتہا: باشرح فرانسیسی لیڈن ۱۸۹۴ء۔ تہران ۱۳۱۵ شمسی و
قاہرہ ۱۳۳۵ھ / ۱۹۱۷ء و در مجموعہ جامع البدائع۔ (۲۸) رسالۃ الطیر: در جامع البدائع قاہرہ و جلد چہارم مجلہ المشرق بیروت
۱۹۰۱ء و در ضمن رسائل شیخ شہاب الدین سہروردی مطبوعہ لیزگ شرح رسالۃ الطیر عمر بن سہلان مطبوعہ ۱۹۳۵ء
(۲۹) رسالۃ المعاد: آقای شہابی مطبوعہ تہران۔ (۳۰) رسالۃ النیروزیۃ: در تفسیر طلاسم امطبوعہ تہران ۱۳۲۰ھ /
۱۹۰۲ء و مطبوعہ شیراز ۱۳۳۱ھ / ۱۹۱۲ء۔ (۳۱) رسالہ تشریح الاعضاء (منسوب بہ ابن سینا) ڈاکٹر غلام حسین صدیقی
مطبوعہ تہران۔ (۳۲) رسالہ جودیہ: محمود نجم آبادی ۱۳۷۰ھ / ۱۹۵۰ء۔ اُردو ترجمہ مع متن مقدمہ و حواشی حکیم سید
ظل الرحمٰن مطبوعہ علی گڑھ ۱۹۷۱ء۔ (۳۳) رسالہ حی بن یقظان: پروفیسر ہنری کربن۔ مطبوعہ مصر ۱۲۹۹ھ / ۱۸۸۱ء
(۳۴) رسالہ در حقیقت وکیفیت سلسلہ موجودات و تسلسل اسباب و مسببات: موسیٰ عمید تہران ۱۳۳۱ شمسی / ۱۳۷۱
ہجری قمری (۳۵) رسالہ سکنجبین: ترجمہ لاطینی Alpagus ۱۵۴۷ء۔ عربی متن و اُردو ترجمہ حکیم تبارک کریم
تحصیلی کلکتہ ۱۳۹۱ھ / ۱۹۷۱ء (۳۶) رسالہ عشق: سید محمد مشکوٰۃ تہران ۱۳۲۰ شمسی۔ ترجمہ رسالہ عشق ضیاء الدین
دری مطبوعہ تہران ۱۳۱۸ شمسی۔ باشرح فرانسیسی میخائیل بن یحییٰ مہرنی مطبوعہ لیڈن ۱۸۹۹ء و مطبوعہ قاہرہ ۱۳۳۵ھ /
۱۹۱۷ء (۳۷) رسالہ قراضہ طبیعیات (منسوب بابن سینا) غلام حسین صدیقی تہران ۱۳۷۳ھ / ۱۹۵۳ء (۳۸)
رسالہ کنوز المعزمین فارسی: جلال الدین ہمائی ۱۳۳۱ شمسی / ۱۳۷۱ھ (۳۹) رسالہ معیار العقول در علم جر ثقیل
مطبوعہ لکھنؤ و جلال الدین ہمائی مطبوعہ تہران ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء۔ (۴۰) رسالہ نبض: (رسالہ رگ شناسی) مطبوعہ
تہران ۱۳۱۷ شمسی بار دوم سید محمد مشکوٰۃ تہران ۱۳۲۹ شمسی۔ (۴۱) رسالہ نفس: موسیٰ عمید تہران ۱۳۷۱ھ / ۱۹۵۱ء۔
(۴۲) رسالہ فی معرفۃ النفس الناطقۃ واحوالہا۔ مطبع الاعتماد قاہرہ (۴۳) رسالہ فی الہندباء (کاسنی)

سہیل انور آستانہ ترکی (۴۴) **رویۃ الکواکب باللیل لا بالنہار** (انگریزی) : ڈاکٹر سہیل انور
مطبوعہ امریکا ۱۹۴۶ء (۴۵) **زیج الرمل** : مطبوعہ دہلی ۱۲۹۲ھ/۱۸۷۵ء (۴۶) **شرح کتاب النفس**
لارسطو یا رسالہ نفس ۔ یہ رسالہ افضل الدین کاشانی کے نام سے منسوب رہا اور اسی کے نام سے ۱۳۱۶ھ
میں تہران سے طبع ہوا۔ (۴۷) **شفاء الاسقام فی علم الحروف والارقام** (منسوب بہ ابن سینا) مطبوعہ مصر
۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء۔ (۴۸) **ظفر نامہ** : (منسوب بہ ابن سینا) غلام حسین صدیقی، استاد
دانش گاہ تہران (۴۹) **عیون الحکمۃ** : ایک مرتبہ ہندوستان اور ایک مرتبہ قاہرہ سے طبع ہونے
کے علاوہ مجتبیٰ مینوی استاد دانش گاہ تہران نے ۱۳۱۳ شمسی میں اسے خاص اہتمام سے شائع کرایا۔
(۵۰) **قصیدۃ العینیۃ الروحیۃ** مع کتاب بوذاسف و بلوہر مطبوعہ بمبئی ۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء۔ یہ قصیدہ مع
ترجمہ ترکی مصطفیٰ کامل استنبول سے ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء میں طبع ہوا ہے۔ اس سے قبل قاہرہ میں ۱۲۸۸ھ/۱۸۷۱ء
میں بھی چھپ چکا تھا۔ رسالہ عینیۃ فی النفس مع شرح بعنوان "الروح الخالدہ" علی نصوم الطاہر کی کوشش سے
مطبع الجیش العربی الاردنی سے ۱۹۶۰ء میں شائع ہوا ہے۔ (۵۱) **قصیدہ فی مایحدث من الامور والاحوال** :
عیون الانباء ابن ابی اصیبعہ مطبوعہ قاہرہ میں طبع ہوا ہے۔ (۵۲) **مابعد الطبیعیات** : لاطینی ترجمہ وینس اڈیشن
۱۴۹۵ - لووین ۱۹۶۱ء (۵۳) **معراج نامہ** : بہمن کریمی مطبوعہ تہران ۱۳۱۲ شمسی بار دوم غلام حسین صدیقی
مطبوعہ تہران (۵۴) **ہدیۃ الرئیس للامیر نوح بن منصور سامانی وھی تبحث عن القوی الانسانیۃ** مطبوعہ قاہرہ
۱۳۲۵ھ/۱۹۰۷ء (مقالہ فی النفس یا مبحث فی القوی الانسانیۃ، یا کتاب النفس یا (عشرۃ الفصول) بار دیگر مطبوعہ
قاہرہ ۱۳۲۸ھ/۱۹۱۰ء۔ یہ غالباً وہی رسالہ ہے جسے موسیٰ عمید نے ۱۹۵۱ء میں شائع کیا ہے۔ (۵۵) **القانون
فی الطب** : مکمل قانون کے علاوہ اس کے جزوی حصوں بالخصوص کلیاتی حصہ کی کثرت سے اشاعت ہوئی ہے۔
مکمل قانون اور اس کے بعض اہم تراجم کی اشاعتیں درج ذیل ہیں :— اصل عربی متن مطبوعہ روم ۱۵۹۳ء و
۱۵۹۵ء مطبوعہ تہران ۱۲۸۴ھ/۱۸۶۷ء، مطبوعہ قاہرہ ۱۲۹۰ھ/۱۸۷۳ء مطبوعہ بولاق ۱۲۹۴ھ/۱۸۷۷ء،
مطبوعہ تہران ۱۲۹۵ھ/۱۸۷۸ء لکھنؤ ۱۳۰۷ھ/۱۸۸۹ء و ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء مطبوعہ لاہور ۱۹۰۵ء۔
ترجمہ لاطینی جیرارڈ کریمونا ۱۴۷۳ء میں پہلی بار MILANO میں طبع ہوا۔ اس کے بعد ۱۵ ویں صدی سے قبل
۱۵ مرتبہ شائع ہوا۔ بعد میں ۱۵۲۷ء میں ALPAGUS کا ترجمہ سامنے آیا جس کے بعد اس نئے ترجمہ کے متعدد
اڈیشن نکلے۔ ان میں سے ۱۵۹۵ء اور ۱۶۰۸ء کی اشاعتیں ڈاکٹر او سی گرونر کے انگریزی ترجمہ کلیات

قانون کے دوران پیش نظر رہیں۔ پانچوں جلدوں کا نیا لاطینی ترجمہ S. VAN RIET کا ۱۹۶۸ء
میں لووین لیڈن سے طبع ہوا ہے۔ ALPAGUS مکمل قانون کے لاطینی ترجمہ مطبوعہ ۱۵۵۶ء کی
تازہ اشاعت ۱۹۷۶ء تہران سے عمل میں آئی ہے۔ ترجمہ عبرانی مطبوعہ نیپلز ۱۴۹۱-۲ اور ترجمہ فارسی سید حسین
موسوی مطبوعہ تہران ۱۳۴۱ھ/۱۹۲۲ء۔ ترجمہ ازبکستانی مطبوعہ تاشقند ۱۹۵۴ء (پانچ حصوں کا یہ
ترجمہ ۳ جلدوں میں چھپا ہے)۔ ترجمہ اردو حکیم غلام حسنین کنتوری مطبوعہ نول کشور لکھنؤ جلد اول
۱۸۳۶ء جلد دوم (؟) ۱۸ء جلد سوم ۱۹۰۰ء جلد چہارم ۱۸۸۶ء جلد پنجم ۱۸۸۷ء پہلی مرتبہ چھپی۔
بعد میں ان کی متعدد اشاعتیں نکلیں۔ ترجمہ انگریزی جلد اول کلیات قانون ڈاکٹر او سی گرونر، مطبوعہ لندن
۱۹۳۰۔ ترجمہ انگریزی جلد اول کلیات قانون ڈاکٹر د شاہ مطبوعہ کراچی ۱۹۶۶ء۔ قانون جلد اول
کا قابل قدر تحقیقی متن ادارہ تاریخ و تحقیق طب (ہمدرد) نئی دہلی سے ۱۹۸۲ء میں طبع ہوا ہے۔

••

حافظ رضوان اللہ آروی

حضرت نصرؔ پھلواروی

(۱۲۴۹ھ —— ۱۲۹۵ھ)

۲۵ رمضان المبارک ۱۲۴۹ھ کو علوم و عرفان کی پھلواری میں کھلنے والا پھول، علم ظاہری میں شانِ فرد الاولیاء کا حامل تصوّف میں ان کا جانشین اور ادب و شاعری میں ان کے آئینۂ کمالات کا کامل ترین پرتو تھا۔ غرضیکہ حضرت نصرؔ نے گویا اپنی ذات کو اپنے والد ماجد کی ذات میں فنا کر دیا۔ جس کی وجہ سے آگے چل کر خود آپ کے اندر بھی شانِ فردیت نمایاں ہوئی۔ فنائیت کا یہی وہ مقام تھا جس نے بیانگ دہل آپ سے یہ شعر کہلوایا کہ :

اے نصرؔ چو گم بذاتِ فردم   من نیز چو فرد بے مثالم

علوم ظاہری کی ابتدا آپ نے اپنے والد ماجد سے کی۔ لیکن تکمیل آپ کے چھوٹے چچا مولوی شاہ حسین کے ہاتھوں انجام پذیر ہوئی۔ درمیان میں آپ کے معلّم آپ کے برادرِ کلاں شاہ نور العینؒ اور منجھلے چچا حضرت ابو تراب آشنا بھی رہے۔ فنِ حدیث پر عبور حاصل کرنے کے لئے آپ نے شاہ آل احمد پھلواروی مہاجر مدنیؒ کو بلوایا جو بحرِ حدیث کے کہنہ مشق شناور تھے۔ اس اعزاز میں حضرت نصرؔ کا کوئی ثانی نہیں۔

۱۲۶۳ھ میں آپ نے اپنے والد ماجد کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور اسی وقت جمیع سلاسل کی اجازت و خلافت سے مشرف ہوئے۔ لیکن آپ کی باطنی تعلیم و تکمیل حضرت ابو تراب قدس سرّہٗ کے ذریعہ ہوئی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت نصرؔ خود کو حضرت ابو ترابؒ کا "فرزند متبنّٰی" کہتے تھے (دیکھئے تاریخ حبیب الہ ص ۱۹)۔ اپنے بڑے بھائی شاہ نور العینؒ کے وصال فرما جانے کے بعد ۲۹ ربیع الثانی ۱۲۶۸ھ کو حضرت نصرؔ مسندِ رُشد و ہدایت پر جلوہ نما ہوئے۔ ۲۷ سال تک آپ کی ذاتِ قدسی صفات علوم و عرفان کے تشنہ کاموں کی پیاس بجھاتی رہی۔ بالآخر ۲۷ ربیع الاوّل ۱۲۹۵ھ کو ۴۶ سال کی عمر میں آپ نے داعیِ اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مزار باغ مجیبی پھلواری شریف میں ہنوز زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

حضرت نصرؔ نے اپنے پیچھے شعری کارنامے کے علاوہ نثری آثار بھی چھوڑے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے

کہ بہت مختصر لفظوں میں ان کا تعارف کرا دیا جائے۔

(۱) **نعمتِ عظمیٰ** : یہ حضرت کی فارسی تصنیف ہے جس میں ما بہ النزاع مسائل (مثلاً عرس واعراس، فاتحہ و نیاز، تقبیل اظفار وغیرہ) کی تشریح بڑے مدلّل اور محققانہ طور پر کی گئی ہے۔

(۲) **رسالۂ سوالاتِ ستّہ** : یہ بھی حضرت کی فارسی تصنیف ہے اور جیسا کہ کتاب کے نام سے ظاہر ہے اس میں شمس آباد کے نور باز خاں نامی ایک شخص کے ان چھ سوالات کے جواب دیئے گئے ہیں جو انھوں نے بخیالِ تفہیم حضرت کو لکھا تھا۔ یہ سب سوالات بھی مراسم صوفیانہ ہی سے متعلق ہیں۔

(۳) **اسوۂ حسنہ** : یہ حضرت کی وہ لاجواب فارسی تصنیف ہے جس کے متعلق خود حضرت فرماتے ہیں:

"این کتاب با تحقیقات فراوان و تدقیقات بے پایان ترتیب دادہ شد" آگے چل کر لکھتے ہیں:

"نظیرش در عالم انصاف نتوان یافت" (دیکھئے کتاب ہٰذا کا دیباچہ ص۳)

یہ کتاب ہر چہار خلفائے راشدین کے مناقب میں ہے اور بہ ترتیب خلافت ان میں سے ہر ایک کی فضیلت ایک دوسرے پر ثابت کی گئی ہے۔

(۴) **شواہد الجمعہ** : حضرت کا یہ مختصر فارسی رسالہ جو ۲۲ اوراق پر مشتمل ہے، شرمندۂ طبع نہ ہو سکا۔ یہ کتاب جمعہ کی فضیلت اور اس کے جواز کے بیان میں لکھی گئی ہے۔

اس کے علاوہ جناب حکیم شعیب صاحب نے اپنی تصنیف "اعیانِ وطن" میں حضرت کے مزید نثری تصانیف کا ذکر کیا ہے جیسے: رسالہ فضیلتِ اسلام، رسالہ سوالاتِ خمسہ، رسالہ حلاوتِ قلوب، در فضیلت شبِ برات وغیرہ۔ لیکن غالباً اب یہ سب کتابیں مرورِ ایام کے ساتھ ناپید ہو چکی ہیں۔

ایامِ طفلی ہی سے حضرت نصر کی طبیعت شاعری کی طرف مائل تھی۔ اس پر پھلواری کے علمی و ادبی ماحول نے مزید جلا بخشی۔ شروع میں آپ نے اپنا کلام مولانا وصی پھلواروی کو برائے اصلاح دکھلایا۔ آپ کا نتیجۂ فکر "دیوانِ معجز بیان" کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ بعض اہلِ نظر اور دانشور حضرات کا خیال ہے کہ یہ منفرد دیوان ہے جو صرف اور صرف رسول اکرمؐ کی مدح و توصیف پر مشتمل ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دیوان کا بیشتر حصہ مدحِ رسول ہی سے عبارت ہے تاہم اس میں چند غزلیں ایسی بھی ملتی ہیں جو بزرگانِ سلف کی تعریف میں کہی گئی ہیں اور جنھیں عرفِ عام میں منقبت کہا جاتا ہے۔ مثلاً حضرت علیؓ کی شان میں یہ اشعار:

لامکان باشد مکانت یا علیؓ — کی توان جستن نشانت یا علیؓ

بوترابت خواند چون پیغمبرت — عرش خاک آستانت یا علیؓ

جان پاکت عین جان احمد است — لحمک لحمی است شانت یا علیؓ

نصر را از گفتگو خاموش کرد — لذت سحر بیانت یا علیؓ

یا حضرت غوث اعظمؓ کی شان میں کہی گئی غزل کے یہ اشعار :

برتر است از عرش اعلیٰ جای غوث — کی بود کس همسر و همتای غوث

پشت پای میزند بر تخت جم — هر گدای درگه والای غوث

دیده را داریم فرش راه او — سرمه می خواهم و خاکپای غوث

نصر شد در هر قدم از جان نثار — چون خرامان شد قد رعنای غوث

حضرت مخدوم بہاریؒ کی ذات سے حضرت نصر کو بچپن ہی سے ایک نیاز خاص حاصل تھا، جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں :

نیاز خاص بدل هم دارد از طفلی — از آن جناب مقدس چو بندگان کمین

لہٰذا ان کی شان میں حضرت نصر نے یہ بیشتر اشعار قلمبند کیے :

زخاصگان اله زمان و قطب زمین — جناب حضرت مخدوم شاه شرف الدین

خوشا طریقهٔ فردوسیش که طالب او — یقین بدان که بفردوس رفت و خلد برین

هر آنکه نیست او را بدل بجا آورد — ز لطف او شده مخدوم اهل روی زمین

اپنے جد اعلیٰ اور بانیٔ خانقاہ مجیبیہ حضرت تاج العارفین پیر مجیب قدس سرہٗ سے حضرت نصر کو شدید قلبی تعلق اور بے پناہ محبت تھی۔ ان کی منقبت میں کہے گئے یہ اشعار آپ کے والہانہ عقیدت کے مظہر ہیں۔

مانند قمری آن سرو خرامان مجیبم — کوکو زنان هر گلشن و جویان مجیبم

پروانهٔ شمع و رخ تابان مجیبم — آشفتهٔ آن زلف پریشان مجیبم

این نشو و نمایم همه از لطف مجیب است — ما بندهٔ پروردهٔ احسان مجیبم

در گوشهٔ بستان بجاتیم فتاده — بلبل صفتای نصر غزلخوان مجیبم

حضرت فرد الاولیاء (پدرِ حضرت نصر) کی تعریف میں کہے گئے یہ اشعار بھی دامنِ دل کو اپنی طرف کھینچے بغیر نہیں رہتے:

چون بلبلیم نغمہ سرائی ابوالحسن — ہستیم تر زبان بنوائی ابوالحسن
ای عشق یاد باد کہ ماہم ز بختِ نیک — بودیم سرفرازِ لقائی ابوالحسن
شیرین زبانی است از آن آرزوی من — خوانم ہمیشہ مدح و ثنائی ابوالحسن
ای نصیر کیستم کہ مرادم بمن دہند — امید میبرم بدعائی ابوالحسن

دیوان نصیر کا بنظر غائر جائزہ لینے سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت نصر کا محبوب، معشوق، مطلوب، اور مقصود سب کچھ رسول اکرمؐ کی ذات فضیلت مآب تھی۔ آتشِ عشقِ رسولؐ سے قلبِ نصر سوزاں تھا۔ حضرتِ نصر کے ابتدائے مشقِ سلوک و سخن کے یہ اشعار ہی ذاتِ محمدیؐ سے آپ کی جذباتی وابستگی اور اقلیمِ سخن پر آئندہ آپ کی جہاں گیری کا اعلان کر رہے تھے:

شمع رویت چراغ ہر خانہ — ہر دل از سوزِ عشق پروانہ
روشن از جلوۂ جمالِ تو شد — ہر در و بام ماو کاشانہ
از جمالِ تو کعبہ شد قبلہ — پیش ازین ورنہ بود بتخانہ
نصیر چون شد غلام درگہِ تو — خسروا یک نگاہِ شاہانہ

اور پھر اسی یک نگاہِ شاہانہ کی بدولت آپ کی شاعری کو وہ ترقی اور عروج نصیب ہوا کہ آپ برملا ان دعووں کا اظہار کرنے کے قابل ہو گئے کہ:

نصیر سعدی منم و حافظِ شیراز منم — شمس تبریز منم و خواجہ عطار منم
اور: نہ سعدی مانَدَمی جامی نہ حافظ مانَدَمی خسرو — چو من ای نصیر در آرائشِ شعر و سخن گشتم
اور: بود شعر و سخن بسیار شاعر بیشتر باشند — ولی چون نصیر کم یابد کسی این خوش بیانی را

چونکہ یہ تخیل بشر کی حدِ پرواز سے باہر ہے کہ وہ آنحضورؐ کی صحیح تعریف اور صحیح مقام کا احاطہ کر سکے۔ لہٰذا اکثر صوفی شعرا نے یہاں پہنچ کر صاف لفظوں میں اپنے عجزِ سخن کا اعتراف کیا ہے۔ شمس تبریزی جیسا شہبازِ معرفت بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ:

شمس تبریزی چہ داند نعت تو پیغمبرا — مصطفیٰ و مجتبیٰ و سیدِ اعلیٰ توئی

حضرتِ نصر کو بھی جب یہ مرحلہ درپیش ہوا، تو شرحِ کمالِ پیغمبری سے ان کا نطق و بیان بھی عاجز رہ گیا، وہ کہتے ہیں:

ناطقہ حیران شُد از شرحِ کمالِ ذاتِ تو — رتبہ ہای تو ندارد ہیچ غایت یا رسولؐ

بلاشبہ شرحِ کمالِ ذاتِ محمدیؐ سے تو حضرتِ نصر عاجز ہے، لیکن ان کی جناب پاک میں خود اپنے درد کی تشریح بڑے کامیاب طریقہ پر کی ہے۔ حضرتِ نصر کو ذاتِ رسولؐ سے نہ صرف عشق و عقیدت بلکہ فنائیت کا تعلق تھا۔ دیکھئے حضرتِ نصر کے یہ اشعار کتنے جوش و خروش کے ساتھ فنافی الرسولؐ کی غمازی کر رہے ہیں:

ز خویش رفتم چنانکہ گویم انا محمد انا محمد — چو لوحِ دل از دوئی بشویم انا محمد انا محمد

ز نورِ او شد وجود و بودم ظہورِ او شد ہمہ نمودم — سزد کہ گویم چو جملہ اویم انا محمد انا محمد

ز باطنِ من ندا برآمد بطالبانِ رسول برگو — بیا ببویم بیا ببویم انا محمد انا محمد

چو نصر در خود نظر نمودم ہمہ جمالِ رخش نمودم — چو خوی او گشت جملہ خویم انا محمد انا محمد

نیز اسی قبیل کے چند اور اشعار دوسری بحر اور دوسرے انداز میں ملاحظہ ہو:

ہستم چو نورِ احمدؐ، بر خود درود خوانم — صلِّ صلیٰ محمدؐ، بر خود درود خوانم

جسمم چو جسمِ او شد، جانم چو جانِ او شد — گشتم ہمہ محمدؐ، بر خود درود خوانم

فانی نمودہ خود را، باقی بذات اویم — گشتم یکی چو از حدّ، بر خود درود خوانم

اے نصر چون زبانم باشد زبانِ احمدؐ — ما را ببین کہ از خود، بر خود درود خوانم

ویسے تو آپ کی سبھی نعتیہ غزلیں آنحضورؐ کی تعریف اور جوشِ عقیدت سے مملو ہیں۔ لیکن خاص طور پر ان نعتوں میں حضرتِ نصر کا والہانہ عشق، جوشِ بیان، جدتِ اسلوب، خوش گفتاری اور ذاتِ محمدیؐ پر بے پناہ اعتماد اپنی انتہا کو پہنچ گیا ہے، جن نعتوں میں بطورِ خاص اسمِ پاک محمدؐ آیا ہے۔ موضوع کے اعتبار سے بھی یہ نعتیں بڑی وسعت اور تنوع کی حامل ہیں۔ مختلف پہلوؤں سے آپ کی گوناگوں اور عبقری شخصیت کا جائزہ لیا گیا ہے اور مختلف طریقوں سے آپ کی فضیلت ثابت کی گئی ہے۔ اس میں آپ کے معجزات بھی نظر آتے ہیں۔ میدانِ حشر میں آپ کی شفاعت کا نقشہ بھی کھینچا گیا ہے۔ زیارت کی تمنا کہیں پر دبی دبی اور کہیں پر کھل کر کی گئی ہے۔ اور اپنے حالِ زار کو بیان کرکے آپ سے رحم و کرم کی التجا بھی کی گئی ہے۔ الغرض آپ کے جمالِ صورت اور کمالِ سیرت پر مختلف پہلوؤں سے روشنی ڈالی

گئی ہے اور جگہ جگہ تشبیہات و استعارات کے ذریعہ کلام میں روانی، برجستگی اور دلکشی، حسن بھی پیدا کی گئی ہے۔ یہاں پر ان نعتوں سے چند متفرق اشعار پیش کر کے اپنے خیالات کی تصدیق کرنا چاہوں گا:

اسیرم در خم موئی محمدؐ　　سر و سودایم و بوئی محمدؐ
خوشا آنروز و شب کز بخت بیدار　　بوسنگ باشیم در کوئی محمدؐ
چہ باک از ناتوانیہائی خویشم　　چو دارم زور بازوئی محمدؐ
شدم وارستہ ای قدسیؔ از دو عالم　　دلِ ما میکشد سوئی محمدؐ

ز دردِ ہجرِ تو دلفگارم، بیا محمدؐ بیا محمدؐ　　ز شوقِ وصلِ تو بیقرارم، بیا محمدؐ بیا محمدؐ
ز زخمِ ہجرِ تو داغ داغم ز داغِ زخمِ تو باغ باغم　　بخانہ روشن چراغ دارم، بیا محمدؐ بیا محمدؐ
صبا بگوشش اگر توانی ز قدسیؔ مسکیں بگو پیامی　　کہ عمر باشد در انتظارم، بیا محمدؐ بیا محمدؐ

بچشمِ رو نمائی یا محمدؐ　　بجان و دل در آئی یا محمدؐ
چرا از من جدائی یا محمدؐ　　بسوئی من نیائی یا محمدؐ
خوشا روزیکہ بینم بے حجابت　　ز رخ پردہ کشائی یا محمدؐ
ببزمت قدسیؔ تا کی ز غفلت　　بود یک دم رسائی یا محمدؐ

مکینِ لامکان باشد محمدؐ　　نشانِ بے نشان باشد محمدؐ
چہ پرسی در قیامت رتبۂ اُو　　امامِ مرسلاں باشد محمدؐ
چہ غم داری ز عصیانِ خود ای قدسیؔ　　شفیعِ عاصیاں باشد محمدؐ

خوش نصیبیم اگر یار محمدؐ باشد　　نیک بختیم چو دلدار محمدؐ باشد
ہیچ کس نیست سزاوارِ مقامِ محمود　　بہرِ آن رتبہ سزاوار محمدؐ باشد
جلوۂ مہر و مہ و حسن و جمالِ خوبان　　ہمہ را مطلعِ انوار محمدؐ باشد
عشقبازان جہان محرمِ رازی دارند　　قدسیؔ را محرمِ اسرار محمدؐ باشد

یا شفیع المذنبیں المستغاث المستغاث　　رحمۃ اللعالمین، المستغاث المستغاث
قدسیؔ در کویت فتادہ برامید بذلات　　از سگانِ تو کمین، المستغاث المستغاث

حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی ایک نعت پر حضرت قدسیؔ کی دو تضمینیں ملتی ہیں۔ حضرت خواجہ

کا مطلع تھا :

در جان چو کرد منزلِ جانانِ ما محمدؐ   صد در کشاد در دل از جانِ ما محمدؐ

حضرت نصر کہتے ہیں :-   ما بلبلیم نالان گلزارِ ما محمدؐ   ما نرگسیم حیران دیدار ما محمدؐ

اور دوسرا مطلع ہے :-   ما عاشقیم خستہ جانانِ ما محمدؐ   ما تشنہ ایم و آبِ حیوانِ ما محمدؐ

گرچہ حضرت نصر کی اپنی زمین نہیں، تاہم انھوں نے اپنی انفرادیت برقرار رکھنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

حضرت نصر کا ذاتِ رسولؐ سے یہ والہانہ عشق کوئی اختیاری فعل یا کسی کوشش کا نتیجہ نہ تھا، بلکہ یہ آپ کی پاک طینت کا فطری تقاضا تھا وہ کہتے ہیں :

محبت تو بنای مقتضای طبع من است   نہ این چنین کہ بجہد است و اختیاری ہست

نعت کے علاوہ خالص غزل کی زبان میں اور رمز و کنایہ کے پردے میں حضرت نصر نے ذاتِ رسولؐ کے تئیں اپنے پاکیزہ جذبات، ارفع خیالات اور نازک ترین احساسات کے ایسے ایسے نمونے دکھائے ہیں، جن کی اثر آفرینی کسی طرح درج بالا نعتوں سے کم نہیں۔ غزل کے فورم میں نعت کی تشکیل اہل نظر جانتے ہیں کہ آسان کام نہیں۔ لیکن حضرت نصر اس تلوار کی دھار پر بڑی آسانی کے ساتھ گزرے ہیں۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کوئی بھی غزل اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس کا خالق ذوقِ لطیف کو اپیل کرنے والا دماغ اور حسن کو اپنے اندر جذب کر لینے والا دل نہ رکھتا ہو۔ حضرت نصر ان دونوں خصوصیات کے جامع تھے۔ اور چونکہ غزل کا کینواس اس قدر وسیع ہوتا ہے کہ اس میں ایک عاشق بڑی آسانی کے ساتھ اپنے عشق کے بوقلموں کیفیات اور متنوع احساسات کے رنگ بھر سکتا ہے۔ حضرت نصر نے اس کی وسعت سے خوب خوب فائدہ اٹھایا ہے۔ تشبیہات و استعارات کی ندرت اپنی جگہ مسلّم ہے۔ اس تناظر میں چند اشعار ملاحظہ فرمائیں :-

ماہ را غیرت ازین روی درخشانِ تو ہست   سنبلستان منفعل از زلفِ پریشانِ تو ہست

دل کہ جنس بے بہا بودہ بہ اقلیم وجود   آن متاعِ دل بہ بازارِ زنانِ بدکانِ تو ہست

بر امید بذل تو بہر ماندن بر درت   خوش ہواخانی میانِ ماہ دربان تو ہست

نعرہ ما بشنوی گر سوی گلشن بگذری   ہمچو بلبل نصر بیدل ہم غزلخوانِ تو ہست

ای صبا گو کہ کنون منزلِ محبوب کجاست   فتنۂ دورِ زمانِ من و آشوب کجاست

طاقتِ ہجر نداریم و بجان آمدہ ایم — دلِ غمگین مرا صبر چو ایوب کجاست
عجلتِ وصل چنین از تو دلا بے ادبی ست — ایں چہ دانی کہ تمنائی تو منسوب کجاست
بایدت کفر کہ اوّل طلبش را طلبی — پس ازان جوی کہ آن شاہدِ مطلوب کجاست

بسرت کہ جز سرِ زلف تو بسرم سرِ دگری نشد — برخت کہ جز رخ تو گہی برخِ دگری نظری نشد
چو سگم کمین سگانِ تو وز جملہ بقید رم دلی — بلارت کہ جز درِ پاک تو بدرِ دگر گذری نشد
دل و جان و صبر و قرار من بیک آمد تو ز دست رفت — مجرم ہمچنین روش کہ نصیرؔ تو خبری نشد

بارِ خاطر گر نباشد با تو گویم یک سخن — گفت ز شیرینیٔ بوسہ بر کنی ما را دہن
لیلۃ القدر ست این یا موی تو یا دام دل — بلا رست این یا روی تو اے جانِ من
روی تو یا سوی تو یا خوی تو دل میبرد — ہر کجا دارم توئی مقصود و جملہ مادِ من
گفتمش چندین چرا نصیرؔ تو معتوب گفت — عشق باشد منشاء صد رنج و تکلیف و محن

ای از نگہ مستت در ہر دلی تاثیری — مدہوش نگاہ تو در صومعہ ہر پیری
آزار دلِ عاشق کی بر شود از جلی — سودی ندہد ہرگز جز وصل تو تدبیری
از ہجر بجاں استم بی تاب و توان ہستم — در کشتن من داری ای یار چہ تاخیری
بنواز ز لطفِ خود افگن نظری سویم — چون نصیرؔ بہ نخچیرت آمد یک تیری

حضرت نصیرؔ نے اپنی شاعری کو صرف نعت و غزل ہی تک محدود نہ رکھا، بلکہ انہوں نے اپنے کلام کو "مسائلِ تصوف" سے بھی آشنا کیا۔ ان کے کلام سے تصوف کے رموز و نکات، اس کے تجربات، مقامات اور نظریات کی بھی نشاندہی ہوتی ہے۔ حضرت نصیرؔ پہلے صوفی تھے، بعدہٗ شاعر۔ لہٰذا ان کا جامِ شعر بادۂ تصوف سے لبریز نظر آتا ہے۔

اکثر صوفیا و عرفا کی طرح حضرت نصیرؔ نے علایقِ دنیوی سے خود کو الگ رکھا۔ توکل ان کا شعار تھا اور قناعت ان کا پیشہ۔ ان کے درج ذیل اشعار سے بخوبی اس کا ثبوت ملتا ہے:

فکرِ سامانی ندارم فارغم از این و آن — چون سپردم کار خود را با کریمِ کارساز
مرا ای نصیرؔ فکرِ این و آن نیست — کہ چون خود میر سامانم خدا باشد

زندگی کی بے ثباتی ہر صوفی شاعر کا خاص موضوع رہا ہے۔ کسی نے زندگی کو برق کی چشمک اور

کسی نے شرر کی لپک سے تشبیہ دی ہے۔ حضرت نصر کے نزدیک یہ ایک حباب ہے یا موج سراب:

عمر روان ست چو آب روان ہست دم زندگیم چون حباب

ز ہستی خود در گمانم ہنوز کہ پندارش ہمچو موج سراب

راہ سلوک میں حضرت نصر مختلف مقامات سے گزرے۔ شب تنہائی آپ کے لئے نئے نئے تجربات کا پیغام لے کر آئی۔ لیکن آپ نے اس "رازِ نہانی" کو "مجلس اغیار" میں بیان کرنا پسند نہ کیا اور صرف یہ کہکر گزر گئے کہ:

آہ از سوز تو رازیست نہانی لیکن باتو احوال دلِ زار بگویم یا نہ

قصہ ہا از شب تنہائی خود ہست ولی من درین مجلس اغیار بگویم یا نہ

نصر را حال تباہ ست و نمیدانی تو پیش آن ہمدم و غمخوار بگویم یا نہ

اور اس قبیل کے یہ اشعار بھی آپ کے مخفی تجربات اور راز ہای سربستہ کی جانب اشارہ کرتی ہیں:

کس چہ داند کہ چہ سریست میان من و تو میتوان کرد مگر فاش بیانِ من و تو

تو ہم این راز نگوئی و نگویم من ہم در میانست چہ سوگند بجانِ من و تو

دوستان راست حسابی و کتابی در دل کس چہ داند کہ چہ سود ست زیانِ من و تو

نصر را خلق بتو نسبت قلبی دادند شد یقین بر ہمہ بود آنچہ گمانِ من و تو

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت نصر کو استتار حال کا ہمیشہ خیال رہا کرتا تھا۔ تاہم جب کبھی آپ پر غلبۂ حال کی کیفیت طاری ہوتی تھی تو پورے جوش کے ساتھ مجلس نبوی میں اپنے مقام اور اپنی حضوری کا حال اس طرح بیان کرتے ہیں:

من تاجدار ملک وصالِ محمدیم من صاحب یمین و شمالِ محمدیم

من حاملِ امانتِ عشقِ محمدیم من مظہر جمال و کمالِ محمدیم

من رازدار مجلسِ قدسِ رسالتم من ساکن حریم وصالِ محمدیم

ای نصر ہر سری و خیالِ پری وشی من روز و شب بفکر و خیالِ محمدیم

نظریات کے اعتبار سے وحدۃ الوجود کا نظریہ صوفیانہ شاعری کا ایک جزو لاینفک بن چکا ہے۔ اوحدی کرمانی ہوں یا خواجہ فریدالدین عطار، عبدالقادر بیدل ہوں یا حضرت فرد، سب بادۂ توحید کے نشہ سے سرشار تھے۔ مسئلۂ وحدۃ الوجود (جو علامہ شبلی کے الفاظ میں صوفیانہ شاعری کی روح رواں ہے)

دیوان نصر کا ایک اہم حصہ ہے۔ اس موضوع پر ان کا عرفانی جوش، وجدانی کیفیت سے ہم آہنگ ہو کر کیف و سرمستی کا ایک سماں باندھ دیتا ہے۔ خانوادۂ پھلواری شروع سے اسی نظریہ کا علمبردار رہا ہے۔ حضرت فرد بھی اسی نظریہ کے پُرزور نقیب تھے۔ وہ کہتے ہیں:

گو ہمہ جسم و جان منم، منکہ منم نہ من منم | جانِ ہمہ جہاں منم، منکہ منم، نہ من منم

اسی زمین میں حضرت نصر اپنے جذبات کے گوہر گراں مایہ اس طرح بکھیرتے ہیں:

دردِ دل و دوا منم، منکہ منم نہ من منم | عیسیٰ جانفزا منم، منکہ منم نہ من منم
روشنیٔ قمر منم، نورِ رخِ سحر منم | مہر منم، ضیا منم، منکہ منم نہ من منم
زاہد و شیخ و برہمن، کافر و رند و پارسا | با ہمہ آشنا منم، منکہ منم نہ من منم
نصر بگو کہ کیستم، فکر بکن کہ چیستم | مظہر کبریا منم، منکہ منم نہ من منم

نیز اسی قبیل کے یہ اشعار مزید وضاحت کے ساتھ اسی نظریہ کی تشریح کرتے ہیں:

من آن نور وجودم خود بخود موجود بودستم | بنورِ ذاتِ خود، خود شاہد و مشہود بودستم
منم اوّل، منم آخر، منم ظاہر، منم باطن | منم ممکن، منم واجب، بہر موجود بودستم
نہ معبود، نی عابد، نہ ارکان عبادتہا | کہ من خود معبد و ہم عابد و معبود بودستم
زسرّ خود چگویم فرد بودم نصر چون گشتم | اگرچہ ما بری از والد و مولود بودستم

دوئی کا پردہ جب حضرت نصر کی نظروں سے دور ہو گیا، تو انھوں نے کیا دیکھا؟ خود انہی کی زبانی سنئے:

دوئی ای نصر چون برخاست دیدم | کہ من خود خویشتن را می پرستم

صوفیوں کا یہی وہ نظریہ تھا، جس سے علمائے ظاہر شریعت سخت اختلاف رکھتے تھے اور انھوں نے ہر دور میں اس منھ زور سیلاب پر باندھ لگانے کی کوشش کی ہے۔ کبھی کفر کا فتویٰ لگا کر اور کبھی بر سرِ دار لے جا کر۔ حضرت نصر بھی اس کی زد سے نہ بچ سکے۔ وہ کہتے ہیں:

زان طریقی کہ برون از حدِ تحریر شدہ | محتسب در حقِ من قایلِ تکفیر شدہ

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موضوعات سے ہٹ کر خالص فنی نقطۂ نگاہ سے دیوان نصر کا جائزہ لیا جائے۔ غزلیہ شاعری جو دل کی برشتگی و خستگی چاہتی ہے، وہ تو حضرتِ نصر کے یہاں فراواں طور پر ملتا ہے۔ اس کے علاوہ ظاہری طور پر گیسوئے غزل کو سنوارنے میں جو عوامل کام کرتے ہیں، مثلاً الفاظ کی

نشست ردیف و قوافی کا دلنشیں التزام، بحروں کی ترنم ریزی اور جدتِ اسلوب وغیرہ۔ یہ سارے عوامل کلامِ نصر میں جاری و ساری ہیں، اور اس کا احساس خود حضرت نصر کو بھی ہے، وہ کہتے ہیں:

نصی در بندشِ مضمون غزل چہ قدر فکر رسائی دارم

حافظ، سعدی اور حضرت فرد وغیرہ، ایوانِ غزل کے ستون کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت نصر نے ان لوگوں کی کامیاب تقلید و پیروی کی ہے۔ اور ان کی غزلوں پر غزلیں کہی ہیں۔ نمونہ کے طور پر یہاں چند تضمینیں پیش کی جاتی ہیں:

حافظ

روشن از پرتو رویت نظری نیست کہ نیست
منتِ خاک درت بر بصری نیست کہ نیست
زمن دل شدہ از دستِ تو خونیں جگرم
از غم عشق تو پر خون جگری نیست کہ نیست
بجز این نکتہ کہ حافظ ز تو ناخوشنود است
در سراپای وجودت ہنری نیست کہ نیست

نصر

از لب لعل تو شیرین سخنی نیست کہ نیست
ذائق از قند حدیث دہنی نیست کہ نیست
یکدلی نیست کہ افسردہ و نالان نبود
چاک از دستِ غمت پیرہنی نیست کہ نیست
ہمہ عشاقِ تو در خورمی و شوق و طرب
بردر نصی تو رنج و محنی نیست کہ نیست

حافظ

این خرقہ کہ من دارم در رہن شراب اولیٰ
این دفتر بے معنی غرقِ مئے ناب اولیٰ
من حال دل زاہد، با خلق نخواہم گفت
کاین قصہ اگر گویم، با چنگ و رباب اولیٰ

نصر

از زاہد سر حلقہ مستِ مئے ناب اولیٰ
وز جبہ و دستارش صافیٔ شراب اولیٰ
ای نصی غم عشقش پوشیدہ چو حافظ کن
این قصہ اگر گویم با چنگ و رباب اولیٰ

خسرو

دیشب کہ می رفتی بتا رو کردہ از ما یکطرف
افگندہ کاکل یکطرف، زلفِ پریشاں یکطرف
بیچارہ خسرو خستہ را، خون ریختن فرمودہ است
خلقِ بمنت یکطرف، آن شوخ تنہا یکطرف

نصر

در بزم میر قصد شب، آن رشک طوبی یکطرف
مطرب ز مستی یکطرف، بادہ بمینا یکطرف
بہر نثار او بزم ای نصی در دستانِ خود
دُر ہای نظم یکطرف، عقدِ ثریا یکطرف

نصی	فرد
پی تو ز ضعف طاقتِ برخاستن نماند	تنہا نہ ای مسیح کہ آرامِ تن نماند
گوئی کہ از فراقِ تو جان در بدن نماند	در آرزوی لعلِ تو جان از بدن نماند
خوبرویان را اگر پیدا کردہ	جلوۂ از حسن پیدا کردہ
جلوۂ خود را ہویدا کردہ	عالمی بر خویش شیدا کردہ
بانشانیم، نشانم، تو کجا می جوئی	غافل از خویش نشانم تو کجا می جوئی
گم چو عنقا ز جہانم، تنہ ما ہا یاہو	فرد من جان جہانم، تنہ ما ہا یاہو

حضرت نصر کا سوز دروں جب حد سے زیادہ بڑھا تو سہل ممتنع کے ان خوبصورت اشعار کے پیکر میں ڈھل گیا۔ سہل ممتنع کے یہ اشعار بیحد جاذب توجہ ہیں۔ نیز بیان کا پیارا انداز، لہجے کا سوز، جذبات کی وارفتگی اور تمنائے وصال کی تڑپ، خواندہ کو اپنی طرف متوجہ کئے بغیر نہیں رہتی:

دیوانہ ام، دیوانہ ام، من عاشقِ دیوانہ ام — تو شمع و من پروانہ ام، من عاشقِ دیوانہ ام
ہستم گدای کوئی تو، لیکن سراسر خوئی تو — ای من فدای روی تو، من عاشقِ دیوانہ ام
ای ماہ من، ای شاہ من، بشنو فغان و آہِ من — بانست رسم و راہِ من، من عاشقِ دیوانہ ام

نیز اسی قبیل کے چند اور اشعار ملاحظہ فرمائیں:

ای آرزوی جانِ من، من عاشقِ دیرینہ ام — وی جانِ من، جانانِ من، من عاشقِ دیرینہ ام
از تست ای جانانِ من، سازِ من و سامانِ من — ہم دردو ہم، درمانِ من، من عاشقِ دیرینہ ام
من بادلِ پژمردہ ام، خونِ دل خود خوردہ ام — افسردہ ام، افسردہ ام، من عاشقِ دیرینہ ام

موسیقیت اور غنائی آہنگ غزل کے کالبد میں قلب کی حیثیت رکھتی ہے اور حضرت نصر کے جسمِ غزل میں یہ قلب اپنی پوری زندگی کے ساتھ دھڑکتا ہوا نظر آتا ہے:

ہمہ شب خیالِ مویت ہمہ روز یادِ رویت — ہمہ دم بجستجویت، بدل است آرزویت
ہر خلق دکار و باری، ہمہ دل بسوی یاری — من و طوفِ آستانت، سرِ ما بادہ بویت

الفاظ کے حسنِ تکرار سے ترنم ریزی اور ساحرانہ کیفیت طاری کرنے میں حضرتِ نصر اپنا جواب نہیں رکھتے۔ یہ تکرار کبھی آخر میں ہوتی ہے، کبھی درمیان میں اور کبھی شروع میں، لیکن حیرت انگیز طور پر

اثر آفرینی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ مثال کے طور پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں:

بدستِ عشق دل دادم، خطا کردم، خطا کردم — کنون چون خاک بر بادم، چہا کردم، چہا کردم

چگویم با تو ای ناصح، بجانِ خود چو من از دل — بدامِ زلف افتادم، جفا کردم، جفا کردم

بتابِ جعدِ تو دل را کشش اندر کشش باشد — ز نوکِ خارِ مژگانت، خلش اندر خلش باشد

لبت شیرین، زبان شیرین، دہن شیرین، سخن شیرین — چگوید نصر از ذوقش نمش اندر نمش باشد

باز آ باز آ کہ در قدوم تو شفاست — بنشیں بنشیں کہ یک نگاہِ تو دواست

تا چند از نصر چشم پوشی، زحیا — بس کن بس کن کہ بیش ازین جور و جفاست

غزل کے علاوہ حضرت نصر نے مثنوی، قصیدہ، مخمس، اور مستزاد بھی قلمبند کیے ہیں۔ ان کے دو مخمسے بالترتیب حضرتِ فرد اور حافظ شیرازی کی زمینوں میں ملتے ہیں۔ نمونہ کے طور پر دونوں میں سے ایک ایک بند ملاحظہ ہو:

برزمینِ فرد:- از ہجرِ تو بسکہ بیقرارم ÷ تا کی گذرد بانتظارم ÷ اینک دم چند از شمارم ÷ آخر نظری بچشم زارم

تا روی تو دیدہ جان سپارم

برزمینِ حافظ: آنانکہ نار را ہمہ نور و ضیا کنند — آنانکہ باد را نفسِ جانفزا کنند

آنانکہ آب را گہرِ بے بہا کنند — آنانکہ خاک را بنظر کیمیا کنند

آیا بود کہ گوشۂ چشمے بما کنند

حضرت نصر نے دو مخمسوں کی طرح دو ہی مستزاد کہے ہیں۔ نمونہ کے طور پر دونوں سے ایک ایک شعر پیشِ خدمت ہے:

بر عاشقِ دیرینہ مدہ راہِ جفا را — اے نو گلِ رعنا

اور من پای طلب در رہت ای دوست نہادم — با حسن و عقیدت

لیکن ان کا خاص عرصۂ سخن غزل ہی ہے اور اسی میدان میں ان کی جولانیٔ طبع نکھر کر سامنے آتی ہے۔ حضرت نصر کی غزلیں تخیل میں بلندی اور خیال میں گہرائی نہ ہونے کے باوجود طرزِ ادا کی دلکشی، خوش گفتاری اور زبان و بیان کی حلاوت و سلاست کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ اس کو "رسم ارمغاں" کا درجہ دیا جائے۔ جہاں تک تخیل میں بلندی نہ ہونے کا سوال ہے تو اس کی توجیہ وہ خود کرتے ہیں۔ وہ اپنے واردات قلبی کو راستی کے ساتھ سیدھے سادے انداز میں بیان کر دینے کے قائل تھے، نہ وہ رنگ آمیزی پسند کرتے تھے۔

نہ عبارت آرائی ۔ وہ کہتے ہیں :

ہرچہ برجان و دلت میگذرد راست بگو سخنِ حق نہ مسجع نہ مقفیٰ باید

آخر میں حضرت نصر ہی کے اس شعر پر اپنے مضمون کا اختتام کرتا ہوں :

ایرانیاں لب میگزند از ذوقِ نظمِ نصرِ ما بینش برسم ارمغاں اینک سخراسان میرود

حضرت نصر کا دیوان معجز بیان ۴۷۹ غزلوں پر مشتمل ہے ۔ جس میں ایک عربی غزل بھی ہے ۔ دو مستزاد اس کے علاوہ ہیں ۔ تتمہ کے بعد اس دیوان میں چند "متفرق چیزیں بھی ملتی ہیں" جس کی تفصیل حسب ذیل ہے : قصیدہ نعتیہ التجائیہ فی حضرۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ مثنوی در مدحِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ۔ التجا بحضرت غوثِ اعظم قطب ربانی ، سید عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۔ سلام بحضرۃ خیر الانام صلوٰۃ اللہ والسلام ۔ التجا در جناب حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہ ۔ ذکر لیت از بعض احوال خود ۔ خمسہ بر غزل والد بزرگوار خود حضرت فرد قدس سرہٗ ۔ مخمس بر غزل حافظ علیہ الرحمہ ۔ رباعیات (۴ عدد) ۔ ابیات و اشعار متفرقات ـــــ آپ کا دیوان معجز بیان محمد تیغ بہادر کے اہتمام سے مطبع انوار محمدی لکھنؤ سے ۱۸۸۰ء میں شائع ہوا ۔ وزیر علی انجم لکھنوی کے درج ذیل شعر سے تاریخ طباعت نکلتی ہے :

مژدہ اٹھا کر بہر سال عیسوی انجم لکھو
نظمِ نصرِ قادری معجز بیاں چھاپی گئی
ــــــــــــــــــــــــــــــــــــ
۱۸۸۰ء تخرجہ (۱)

جناب محبوب حسین
خدابخش لائبریری، پٹنہ

انتخاب از بیاض محمد بخش مرحوم[1]

(فارسی ہینڈ لسٹ نمبر ۲۳۸۷)

بر جسم بسی کشیدہ ام رنج و عذاب — وز دست زمانہ ماندہ ام در تب و تاب
وز عمر و زمانہ می چہ پرسی از من (کلا) — آن یک چو سراب است و دگر ہمچون خواب

از عمر گذشتہ جز خیالی نہ بماند — در دست فلک سوای داغی نہ بماند
از بود سوای رنج و زحمت دردی — در دل صد حیف یادگاری نہ بماند

برخیز کہ این سرای فانی ہیچ است — وین حرف معما کہ تو خوانی ہیچ است
مشغول مشو باین و آن اینجا — فارغ شو ازین کہ زندگانی ہیچ است

- تاریخ ولادت محمد بخش ۲۹ محرم ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۶ پوس ۱۲۲۲ فصلی روز چہار شنبہ مطابق (۱ جنوری ۱۸۱۵ء)۔
- تاریخ وفات حضرت والد ماجد حضرت علی بخش خاں صاحب قدس سرہ روز شنبہ بوقت شب بوقت موا جب ہشت گھنٹہ تاریخ ۲۷ ربیع الثانی ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۴ اگہن ۱۲۶۶ فصلی موافق چہارم دسمبر ۱۸۵۸ء۔
- تاریخ وفات برادرم احمد بخش خان صاحب قدس سرہ روز چہار شنبہ بوقت مواجب دہ گھنٹہ بست منٹ تاریخ ۲۴ جمادی الثانی ۱۲۷۹ھ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مطابق ۱۷ دسمبر ۱۸۶۲ء موافق ۱۱ پوس ۱۲۷۰ فصلی۔ اناللہ و انا الیہ راجعون۔

۱- بانی کتابخانہ "خدابخش" کے والد

• تاریخ ولادت باسعادت بوعلی خان عرف خدابخش[1] خاں طال عمرہٗ۔ بست و سیوم جمادی الثانی ۱۲۵۸ھ روز سہ شنبہ مطابق دوم اگست ۱۸۴۲ء، موافق ۱۸ ساون ۱۲۴۹ فصلی۔ ساون بدی ۱۱ سمت ۱۸۹۹

• تاریخ ولادت نور العین ابو الحسن مدعمرہٗ، ۲۹ ذی الحجہ ۱۲۶۷ھ، مطابق ۲۵ اکتوبر ۱۸۵۱ء موافق ۱۵ کاتک ۱۲۵۹ فصلی روز شنبہ، وقت نواخت ہشت گھنٹہ روز السمہٗ جعفر علی۔

تاریخ ولادت باسعادت نور العین امیر الحسن ابن محمد اسمٰعیل مدعمرہما فوائد ہم رجب المرجب ۱۲۸۲ھ، مطابق ہشتم دسمبر ۱۸۶۵ء، روز جمعہ، موافق ششم پوس ۱۲۷۳ فصلی و ششم پوس سمت ۱۹۲۲ بمقام موضع ادہن پور وقت مواجب دو گھنٹہ روز بعد نماز جمعہ۔

۱۔ میرے والد بزرگوار کی تاریخ انتقال ۳ اگست ۱۹۰۸ء، وقت ۱ بجے دن۔
میرے بھائی محی الدین صاحب کی تاریخ رحلت ۲۷ اگست ۱۹۱۰ء وقت ½ ۱۱ بجے رات۔
بوقت نیم شب ۲۵ فروری ۱۹۲۹ء میری پیاری بہن سلمیٰ ہمیشہ کے لئے مجھے داغ مفارقت دے گئی۔ (بیاض صلاح الدین خدابخش)

••

تحائف موصولہ

ڈاکٹر (عبادت یار خاں) عبادت بریلوی (ثم لکھنوی ثم لاہوری) (پ ۱۹۲۰ء) ہمارے معروف مصنفین میں نمایاں حیثیت رکھتے ہیں۔ آپ کی تالیفات و تصنیفات مندرجہ ذیل ہیں:-

۱- **اقبالیات:** جشن نامہ اقبال، اورینٹل کالج میگزین' اقبال نمبر (شائع کردہ یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور)' اقبال کی اُردو نثر (اقبال اکیڈمی' لاہور)، اقبال —— احوال و افکار (مکتبۂ عالیہ لاہور)' جہانِ اقبال (ادبی سوانح)، اقبال کی غزل' منظومات اقبال' اقبال کا فن (زیر طبع)—— (ادارۂ ادب و تنقید لاہور)۔

۲- **ادبی دریافت** (نادر قلمی نسخوں کی دریافت اور ترتیب و تدوین): شکنتلا مؤلفہ مرزا کاظم علی خاں' ہفت گلشن، مادھونل اور کام کندلا (مؤلفہ مظہر علی خان ولا)۔ (اُردو دنیا' کراچی)۔ دیوان ولا' (مؤلفہ مظہر علی خان ولا (ادارۂ ادب و تنقید لاہور)۔ گلزار چین' رسالۂ کائنات، مؤلفہ خلیل علی خاں اشک: شکوۂ فرنگ' مؤلفہ آغا جو شرف، چار گلشن' مؤلفہ بینی نارائن جہاں، دیوانِ مبتلا' مؤلفہ عبیداللہ خاں مبتلا (اورینٹل کالج لاہور)۔ دیوان حیدری، حیدری، مختصر کہانیاں، تذکرۂ گلشنِ ہند' مؤلفہ سید حیدر بخش حیدری (اُردو دنیا' کراچی)۔ گلزار دانش (دفتر اوّل)' گلزار دانش (دفتر دوم)' مؤلفہ سید حیدر بخش حیدری، مرقع مخلص' مؤلفہ آنند رام مخلص' ڈاکٹر جان گلکرسٹ کی انگریزی نظمیں' نقلیات ہندی جلد اوّل و دوم' مؤلفہ ڈاکٹر جان گلکرسٹ' افسانۂ عشق' مؤلفہ الٰہی بخش' شوق اکبر آبادی (اورینٹل کالج لاہور)' نالۂ درد' دیوان فارسی' مؤلفہ حضرت خواجہ میر درد' نکات الشعرا مؤلفہ میر تقی میر (ادارۂ ادب و تنقید لاہور) جشن نامہ اورینٹل کالج جلد اوّل و دوم، خطوط عبدالحق بنام ڈاکٹر عبداللہ چغتائی (اورینٹل کالج لاہور)۔

۳- **تحقیق و تنقید:** اُردو تنقید کا ارتقا، روایت کی اہمیت، غزل اور مطالعۂ غزل خطبات عبدالحق (انجمن ترقی اُردو پاکستان کراچی)، مقدمات عبدالحق، انتخاب خطوط غالب (اُردو مرکز لاہور)' تنقیدی زاویے پہلا و دوسرا ایڈیشن (مکتبہ اردو —— اردو مرکز لاہور)' تنقیدی تجربے' مومن اور مطالعۂ مومن' جدید شاعری' کلیات میر' کلیات مومن' شاعری اور شاعری کی تنقید (اُردو دنیا کراچی)۔ سحرالبیان — ایک تنقیدی مطالعہ: (اورینٹل کالج لاہور)۔ غالب اور مطالعۂ غالب: (رائٹرز اکیڈمی لاہور۔ غالب کا فن: (گلوب پبلشرز' لاہور) اقبالؒ کی اردو نثر: (اقبال اکیڈمی لاہور) اقبالؒ —— احوال و افکار: (مکتبۂ عالیہ لاہور)' میر تقی میر (حیات اور شاعری): ولی اورنگ آبادی' پاکستان

کے تہذیبی مسائل، حضرت خواجہ میر درد، ادب اور ادبی قدریں، تنقید اور اصول تنقید، افسانہ اور افسانے کی تنقید، شاعری کیا ہے؟، جہانِ میر، میر کی غزل، منظومات میر، نظیر اکبرآبادی، جدید اردو ادب، فورٹ ولیم کالج کی ادبی خدمات، میر امن دہلوی، سید حیدر بخش حیدری، ڈاکٹر جان گلکرسٹ (زیرِ طبع) (ادارۂ ادب و تنقید، لاہور)۔

۴۔ رپورتاژ، ڈائری وغیرہ : ارضِ پاک سے دیارِ فرنگ تک : (گلوب پبلشرز لاہور) جشنِ صد سالہ اورینٹل کالج لاہور، جشنِ اقبالؒ، نئی دہلی (اورینٹل کالج، لاہور)، آزادی کے سائے میں، اورینٹل کالج میں تیس سال، لندن میں پانچ سال، لندن کی ڈائری، زیرِ طبع (ادارۂ ادب و تنقید، لاہور)

۵۔ خاکے : رہ نوردانِ شوق، آوارگانِ عشق، جلوہ ہائے صد رنگ، یارانِ دیرینہ، شجرہائے سایہ دار، زیرِ طبع (ادارۂ ادب و تنقید، لاہور)

۶۔ ادبی سوانح : یادِ عہدِ رفتہ (خود نوشت)، جہانِ میر، جہانِ اقبالؒ، جہانِ غالب، سر سید احمد خاں، مولانا حسرت موہانی، جگر مرادآبادی، بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق، جوش ملیح آبادی، زیرِ طبع، (ادارۂ ادب و تنقید، لاہور)

مستقبل کے اشاعتی منصوبے : (۱) ترتیب و تدوین : مطبوعہ و غیر مطبوعہ خطوطِ اقبالؒ (علامہ اقبال کے خطوط کی ترتیب و تدوین مع مقدمہ و حواشی)، غیر مطبوعہ خطوط بابائے اردو بنام ڈاکٹر عبادت بریلوی، غیر مطبوعہ خطوط نیاز فتحپوری، غیر مطبوعہ خطوط طاہر فاروقی، غیر مطبوعہ خطوط پروفیسر سید احتشام حسین، غیر مطبوعہ خطوط پروفیسر مسعود حسن ادیب، غیر مطبوعہ خطوط محمد حسن عسکری، غیر مطبوعہ خطوط رالف رسل، مقالات عبدالحق (۲ جلدیں) (ادارۂ ادب و تنقید، لاہور)

۲۔ انتخابات : ولی، سراج، آبرو، حاتم، سودا، میر درد، جرأت، انشا، مصحفی، میر حسن، ذوق، مومن، آتش، ناسخ، اسیر، صبا، رند، وزیر

۳۔ تنقیدی مطالعے : اُردو ادب کی تاریخیں (تاریخی اور تنقیدی جائزہ)، اُردو شاعری کی تنقیدی تاریخ، اُردو افسانے کا ارتقا، اُردو ناول کا تاریخی جائزہ، جدید اردو تنقید، اردو غزل کا ارتقا، جدید اردو غزل۔

خدا بخش لائبریری کو آپ کے مندرجہ ذیل تحائف موصول ہوئے ہیں جن کیلئے ہم عبادت صاحب کے شکر گزار ہیں :

جشن نامۂ اقبال (انگریزی و اردو)، اقبال کی اردو نثر، میر تقی میر، ولی اورنگ آبادی، سیاحت نامہ، نالۂ درد، حضرت خواجہ میر درد۔

ضیاء الدین اصلاحی
دار المصنفین شبلی اکیڈمی - ۲۰ جنوری ۸۳ء

"محسن کتابوں کے" بارے میں

گرامی نامہ کا جواب بھیجنے کے بعد جرنل کا ۱۹واں شمارہ میرے نام سے آیا۔ آپ نے میری شکایت کا اتنا زیادہ اثر لیا۔ حالانکہ وہ سرے سے غلط تھی۔ جس پر اپنی ندامت کا اس سے پہلے والے خط میں اظہار و اعتراف کر چکا ہوں، بہر حال آپ کی اس مزید خصوصی نوازش اور کرم فرمائی کے لیے تہ دل سے شکر گذار ہوں۔

اس نئے شمارہ میں عہد جدید کے رسالہ الندوہ مرتبہ سید ابوالحسن علی ندوی و مولانا عبدالسلام قدوائی ندوی مرحوم کے سلسلہ مضامین "مشاہیر اہل علم کی محسن کتابیں" سے ہر مضمون نگار کے نام کے تحت اس کی زیر مطالعہ اور پسندیدہ کتابوں کی فہرست درج کی گئی ہے، ان ہی مضامین کا مجموعہ بعد میں مولانا حافظ محمد عمران خاں ندوی نے علیحدہ کتابی صورت میں شائع کیا تھا جس کی تصریح آپ نے اپنے نوٹ میں کر دی ہے۔ مگر پتہ نہیں کیوں مندرجہ ذیل دو مضمون نگاروں کے نام چھوڑ دیے ہیں۔ (۱) مولانا عبدالباری ندوی مرحوم سابق پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباد (۲) مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی مرحوم بانی جماعت اسلامی۔

بظاہر اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان حضرات نے اشخاص کی کتابوں کا تذکرہ نہیں کیا ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کا ذکر کیا ہے۔ (حالانکہ مولانا عبدالباری نے برکلے کی ایک کتاب کا تذکرہ کیا ہے) جو ان کے نزدیک ان کی اصل محسن کتاب ہے اور اسی کا خاص اثر ان کے ذہن و دماغ اور افکار و خیالات پر پڑا۔

جن مصنفین کے نام آپ نے 'جورنل' میں دیے ہیں ان میں سے بھی بعض حضرات نے اور کتابوں کے ساتھ اس عظیم الشان اور سب سے اہم بلند شان کتاب کا تذکرہ کیا ہے، کیا آپ کے نزدیک یہ کتاب اس قابل نہ تھی کہ اس کا ذکر آتا۔

یہ صورت بھی تو ہو سکتی تھی کہ آپ کے نوٹ میں ان حضرات کے نام کے ساتھ اس امر کا تذکرہ آجاتا۔

●●

پروفیسر شاہ عطاء الرحمٰن عطا کاکوی
پٹنہ

مراسلات

حسن بتھوی کے بارے میں

خدابخش جرنل ۱۲ میں ڈاکٹر طلحہ رضوی برق نے دیوان حسن بتھوی کا تعارف کرایا ہے۔ اور بڑی کاوش سے مرآۃ العلوم جلد دوم، صفحہ ۶۷ کے کتاب نمبر ۱۹۰۲، انگریزی نمبر ۱۹۳۵ء کے اندراج کی تصحیح کی ہے (اگرچہ عنوان میں سہواً شاعر کا نام بجائے غلام حسن کے غلام حسین لکھا گیا ہے)، ڈاکٹر برق نے لکھا ہے کہ غلام حسن بتھوی کا کلام کمیاب ہے۔ حالانکہ ان کا مطبوعہ دیوان (قلمی تو ہے ہی) بھی خدابخش لائبریری میں موجود ہے۔ ڈاکٹر برق نے افسوس ظاہر کیا ہے کہ شاعر کی 'نگارستان عشق'، غالباً ناپید ہو چکی۔ حالانکہ اس کا ایک قلمی نسخہ خدابخش لائبریری میں کتاب نمبر ۴۰۲۰ پر موجود ہے۔ بلکہ اس کا مطبوعہ نسخہ بھی اسی کتبخانہ میں محفوظ ہے۔ ایک اور بات بھی ذہن نشیں رہے کہ قلمی نسخہ کتاب نمبر ۳۷۳۴ کے خاتمہ پر کاتب نے دیوان کو جلد اوّل قرار دیا ہے۔ اس لئے اس کا قوی امکان ہے کہ حسن کے دیوان کی دوسری جلد بھی ہو جو اب تک ناپید ہے۔

●●

بیان ملکیت سہ ماہی خدا بخش لائبریری جرنل اور دیگر تفصیلات

مطابق فارم نمبر ۴، قاعدہ نمبر ۸

۱- مقام اشاعت : خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ

۲- وقفہ اشاعت : سہ ماہی

۳-۴- پرنٹر و پبلشر کا نام : محبوب حسین

قومیت : ہندستانی

پتا : رضا روڈ، پٹنہ ۴

۵- ایڈیٹر کا نام : عابد رضا بیدار

قومیت : ہندستانی

پتا : ڈائرکٹر خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری، پٹنہ ۴

۶- ملکیت : خدا بخش لائبریری، پٹنہ

میں محبوب حسین اعلان کرتا ہوں کہ مندرجۂ بالا تفصیلات میرے علم و یقین کے مطابق درست ہیں۔

دستخط پبلشر: محبوب حسین

۲۷ فروری ۱۹۸۳ء

فکر و نظر

ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد کا ماہوار

علمی و دینی مجلہ

جس میں

قرآن، حدیث، فقہ، تصوف، علم کلام کے علاوہ
تقابل ادیان، فلسفہ، تاریخ، ادب، قانون، سیاست، معاشرت،
معیشت، طب، ثقافت اور عمرانیات
سے متعلق موضوعات پر
اسلامی نقطۂ نظر سے تحقیقی مضامین شائع کئے جاتے ہیں۔

	چندہ سالانہ	فی شمارہ
پاکستان کے لئے	۳۰ روپے	۳ روپے
دیگر ممالک کے لئے	۱۵ ڈالر	۱-۵۰ ڈالر
	۷-۵۰ پونڈ	۰-۱۵ پونڈ

اہل علم سے قلمی تعاون کی درخواست بھی ہے۔
"فکر و نظر" میں چھپنے والے مضامین کے لئے نقد یا ادارے کی
مطبوعات کی صورت میں اعزازیہ بھی دیا جاتا ہے۔

مدیر فکر و نظر
پوسٹ بکس نمبر ۱۰۳۵، اسلام آباد۔ پاکستان

اردو کے عہد آفریں ادیب

ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری

کی

خود نوشت سوانح عمری

شائع ہوگئی

گردِ راہ

نصف صدی کی علمی، ادبی، فکری، تہذیبی، سیاسی اور ثقافتی زندگی کا آئینہ خانہ

اُردو میں اپنی نوعیت کی اہم ترین دستاویز

چند عنوانات

زندگی کے ابتدائی سال ○ کلکتہ کی یادیں ○ علم و ادب کی سمتیں ○ حیدرآباد دکن کی انجمن آرائی ○ یورپ میں چار سال ○ یورپ سے واپسی کے بعد ○ پاکستان ناگزیر تھا ○ دنیا بدل گئی ○ افریقہ میں دو سال ○ ایران میں چار سال ○ فلسطین میں چند مہینے ○ اسپین، اطالیہ، امریکہ، جاپان اور دیگر ملکوں کی جھلکیاں حُسن کی تلاش ○ حقیقت کی کراہتی اور ادب کا بھی دھال

صفحات ۳۲۰ .. سرورق موجد

بہترین گٹ اپ —— متعدد یادگار تصاویر

قیمت: ۵۴ روپے

ہر اچھے بک اسٹال سے طلب کیجئے یا ہمیں لکھئے

مکتبہ افکار رابسن روڈ، کراچی



KHUDA BAKHSH LIBRARY

JOURNAL

24

KHUDA BAKHSH ORIENTAL PUBLIC LIBRARY
PATNA